مطالعاتی رہنما

ایم فل پاکستانی زبانیں و ادب

شمالی علاقہ جات کی زبانیں و ادب

(بلتی، شنا، کھوار، بروشسکی، وخی)

کورس کوڈ 2726 یونٹ 1 تا 9

شعبہ پاکستانی زبانیں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

مطالعاتی رہنما

ایم فل پاکستانی زبانیں وادب

شمالی علاقہ جات کی زبانیں وادب
(بلتی، شنا، کھوار، بروشسکی، وخی)

کورس کوڈ 2726 یونٹ 1 تا 9

شعبہ پاکستانی زبانیں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

ایڈیشن	:	اول
اشاعت اول	:	2004ء
تعداد اشاعت	:	500
قیمت	166	روپے
ٹائیٹل	:	ناصرہ
کمپوزر	:	طاہر علی خان
طابع	:	محمد ریاض خان
پرنٹرز	:	طاہر پرنٹنگ پریس، اسلام آباد۔ 4444661
ناشر	:	علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کورس ٹیم

چیئرمین:	ڈاکٹر انعام الحق جاوید
ادارۂ تحریر:	محمد حسن حسرت
	اکبر حسین اکبر
	ڈاکٹر عنایت اللہ فیضی
	شیر باز علی خان برچہ
	سخی احمد جامی
نظر ثانی:	محمد یوسف حسین آبادی
	ڈاکٹر انعام الحق جاوید
	بادشاہ منیر بخاری
	غلام قادر بیگ
	محمد پرویش شاہین
	عبداللہ جان عابد
فاصلاتی تشکیل:	ڈاکٹر انعام الحق جاوید
	عبداللہ جان عابد
تدوین:	شعبۂ پاکستانی زبانیں
کورس رابطہ کار:	ڈاکٹر انعام الحق جاوید
معاون رابطہ کار:	عبداللہ جان عابد
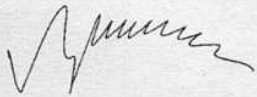
فہرست

صفحہ نمبر

پیش لفظ

زبانیں آپس میں ربط و تعلق کا ذریعہ ہوتی ہیں اور انہی کے ذریعے ایک دوسرے کے مافی الضمیر اور احساسات وجذبات کو سمجھا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں ان کی اہمیت مسلّم رہی ہے۔ وطن عزیز پاکستان میں بھی کئی زبانیں بولی جاتی ہیں جو کہ ظاہری طور پر مختلف ہونے کے باوجود اپنے اندر اشتراک کے کئی پہلو رکھتی ہیں۔ اس گہرے تعلق و اشتراک کی بنیادی وجہ پاکستانی ادب کے سماجی، روحانی اور جغرافیائی پس منظر کا ایک ہونا ہے۔

ایک تحقیق کے مطابق دنیا میں اس وقت زندہ زبانوں کی تعداد 6809 ہے جبکہ 7.1 فی صد زبانیں خطرات سے بھی دوچار ہیں مگر یہ بات پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ پاکستان میں بولی جانے والی زبانیں ترقی کی منازل طے کر رہی ہیں اور ان زبانوں اور ان کے ادب کو فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ ہماری یہ زبانیں اتنی اہم ہیں کہ اس وقت دنیا کی کئی یونیورسٹیوں میں ان پر تحقیقی کام سرانجام دیا جا رہا ہے اور ان کی قدامت اور تاریخ و ادب پر مقالات تحریر کیے جا رہے ہیں۔ وطن عزیز میں بھی مختلف یونیورسٹیوں میں پنجابی، سندھی، پشتو، بلوچی، براہوئی اور سرائیکی میں ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح تک تعلیم دی جا رہی ہے اور ان پر تحقیقی کام ہو رہا ہے تاہم اب تک کسی یونیورسٹی میں زبان و ادب کی سطح پر کوئی ایسی ڈگری نہیں تھی جو پاکستان کی تمام زبانوں اور ان کے ادب پر محیط ہونے کے ساتھ ساتھ ایک سے زیادہ زبانوں اور ان کے ادب کے متعلق معلومات رکھنے والے ماہرین یا اسکالروں کی کمی پوری کر سکتی ہو جس کی ضرورت اندرون ملک بھی ہے اور بیرون ملک بھی۔

مجھے اس بات کا قوی یقین ہے کہ ''ایم فل پاکستانی زبانیں و ادب'' کا یہ پروگرام یونیورسٹی کے دیگر ایم فل پروگراموں میں ایک خوش آیند اضافہ ہونے کے ساتھ ساتھ قومی یکجہتی اور لسانی ہم آہنگی کے فروغ میں ایک اہم سنگ میل ثابت ہوگا اور اس پروگرام کے طلبہ پاکستانی زبانوں اور ان کی منفرد و مشترک ادبی روایات سے متعارف ہو کر قومی مفاہمت کے فروغ میں اہم کردار ادا کریں گے نیز یہ کورس ان کی تعلیمی استعداد اور دائرہءِ کار میں اضافے کا سبب بھی ہوگا۔

(پروفیسر ڈاکٹر سید الطاف حسین)
وائس چانسلر

ایم فل پاکستانی زبانیں وادب

ایک تعارف

وطن عزیز پاکستان ایک کثیر لسانی خطہ ہے جہاں کئی زبانیں بولی جاتی ہیں، جن میں سے ہر زبان کی اپنی ایک الگ اور منفرد شناخت کے ساتھ ساتھ اپنی ایک تاریخ اور ادبی حیثیت ہے تاہم یہ زبانیں اپنے اندر کئی مشترک عناصر بھی رکھتی ہیں جو لسانی ہم آہنگی اور قومی یکجہتی کے امین ہیں اور جنہیں اجاگر کرنا وقت کی ایک اہم ضرورت ہے۔ اسی ضرورت کے پیش نظر اس پروگرام کا آغاز کیا جا رہا ہے۔ یوں تو اس وقت ملک کے چاروں صوبوں میں پنجابی، پشتو، بلوچی، سرائیکی، براہوئی اور سندھی کو انفرادی طور پر مختلف تعلیمی سطحوں پر پڑھایا جا رہا ہے، مگر ان تمام زبانوں اور ان کے ادب کو کسی ایک اعلیٰ سطحی کورس کے ذریعے اجتماعی صورت میں پڑھانے کی ابتداء علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے کی جا رہی ہے۔ یقیناً یہ اپنی نوعیت کا پہلا پروگرام ہے، جو طالب علم کو اردو، بلوچی، براہوئی، پشتو، سندھی، سرائیکی، پنجابی، کشمیری، پہاڑی، ہندکو، گوجری، بلتی، شنا، کھوار، توروالی، گاوری، بروشسکی، وخی اور ان زبانوں کے مختلف لہجوں کی ساخت، آغاز وارتقاء، لسانی گروہ، جغرافیے، ادبی سرمایے کے مشترک عناصر اور مشترک ادبی رجحانات واقدار سے شناسائی پیدا کرنے میں مددگار ثابت ہوگا۔

اس پروگرام کے چیدہ چیدہ مقاصد یہ ہیں۔

1۔ قومی یکجہتی اور ملی ہم آہنگی کے فروغ کے لئے طلبہ وطالبات کو پاکستانی زبانوں کے مشترک نقوش، بین اللسانی روابط اور مشترک ادبی رجحانات سے روشناس کرانا۔

2۔ پاکستانی زبانوں کی منفرد لسانی شناخت اور انفرادی رجحانات سے روشناس کرانا۔

3۔ طلبہ کی تعلیمی استعداد اور دائرۂ کار میں اضافہ کرنا۔

4۔ طلبہ وطالبات میں تمام پاکستانی زبانوں کے بارے میں مثبت سوچ پیدا کرنا۔

5۔ طلبہ وطالبات کو پاکستانی زبانوں اور ان کے ادب کے بارے میں مطالعاتی اور تحقیقی بنیاد فراہم کرنا۔

6۔ جو طلبہ وطالبات اپنے حالات کی بنا پر یونیورسٹیوں میں باقاعدہ طالب علم بن کر اپنی مادری زبان (جس میں انہوں نے ایم اے کیا ہو) میں ایم فل نہیں کر سکتے، لیکن ایم فل کرنے کے آرزومند ہیں۔ انہیں فاصلاتی نظام کے تحت ''ایم فل پاکستانی زبانیں وادب (اپنی مادری زبان کی تخصیص کے ساتھ)'' کرنے کی سہولت مہیا کرنا۔

یونیورسٹی قواعد کے مطابق ایم فل کا ہر پروگرام آٹھ مکمل کریڈٹ کورسوں پر مشتمل ہوتا ہے، جن میں سے چار مکمل

❁……x……❁
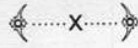
کریڈٹ کورس ورک کے لیے اور چار مکمل کریڈٹ تحقیقی مقالے (تھیسز) کے لیے مختص ہوتے ہیں۔ ''ایم فل پاکستانی زبانیں و ادب'' کا کورس ورک بھی چار حاصل کریڈٹ پر مشتمل ہے (جن میں سے چھ کورس نصف نصف کریڈٹ کے اور ایک مکمل کریڈٹ کا ہے)۔ پہلے سمسٹر میں چار نصف کریڈٹ اور دوسرے سمسٹر میں دو نصف کریڈٹ اور ایک مکمل کریڈٹ کورس پیش کیا جائے گا۔ کورسز کی تفصیل درج ذیل ہے:

(کورس ورک)

پہلا سمسٹر

1۔ پاکستانی زبانوں کا تقابلی مطالعہ، ادبیات پاکستان کا تقابلی مطالعہ، اردو زبان و ادب (نصف کریڈٹ) 2721

2۔ بلوچی، براہوئی زبان و ادب (نصف کریڈٹ) 2722

3۔ پشتو، ہندکو، توروالی، گاوری زبان و ادب (نصف کریڈٹ) 2723

4۔ پنجابی (بشمول پوٹھوہاری، دھنی، چھاچھی اور دیگر لہجے) پہاڑی، گوجری زبان و ادب (نصف کریڈٹ) 2724

دوسرا سمسٹر

5۔ سندھی، سرائیکی، کشمیری زبان و ادب (نصف کریڈٹ) 2725

6۔ شمالی علاقہ جات کی زبانیں (بلتی، شنا، کھوار، بروشسکی، وخی) و ادب (نصف کریڈٹ) 2726

7۔ اصول تحقیق (زبان و ادبیات) (مکمل کریڈٹ) 2727

(ریسرچ ورک)

تیسرا و چوتھا سمسٹر

8۔ تحقیقی مقالہ (چار مکمل کریڈٹ) 2728

ڈاکٹر انعام الحق جاوید

پروگرام رابطہ کار

کورس کا تعارف

یہ ''ایم فل پاکستانی زبانیں وادب'' کی سطح کے پروگرام کا چھٹا کورس ہے، جونو یونٹوں پر مشتمل ہے۔ اس کورس کا تعلق شمالی علاقہ جات میں بولی جانے والی ان مختلف چھوٹی بڑی زبانوں سے ہے جو اس علاقے میں بولی جاتی ہیں۔

پاکستان کے شمالی علاقے جہاں قدرتی حسن اور رعنائی کے باعث اپنی ایک الگ شناخت رکھتے ہیں وہیں انھیں مختلف النوع ثقافتوں کے امین ہونے کے ساتھ ساتھ کثیر اللسان ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ ہمیں خوشی ہے کہ اس کورس کے ذریعے پاکستان میں پہلی مرتبہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی طرف سے شمالی علاقہ جات کی زبانوں اور ان کے ادب کے بارے میں دستیاب مواد کو مربوط اور یکجا صورت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ وطن عزیز میں ویسے بھی اس میدان میں تحقیق وتفحص سے بہت کم کام لیا گیا ہے اور اس ضمن میں بیشتر کام غیر ملکی ماہرین السنہ کا ہے جبکہ موجودہ کتاب میں ہم نے کوشش کی ہے کہ ہم وطن اسکالروں سے، جدید لسانی اصولوں کے مطابق، قومی زبان اردو میں یونٹ لکھوائے جائیں۔

اس کورس کے یونٹ نمبر 1 میں بلتی زبان کے آغاز وارتقاء کی مختلف سمتیں واضح کی گئی ہیں نیز پس منظر، لسانی گروہ، رسم الخط کی تاریخ، لسانی خصوصیات، لہجوں اور اردو کے ساتھ لسانی روابط کا جائزہ لیا گیا ہے جبکہ یونٹ نمبر 2 بلتی ادب سے متعلق ہے جس میں قدیم اور جدید دور کے حوالے سے بلتی ادب کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ یونٹ نمبر 3 اور 4 میں شنا زبان و ادب کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یونٹ نمبر 5 اور 6 کھوار زبان وادب کے مطالعے کے لئے وقف کیے گئے ہیں۔ یونٹ نمبر 7 ہنزہ، یاسین اور نگر میں بولی جانے والی زبان بروشسکی اور اس کے ادب کے لئے مختص کیا گیا ہے، یونٹ نمبر 8 وخی زبان کے لسانی مباحث پر مبنی ہے جس میں آپ اس زبان کی وجہ تسمیہ، لسانی جغرافیے، رسم الخط، لسانی گروہ اور چند بنیادی قواعد کا مطالعہ کریں گے۔ علاوہ ازیں ہر زبان کی گرامر اور بنیادی قواعد کے ساتھ ساتھ ابتدائی بول چال کے چند فقرے اور ان کا اردو ترجمہ بھی دیا گیا ہے تا کہ آپ اس زبان کی بول چال کے انداز سے واقف ہو سکیں۔ آخری یونٹ یعنی یونٹ نمبر 9 میں شمالی علاقہ جات کی مختلف چھوٹی زبانوں کلاشوار، ڈومیلی، یدغا، ڈومکی، بشگالی وار، ارسونی وار، گوار بتی، پالولہ، کاتی واری، کام واری اور موم واری کے بارے میں معلومات فراہم کی گئی ہیں۔

اس مطالعاتی رہنما کے ہر یونٹ کے آخر میں خود آزمائی کے عنوان کے تحت سوالات دیئے گئے ہیں تا کہ یونٹ کے درسی مواد اور مجوزہ کتب کے مطالعے کے بعد آپ خود اپنا امتحان لے کر یہ اندازہ لگا سکیں کہ آپ نے جو پڑھا ہے اسے آپ کس حد تک سمجھ سکے ہیں اور کس حد تک بیان کرنے قابل ہو سکے ہیں۔ امید ہے کہ آپ اس کورس کے مطالعے کے بعد بلتی، شنا،

کھوار، بروشسکی، وخی اوراس علاقے میں بولی جانے والی دیگر چھوٹی زبانوں کی لسانی خصوصیات اورادبی صورت حال سے بخوبی آگاہ ہوسکیں گے۔ ہمیں امید ہے کہ یہ کورس شمالی علاقہ جات کی زبانوں کی لسانیاتی تدریس کے حوالے سے نہ صرف انتہائی مفید ثابت ہوگا بلکہ مستقبل کی لسانیاتی تحقیق کا نقطۂ آغاز بھی قرار پائے گا۔

کورس کے مقاصد

اس کورس کے مطالعہ کے بعد آپ اس قابل ہوسکیں گے کہ:

1۔ بلتی، شنا، کھوار، بروشسکی، وخی اور دیگر چھوٹی زبانوں کے آغاز وارتقاء کے ضمن میں مختلف نظریات سے آگاہ ہو سکیں اور ان پر بحث کرسکیں۔
2۔ ان زبانوں کے لسانی جغرافیے اور لسانی خصوصیات پر روشنی ڈال سکیں۔
3۔ بلتی، شنا، کھوار اور بروشسکی زبانوں اور ان کے ادب کے بارے میں جان سکیں۔
4۔ بنیادی قواعد اور ان زبانوں کی گرامر کی مبادیات سے واقف ہوسکیں۔
5۔ ان زبانوں اور اردو کے مشترک لسانی عناصر کی نشان دہی کرسکیں۔
6۔ ان زبانوں کے صوتی نظام سے آگاہی حاصل کرسکیں۔

مشقیں اور آخری امتحان

اس کورس کے دوران میں آپ دو امتحانی مشقیں حل کر کے اپنے ٹیوٹر (اتالیق) کو مقررہ تاریخ تک بھیجیں گے۔ ٹیوٹر ان پر نمبر لگا کر مفصل ہدایات کے ساتھ ہر مشق آپ کو واپس کر دیں گے۔ کورس کے خاتمے پر امتحان لیا جائے گا۔ اس کا پروگرام اور رولنمبر مناسب وقت پر آپ کو بھیج دیئے جائیں گے۔ اس کورس میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے امتحانی مشقوں اور آخری امتحان کو برابر کی اہمیت حاصل ہے اور دونوں میں الگ الگ پاس ہونا لازمی ہے۔

امید ہے کہ آپ اوپن یونیورسٹی کے اس فاصلاتی نظام اور اس کی فراہم کردہ سہولتوں سے خاطر خواہ فائدہ اٹھائیں گے۔

آخر میں یونٹ نگاروں اور نظر ثانی کنندگان کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ان کے تعاون سے اس کورس کی بروقت اشاعت ممکن ہوسکی۔

ڈاکٹر انعام الحق جاوید
کورس رابطہ کار

یونٹ نمبر 1

بلتی زبان کا آغاز وارتقاء

تحریر : محمد حسن حسرت
نظرثانی : محمد یوسف حسین آبادی

فہرست

یونٹ کا تعارف

بلتی زبان بلتستان، کرگل اور دیگر ملحقہ علاقوں میں بولی جانے والی ایک اہم زبان ہے جس کی اپنی لسانی تاریخ ہے۔ اس یونٹ میں بلتی زبان کے آغاز وارتقاء، اس کے لہجوں، رسم الخط اور حروفِ تہجی کے علاوہ اس زبان پر فارسی وعربی کے اثرات کے حوالے سے بھی بحث کی گئی ہے، ساتھ ہی بلتی اور اُردو کے تعلق کو بھی واضح کیا گیا ہے۔ پاکستانی زبانوں کے ادب کا طالب علم ہونے کے ناطے آپ اس یونٹ کے تفصیلی مطالعے کے لئے یونٹ کے آخر میں درج شدہ کتب کی مدد سے اس کا بھرپور مطالعہ کیجئے۔

مقاصد

اس یونٹ کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

1۔ بلتی زبان کے آغاز وارتقاء کے متعلق معلومات حاصل کر سکیں۔
2۔ بلتی رسم الخط کی تاریخ اور اس کے حروف تہجی سے آگاہ ہوسکیں۔
3۔ بلتی پر فارسی اور عربی زبان کے اثرات کے علاوہ بلتی اور اُردو کے تعلق کو جان سکیں۔
4۔ بلتی کے چند بنیادی قواعد کے بارے میں آگاہی حاصل کر سکیں۔
5۔ روزمرہ استعمال کے چند ابتدائی بلتی جملے بول سکیں۔

1۔ بلتی زبان کا آغاز وارتقاء

1.1۔ پس منظر اور لسانی گروہ

پاکستان کے انتہائی شمال میں سلسلۂ کوہِ قراقرم اور ہمالیہ کے درمیان واقع 'بلتستان' اور سرحد پار بھارتی مقبوضہ کرگل (پوریگ) میں جو زبان بولی جاتی ہے وہ ''بلتی'' کہلاتی ہے۔ یہ سائینوتبتن Sino Tibetan زبان کی تبتو برمن Tibeto Burman شاخ سے تعلق رکھتی ہے۔ (ح۔۱) گویا یہ مشہور تبتی زبان کی ایک بولی ہے جس کی اصل تو تبتی ہے لیکن جہاں جہاں مسلمان علاقوں میں یہ زبان رائج ہے وہاں یہ بلتی کے نام سے معروف ہے۔ ''بلتی'' دراصل موجودہ بلتستان کا مقامی جغرافیائی نام ہے اور اپنے وطن کی مناسبت سے یہ زبان بلتی کہلاتی ہے۔

بلتی زبان کی تاریخ اور رسم الخط کے اوّلین مقامی محقق اور ماہرِ لسانیات محمد یوسف حسین آبادی کی تازہ ترین تحقیق کے مطابق اس وقت تبتی زبان کے بولنے والوں کی مجموعی تعداد تقریباً ستتر (۷۷) لاکھ ہے۔ اصلی تبت سمیت چین کے چار صوبوں چھینگائی، سچھوان، یُن نَن اور گانسو کے چھیالیس لاکھ، بھوٹان کے اٹھارہ لاکھ، شمالی نیپال، سکم، پوریگ، لداخ اور ہندوستان کے دیگر علاقوں کے کل دس لاکھ اور بلتستان کے تین لاکھ نفوس اسی زبان کی مختلف بولیاں بولتے ہیں۔

1840ء میں ڈوگرہ یلغار کے بعد ان کے ظلم وستم سے نجات پانے، حصولِ تعلیم اور تلاش روزگار کے سلسلے میں بلتی بولنے والوں کی ایک بہت بڑی تعداد بلتستان سے نقل مکانی کر کے ہندوستان کے پہاڑی علاقوں شملہ، منصوری، نینی تال، ڈلہوزی اور ڈیرہ دون وغیرہ میں مقیم ہوگئی تھی۔ پاکستان بننے کے بعد کچھ لوگ کراچی، لاہور، راولپنڈی، اسلام آباد، کوئٹہ، واہ کینٹ اور مری منتقل ہو گئے۔ بعض لوگ یورپی ممالک اور امریکہ کی طرف نکل گئے اور بعض تعلیم و روزگار کی تلاش میں ایران، سعودی عرب، دوبئی اور کویت جا پہنچے۔ یوں یہ زبان دیارِ غیر میں بھی اپنی شناخت کرا چکی ہے۔ اہلِ بلتستان اپنی زبان سے بہت محبت کرتے ہیں، جہاں جائیں اپنی زبان سے رشتہ نہیں توڑتے۔ بلتی زبان میں مقولہ ہے ''پھ یُل بجید ناپھ سکت مہ بجید'' یعنی پدری وطن بھول بھی جائے تو زبان نہ بھولے''

جس طرح تبتی ایک پرانی نسل ہیں اسی طرح ان کی زبان بھی انتہائی قدیم ہے۔ محققین اب تک کسی حتمی نتیجے پر نہیں پہنچ سکے ہیں کہ تبتی قوم اور ان کی زبان کی تاریخ کہاں سے اور کب سے شروع ہوتی ہے لیکن علاقے میں موجود آثار سے معلوم

ہوا ہے کہ اس علاقے میں انسانی آبادی کا آغاز آج سے پانچ ہزار سال پہلے ہو چکا تھا اور وہاں منگول نسل آباد تھی۔ چنانچہ اس زبان نے یہیں جنم لیا اور ہزاروں برسوں تک مختلف وادیوں میں اپنے اپنے ماحول اور مزاج کے مطابق ارتقاء پذیر ہوتی رہی۔ ساتویں صدی عیسوی میں پہلی دفعہ اس کا رسم الخط ایجاد ہوا اور گرامر مرتب ہوئی تو اس کے ساتھ ہی تحریری زبان وجود میں آنا شروع ہوگئی۔ جب تک تبت کی وسیع وعریض سلطنت کی دھوم تھی اس زبان نے بڑی ترقی کی لیکن جب یہ سلطنت ٹوٹ گئی اور عظیم تبت کے حصے بخرے ہو گئے تو اس زبان کے بھی ٹکڑے ہو گئے۔ اس سے قبل بلتستان اور اردگرد کے دیگر علاقوں سے طلبہ حصولِ علم کے لئے تبت لہاسہ کے مدارس کی طرف جایا کرتے تھے اور تیس برس کی محنت کے بعد ''گیشے'' کی ڈگری لے کر واپس آتے تھے۔ (ح۔۳)

ماہرینِ لسانیات کے مطابق اس وقت تبتی زبان کے تیس (۳۰) مختلف لہجے رائج ہیں۔ (ح۔۴) جو ایک دوسرے سے کافی مختلف ہیں لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ ان بولیوں میں وسیع اختلافات کے باجود تبتی زبان بولنے والے سارے علاقوں کی تحریری زبان ایک ہی ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں ہے تاہم ماہرین لسانیات کے مطابق بلتستان میں بولی جانے والی ''بلتی'' کو تبتی زبان کے دیگر لہجوں میں کلاسیکی حیثیت حاصل ہے۔ (ح۔۵)

چودھویں صدی عیسویں میں بلتستان اور کرگل میں ایرانی مبلّغین کے ذریعے اسلام کی اشاعت شروع ہوئی تو تبت کے ساتھ بلتستان کا سینکڑوں سال پرانا مذہبی رشتہ منقطع ہوگیا اور بلتی زبان کو تبتی گھرانے سے الگ ہو کر اپنے علیحدہ تشخص کی جانب سفر کرنا پڑا۔ یوں ایک طرف تبت سے روحانی وابستگی کے انقطاع نے لسانی تعلق کو متاثر کیا تو دوسری طرف اسلامی علوم کے زیر اثر عربی اور فارسی اثرات بڑھنے شروع ہو گئے۔ مسلمان ہوتے ہی شمع اسلام کے پروانوں نے بدھ مت کے رسم الخط سے کنارہ کش ہو کر فارسی رسم الخط کو اپنانا شروع کر دیا۔ چونکہ اصل رسم الخط سنسکرت دیوناگری سے ماخوذ تھا اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ بلتی زبان کو ڈھانچہ سنسکرت دیوناگری نے دیا، فارسی اور عربی نے گوشت پوست عطا کئے اور اسلام نے اسے روح بخشی۔

1.2۔ رسم الخط کی تاریخ

تبتی تحریری زبان کا ارتقائی دور ساتویں صدی عیسوی کے ابتدائی نصف سے شروع ہوتا ہے۔ تبت اصلی (لہاسہ) پر 617ء تا 650ء کے دوران سونگ سین زگمپو کی حکومت قائم ہوئی تو اُس نے اپنے ایک وزیر اُنو کو جو تھونمی قبیلے سے تعلق رکھتا تھا اسی لئے تھونمی سامبھوتہ کے نام سے بھی معروف تھا، کو اخراجات دے کر علم لسانیات اور فنِ تحریر کا مطالعہ کرنے کے لئے ہندوستان بھیجا۔ سامبھوتہ نے ٹمزے لی چن سے سنسکرت زبان میں لکھنا پڑھنا سیکھا۔ بعد ازاں اس نے لہاسہ واپس آ کر

سنسکرت حروف کی مدد سے تبتّی زبان کے لئے اس کے تقاضوں کے مطابق دوقسم کے رسم الخط وضع کئے جن میں ایک کا نام ''اوچن'' اور دوسرے کا نام ''تھائیک'' تھا جنہیں علی الترتیب علمی اور کاروباری کتابیں لکھنے کے لئے استعمال میں لایا گیا۔ (ح۔۶) بعض محققین ان رسم الخطوں کو ''اوچن'' དབུ་ཅན་ اور ''اوُمے'' དབུ་མེད་ سے موسوم کرتے ہیں۔ بنیادی طور پر یہ دونوں حروف ایک ہی ہیں۔ اختلاف صرف اس قدر ہے جس قدر رومن کتابی حروف اور تحریری حروف میں ہے۔ یہ رسم الخط تیس حروف اور چار اعرابی نشانوں پر مشتمل تھا جو انگریزی کی طرح بائیں سے دائیں کی طرف لکھا جاتا ہے۔ سامبھوتہ نے پہلی بار تبتّی زبان کی گرامر بھی مرتب کی۔

انگریز نژاد اے۔ ایچ۔ فرینکی کے مطابق تھونمی سامبھوتہ پہلا شخص نہیں تھا جس نے تبتّی رسم الخط ایجاد کیا۔ اس کا کہنا ہے کہ تبت میں بدھ مت ہندوستان سے نہیں بلکہ وسطی ایشیا سے پھیلا تھا۔ پانچویں یا چھٹی صدی عیسوی میں ختن میں بدھ مت کے تبتّی علماء نے تبتّی میں مذہبی کتب کا ترجمہ کرنے کی خاطر ایک رسم الخط ایجاد کر کے ان عبادت گاہوں میں رکھ چھوڑا تھا جو بعد میں اس کے ہاتھ لگ گیا جس میں اس نے ترامیم کر کے اسے آخری شکل دے دی۔ (ح۔۷) تاہم تبتّی ماہرین لسانیات اور تبت کے علماء کو فرینکی کی اس بات سے اتفاق نہیں ہے بلکہ وہ اوّلین رسم الخط کی ایجاد کا سہرا انوتھونمی سامبھوتہ ہی کے سر باندھتے ہیں۔

1.3۔ اصل رسم الخط اور حروفِ تہجّی

تبتّی زبان کے اصل رسم الخط کو بلتستان میں ''اگے'' کہتے ہیں اور یہ بائیں سے دائیں کو لکھا جاتا ہے۔ اس کے حروفِ تہجّی پیشِ خدمت ہیں: (ح۔۸)

ཀ	کا	ཁ	کھا	ག	گا	ང	ںٛا
ཅ	چا	ཆ	چھا	ཇ	جا	ཉ	نیا
ཏ	تا	ཐ	تھا	ད	دا	ན	نا
པ	پا	ཕ	پھا	བ	با	མ	ما
ཙ	تزا	ཚ	تزھا	ཛ	دزا		
ཝ	وا	ཞ	ژا	ཟ	زا	འ	اَ
ཡ	یا	ར	را	ལ	لا		

اس رسم الخط میں اعراب کی چار علامتیں ہیں جن میں سے صرف پیش کی علامت حرف کے نیچے اور باقی اوپر آتی ہیں۔ کسی حرف پر ان چار علامتوں میں سے کوئی نہ ہوتو اس کو زبر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے جسے ''ہر کینگ'' کہتے ہیں۔ اعراب کی علامتیں یہ ہیں:

ـــ	گیگوٗ	(زیر)
ـــ	ژبسکیو	(پیش)
ـــ	ڈینگبوٗ	(نیم زیر)
ـــ	نَرَوٗ	(نیم پیش)

(الف) خارجی حروف

اس رسم الخط کی ایجاد کے بعد دوسری زبانوں سے کچھ نئی آوازیں اس زبان میں شامل ہوگئیں۔ اس لئے حروف تہجی سے خارج آوازوں کے لئے قریب المخرج حروف کو الٹا کر کے یا ان پر خصوصی علامات کا اضافہ کر کے کام میں لایا جاتا رہا ہے۔ خارجی حروف اور ان کی آوازیں یہ ہیں:

قا	.....	شا	.....	ٹھا	.....
ژا	.....	ڈا	.....	ٹا	.....
کشا	.....	ٹا	.....	غا	.....
خا	.....				

(ب) رموزِ اوقاف

ہر سلیبل کے خاتمے پر آخری حرف کے دائیں جانب اوپر کونے پر ایک چھوٹا سا نقطہ آتا ہے جو ''ژھیگ'' کہلاتا ہے۔

ا = ہر کیا نگ چھد - یہ انگریزی کاما، سیمی کولن اور کولن کی طرح معمولی وقف کے لئے آتا ہے۔

॥	=	نِس چھَد	- یہ علامت وقفِ تام کے لئے ہے۔
॥॥	=	بجی چھدَ	- یہ پیرے یا باب کے خاتمے کی علامت ہے۔

(ج) حروفِ تہجّی

حرف	زبان	بلتی لفظ	اُردو معنی
اَ	بلتی	اَتہَ	باپ
بَ	بلتی	بیاپھو	مرغا
پَ	بلتی	پن پا	پنڈلی
پھ	بلتی	پھلہ غون	چمچہ
تَ	بلتی	توندول	ٹوکری
تھ	بلتی	تھودَ	پگڑی
ٹَ	بلتی	ٹوق	ٹیلہ
ٹھ	بلتی	ٹھلو	آٹا گوندھنے کی پرات
ث	فارسی	ثبوت	دلیل
جَ	بلتی	جَندہ	جیب
چ	بلتی	چِنَدہ	دم
چَ	بلتی	چوروگ	ٹوکرا
چھَ	بلتی	چُھو	پانی
ڇ	بلتی	ڇو	گندم

پچھ	بلتی	پچھق	خون
حَ	فارسی	حلوہ	حلوہ
خَ	بلتی	خوَ	کڑوا، پِتہ
دَ	بلتی	دا	تیر
ڈَ	بلتی	ڈیانگ	ڈھول
ذَ	فارسی	ذخیرہ	انبار
رَ	بلتی	رَگی	تلوار
ڑَ	بلتی	رگیانگ	دیوار
زَ	بلتی	زگہ	زین
ژَ	بلتی	ژر	مالا
ژھَ	بلتی	ژھرَ	باغ
س	بلتی	سوَ	دانت
شَ	بلتی	شا	گوشت
ش	بلتی	شوشو	نالی
ص	فارسی	صبر	تحمل
ض	فارسی	ضعیف	کمزور

طَ	فارسی	طوطا	طوطا
ظَ	فارسی	ظروف	ظروف/ برتن
عَ	فارسی	عالم	جاننے والا
غَ	بلتی	غوَ	فریاد
فَ	فارسی	فکر	سوچ
قَ	بلتی	قار	اونی چادر
کً	بلتی	ککا	بھائی
کھَ	بلتی	کھا	برف
گ	بلتی	گوَ	سر،بال
ٔگ	بلتی	ٔگی	چُھری
لَ	بلتی	لاڑو	کھیرا
مَ	بلتی	مار	مکھن
نَ	بلتی	نس	جو،گرم
ڻ	بلتی	موڻ	موسیقار
وَ	بلتی	وا	لومڑی
ھ	بلتی	ہلہ	بت

ی ے　　بلتی　　یانگ　　آپ

1.4۔ بلتی کا فارسی رسم الخط

بلتستان میں طلوع اسلام کے بعد عربی اور فارسی کے اثرات اس قدر تیزی سے نفوذ پذیر ہوئے کہ تبتی زبان کا اصل رسم الخط ''اگے'' یکدم متروک ہوگیا۔ دوسری طرف مذہبی منظومات کو ضبطِ تحریر میں لانے کے لئے فارسی رسم الخط کو بروئے کار لایا جانے لگا۔ چونکہ راجاؤں کے دور میں کاروباری تحریریں، معاہدے اور دیگر دستاویزات فارسی میں لکھی جاتی تھیں اس لئے بلتی میں حمد، نعت، مدحیہ اشعار اور غزلوں کے علاوہ اور کچھ لکھنے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ یہی وجہ ہے کہ شاعری کی پرانی تحریروں میں ٹ، ڈ، ڑ، پھ، تھ، ٹھ، کھ وغیرہ جیسے حروف نایاب ہیں۔ 1840ء میں ڈوگرہ تسلط کے بعد بلتستان میں جب ڈوگری، ہندی اور اُردو زبان کا رواج ہوا تو یہ حروف بلتی تحریروں میں شامل ہو گئے۔ اس کے علاوہ بلتی میں ث، ح، ذ، ص، ض، ط، ظ، ع، ف وغیرہ کی آوازیں بھی نہیں ہیں اور س سے ث اور ص کا کام لیا جاتا ہے۔ ح کی جگہ گول ہ، ذ، ض اور ظ کی جگہ ز، ط کے لئے ت اور ع کے لئے الف استعمال ہوتا ہے۔ ف کی جگہ مرکب حرف پھ مستعمل ہے۔ مگر اب بہت سے عربی اور فارسی الفاظ بھی بلتی زبان میں داخل ہو چکے ہیں۔ چونکہ اس رسم الخط کا دامن بلتی زبان میں موجود تمام آوازوں کو ضبطِ تحریر میں لانے کی وسعت نہیں رکھتا جس کے باعث اس میں لکھی ہوئی بلتی عبارت پڑھنے میں بعض اوقات دقت ہوتی ہے۔ اس لئے محمد یوسف حسین آبادی نے ''حلقۂ علم وادب بلتستان'' کے پلیٹ فارم سے ان آوازوں کیلئے چند حروف وضع کیے ہیں جو یہ ہیں: (ح۔۹)

ڃ = یہ فارسی زبان کے ''ژ'' کے مترادف ہے جیسے ''مژدہ'' اس حرف کو جیم ہی بولا جاتا ہے۔

چ̤ = یہ سخت 'چ' کی آواز ہے جو زبان کو اوپر کی طرف موڑ کر نکالی جاتی ہے۔

ڗ = یہ سخت 'ز' کی آواز ہے اور یہ بھی زبان اوپر کی طرف موڑ کر ادا کی جاتی ہے۔

ݜ = یہ سخت 'ش' کی حالت ہے۔

گ̤ = یہ 'گ' اور سخت 'ج' کی مرکب آواز ہے۔

ݨ = یہ نون غنہ کی آواز ہے اور ناک سے نکالی جاتی ہے۔ متحرک ہو تو نون غنہ اور اگر ساکن آئے تو آخر میں ''گ'' کی ہلکی آواز ہوگی۔

ڻ = اس حرف کے آخر میں ن کے ساتھ 'ڈ' کی ہلکی سی آواز نکلتی ہے۔ یہ حرف کسی لفظ کے شروع میں نہیں آتا بلکہ درمیان یا آخر میں آتا ہے۔

محمد یوسف حسین آبادی کے وضع کردہ درج بالا حروف سمیت موجودہ حروفِ تہجی کی راجہ محمد علی شاہ صبا نے بھی پیروی کی ہے البتہ 'ن' کے آخر میں ساکن ہونے کی صورت میں ''نگ'' کا استعمال اختیاری قرار دیا گیا ہے۔ اب اس رسم الخط کا سافٹ وئیر بھی تیار ہوگیا ہے اور حلقۂ علم وادب بلتستان کے سینئر اراکین کی ایک جماعت (محمد یوسف حسین آبادی، راجہ محمد علی شاہ صبا، محمد قاسم نسیم اور راقم محمد حسن حسرت) کا مرتب کردہ بلتی قاعدہ مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد نے شائع کر دیا ہے۔ نیز اسی فارمولے کے تحت راجہ محمد علی شاہ صبا کی مرتب کردہ بلتی اُردو لغت بھی مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد نے چھاپ دی ہے۔

1.5۔ بلتی کی لسانی خصوصیات اور لہجے

یہ ایک عجیب بات ہے کہ اُردو اور انگریزی لغت میں دنیا کی تمام زبانیں جنس مجازی کے اعتبار سے مؤنث ہیں اس لئے مادری زبان یا Mother Tongue کی اصطلاح مستعمل ہے جبکہ اہلِ تبت اور اہلِ بلتستان اپنی زبان کو ''پھ سکت'' یعنی پدری زبان سے منسوب کر کے اسے تذکیر کے زمرے میں گردانتے ہیں، شاید اس لئے کہ اس کی گرامر کے مزاج میں تانیث کا تصور سوائے جنس حقیقی کے موجود ہی نہیں ہے اور اس کا اثر انگریزی کی طرح فعل پر بھی نہیں پڑتا۔

پاکستان میں بولی جانے والی دیگر زبانوں سے بلتی کا مزاج، اس کا خاندان اور اس کی ہئیت بالکل مختلف ہے۔ بلتی زبان میں ادب کی شیرینی، لغت میں الفاظ کی فراوانی اور بول چال میں بلاغت اور شائستگی بدرجۂ اتم موجود ہے یعنی اس میں آداب کے لئے فعل کے صیغے الگ ہیں۔ تلفظ اور ادائیگی کے لحاظ سے یہ زبان مشکل اور گرامر کے لحاظ سے سادہ ہے۔ نہ اُردو اور فارسی کی طرح جمع اور واحد کے لئے فعل کے صیغے الگ ہیں نہ عربی و اُردو کی طرح تذکیر و تانیث کے صیغے علیحدہ ہیں۔ فعل مجہول کا کوئی صیغہ ہی نہیں ہے۔

بلتی میں حروف جار اسماء یا ضمائر کے بعد آتے ہیں۔ متعلق فعل، ظرفِ زمان و مکان بنانے، اسم واحد کی جمع بنانے اور اسم کی حالت فاعلی، مفعولی اور اضافی مین بدلنے کے طریقے آسان اور سادہ ہیں۔ اسم موصول کے لئے کوئی علیحدہ لفظ موجود نہیں بلکہ فعل کے آخر میں (زیر) یا (ف) یا (ئ) بڑھا کر اس معنی کو ادا کیا جاتا ہے۔ استفہام کے لئے فعل کے آخر میں (الف) کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ لہجہ اتنا مشکل ہے کہ باہر سے آکر سیکھنے والا صحیح تلفظ ادا نہیں کرسکتا جس کی بڑی وجہ اس کی ساخت میں ابتدائی حرف کا بہ ساکن ہونا ہے یعنی اس کے اکثر الفاظ کے ابتدائی حروف ایسے ہیں جو صرف جزم پر تکیہ کرتے ہوئے بغیر

زیر، زبر اور پیش کے لکھے اور پڑھے جاتے ہیں۔ اس زبان نے اِرد گرد میں بولی جانے والی غیر تبتی زبانوں یعنی بروشسکی اور شنا کو الفاظ کا بڑا ذخیرہ فراہم کیا ہے۔ اس کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ تقریباً ہر فعل کے ساتھ ایک الگ تاکیدی لفظ لازماً استعمال ہوتا ہے یعنی جتنے افعال ہیں تقریباً اتنی ہی تعداد میں تاکیدی الفاظ بھی موجود ہیں۔ یہ الفاظ فعل کے معنی میں قوت پیدا کرتے ہیں لیکن بذاتِ خود ان کے اپنے کوئی معنی نہیں ہیں۔ بلتی زبان میں تعریف و تنکیر کے اصول بھی سادہ ہیں۔ مصدر کی علامت یہ ہے کہ اس کے آخر میں الف آتا ہے جیسے:

زا (کھانا)۔ تھونگما (پینا)۔ ربیا (لکھنا) وغیرہ

1.6۔ فارسی اور عربی کا اثر

اس علاقے میں اسلام کی اشاعت چودھویں صدی عیسوی میں ایرانی مبلّغین کے ذریعے ہوئی تھی جن کا ذریعہ ابلاغ فارسی تھا۔ اس کے ساتھ ہی راجاؤں کی درباری زبان بھی فارسی ہوگئی۔ نتیجتاً وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ مقامی شعراء نے بھی فارسی میں طبع آزمائی شروع کی اور آج بلتستان میں فارسی ادب کا بہت بڑا ذخیرہ منتشر حالت میں موجود ہے۔ یوں فارسی کے بہت سے الفاظ بلتی زبان میں رائج ہوئے۔ فارسی کے ساتھ ساتھ عربی زبان کی دینی اصطلاحات بھی بلتی زبان میں بکثرت مستعمل ہیں اور بے شمار الفاظ بلتی کا حصہ بن چکے ہیں۔

1.7۔ بلتی اور اُردو کے لسانی روابط

بلتی زبان کا اُردو کے لسانی خاندان سے براہِ راست کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی یہاں کے لوگ دنیا سے منقطع ہونے کے باعث چھ سو سال قبل تک ہند آریائی، ہند ایرانی، ہند یورپی اور عربی زبانوں سے واقفیت رکھتے تھے۔ بلتی پر اُردو زبان کا اثر بلاواسطہ اور بالواسطہ اس وقت شروع ہوا جب 1840ء کے بعد بلتستان جموں کے ڈوگرہ مہاراجہ کے زیر تسلط آیا۔ مہاراجہ کو بلتستان میں نظم و نسق چلانے کے لئے ملازمین کی ضرورت تھی۔ یہ ضرورت بلتستان کے ناخواندہ معاشرے سے فوراً پوری کرنا محال تھا اس کے لئے کشمیر، جموں اور شمالی ہند سے ملازمین لانے پڑے جہاں تعلیم پہلے ہی عام ہو چکی تھی اور ذریعۂ تعلیم اُردو تھا چنانچہ بلتستان میں جب سکول کھلے اور لوگوں نے آہستہ آہستہ تعلیم کی جانب توجہ دینا شروع کی تو ذریعۂ تعلیم اُردو ہی کو قرار دیا گیا۔ جو لوگ تعلیم حاصل کر لیتے وہ مہاراجہ سرکار کے ملازم ہو جاتے۔ اس طرح اُردو خود بخود بلتستان کی سرکاری زبان بنتی چلی گئی۔

بلتستان میں اُردو شاعری کا دور اتنا قدیم نہیں ہے۔ محققین شگر کے راجہ مراد علی خان مراد کو بلتستان میں اُردو کے پہلے

شاعر قرار دیتے ہیں۔ان کے بعد سکردو کے راجہ محمد علی شاہ بیدل بلتستان کے پہلے اُردو شاعر ہیں جنھوں نے قیام پاکستان سے کچھ عرصہ قبل حضرت علیؑ کی شان میں اُردو زبان میں ایک قصیدہ لکھا جو خاصا مقبول ہوا۔ پاکستان بننے کے بعد اُردو کی اہمیت مزید بڑھ گئی اور جب پاکستان بھر میں اُردو قومی اور رابطے کی زبان بن گئی تو بلتستان میں بھی اس کا فروغ ہوتا چلا گیا نتیجتاً آج بلتستان میں اُردو ادب کا بہت بڑا ذخیرہ جمع ہو چکا ہے۔علاوہ ازیں روزمرہ کے بلتی استعمال میں اُردو کے بھی بہت سے الفاظ شامل ہو چکے ہیں جو بعینہٖ استعمال میں لائے جاتے ہیں۔

2۔ چند بنیادی قواعد

اسم

بلتی زبان میں اسما کے لیے معرفہ اور نکرہ کی علامات علیٰحدہ ہیں۔اگر ان علامات میں سے کوئی اسم کے ساتھ نہیں تو وہ ''اسم جنس'' کے مفہوم میں آتا ہے۔

اسم معرفہ

اگر اسم کے آخر میں الف، یائے معروف، یائے مجہول، واوٴ معروف اور واوٴ مجہول میں سے کوئی حرف ہو تو معرفہ بنانے کے لیے اس کے آخر میں ''واوٴ ساکن'' کا اضافہ کیا جاتا ہے۔مثلاً:

بلتی	اُردو	بلتی	اُردو
ھرتا	گھوڑا	ھرتو	وہ خاص گھوڑا
مے	آگ	مَیؤ	وہ خاص آگ
کھی	کتا	کھِیؤ	وہ خاص کُتا
بُو	بچھڑا	بُوؤ	وہ خاص بچھڑا
ردوا	پتھر	ردؤ	وہ خاص پتھر

اگر اسم کے آخر میں حروف علت کے علاوہ دیگر حروف میں سے کوئی حرف آتا ہو، تو معرفہ بنانے کے لیے اس کے آخر میں ''پُو'' کا اضافہ کیا جاتا ہے۔مثلاً:

بلتی	اُردو	بلتی	اُردو
ننگ	مکان	ننگپو	وہ خاص مکان
زان	کھانا	زان پو	وہ خاص کھانا
اوت	شمع	اوت پو	وہ خاص شمع

عموماً اسم معرفہ سے پہلے "دے" بھی استعمال ہوتا ہے جو انگریزی آرٹیکل "The" کی طرح ہوتا ہے۔

اسم نکرہ

اگر اسم کے آخر میں مندرجہ بالا حروف علت میں سے کوئی حرف ہے تو نکرہ بنانے کے لیے اس کے آخر میں "یائے ساکن" لگائی جاتی ہے۔ مثلاً:

بلتی	اُردو	بلتی	اُردو
ھرتا	گھوڑا	ھرتئے	کوئی گھوڑا
کھی	کتا	کھیئ	کوئی کُتا
بُو	بچھڑا	بُوئ	کوئی بچھڑا

اگر اسم کے آخر میں کوئی حرف علت نہیں ہے تو نکرہ بنانے کے لیے اس کے آخر میں "چی" لگایا جاتا ہے۔ مثلاً:

بلتی	اُردو	بلتی	اُردو
ننگ	مکان	ننگ چی	کوئی مکان
زان	کھانا	زان چی	کوئی کھانا
اوت	شمع	اوت چی	کوئی شمع

عموماً اہم قسم کے اسمِ نکرہ کے بعد "چیگ" کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے۔

جمع بنانے کے طریقے

اگر واحد اسم کے آخر میں حروف علت میں سے کوئی حرف ہے تو جمع بنانے کے لیے اس کے آخر میں "نون غنہ" لگایا جاتا ہے۔ عموماً نون غنہ کی بجائے ساکن صورت میں "نگ" لگایا جاتا ہے۔ مثلاً:

بلتی	اُردو	بلتی	اُردو
ھرتا	گھوڑا	ھرتوں یا ھرتو نگ	گھوڑے
کھی	کتا	کھیوں یا کھیونگ	کتے

مے	آگ	میونْ یا میونگ	آگ (جمع)

اگر واحد اسم کے آخر میں حروف علت میں سے کوئی حرف نہیں ہے تو جمع بنانے کے لیے اس کے آخر میں ''کنْ'' لایا جاتا ہے۔ مثلاً:

بلتی	اُردو	بلتی	اُردو
ننگ	مکان	ننگ کنْ	مکانات
ژھر	باغ	ژھر کنْ	باغات
ھرکرنگ	نہر	ھرکونگ کنْ	نہریں

تذکیروتانیث

بلتی زبان میں مذکر اور مؤنث کی جنس حقیقی کے علاوہ بے جان اشیاء میں جنس مجازی کا وجود نہیں۔ مذکر اور مؤنث کے لیے اکثر الفاظ علیحدہ ہیں۔ تاہم بعض مذکر اسماء کے آخر میں ''فو'' اور مؤنث اسماً کے آخر میں ''مؤ'' یا ''نْو'' آتا ہے۔ مثلاً:

اتا	باپ	اَنْو یا اُمو	ماں
بیافو	مرغا	بیانْو یا بیامو	مرغی
رگیالفو	بادشاہ	رگیالمو	ملکہ
بخفو	دولہا	بخمو	دلہن

ضمیر

ضمیر شخصی کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:

حالت فاعلی:

متکلم		مخاطب		غائب	
واحد	جمع	واحد	جمع	واحد	جمع
نا (میں، مجھے)	ثیا (ہم، ہمیں)	کھیانگ (تو، مجھے)	کھِدانگ (تم، تمہیں)	کھو (وہ، اسے)	کھونگ (وہ، انہیں)
		ہانگ (آپ، آپ کو)	یدانگ (آپ، آپ کو)	مو (عورت کیلئے)	

ضمائر کی یہ شکلیں حالت فاعلی اور حالت مفعولی دونوں میں استعمال ہوتی ہیں، لیکن حالت فاعلی میں صرف فعل لازم کے ساتھ آتی ہیں۔ تین صیغے فعل متعدی کے ساتھ بھی آتے ہیں۔ فعل متعدی کے ساتھ آنے والے حالت فاعلی کے ضمائر شخصی حسب ذیل ہیں:

حالتِ فاعلی:

ناسی (میں نے)　　نیاسی (ہم نے)　　کھیاثی سی (تو نے)　　کھدانٔی سی (تم نے)　　کھوسی (اُس نے)　　کھونٔی سی (انہوں نے)

موسی (اُس عورت نے)

حالتِ اضافی:

نی (میرا)　　نئی (ہمارا)　　کھیری (تیرا)　　کھتی (تمہارا)　　کھوے (اُس مرد کا)　　کھونٔی (اُن کا)

موے (اُس عورت کا)

بعض ضمائر صرف تاکید کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔

ناننگ (خود میں/ خود مجھے)　　ثنانگ (خود ہم/ خود ہمیں)　　کھوانگ (خود وہ مرد/ خود اُس مرد کو

ناثی (خود میں نے)　　ثناثی (خود ہم نے)　　کھواثی (خود اس مرد نے)

موانگ (وہ عورت خود/ خود اُس عورت کو)

موانٔی (خود اُس عورت نے)

ثری (میرا اپنا)　　ثتی (ہمارا اپنا)　　کھوری (اُس مرد کا اپنا) کھتی (ان کا اپنا)

موری (اس عورت کا اپنا)

''کھوانگ'' اور ''کھوانٔی'' کے الفاظ تقریباً سارے ضمائر کے ساتھ تاکید کے لیے آتے ہیں۔ مثلاً نانگ کھوانگ (میں خود)، کھیانگ کھوانگ (تو خود) کھوکھوانگ (وہ خود)۔

مصدر

بلتی میں مصدر کے آخر میں الف، بہ، مہ اور پہ میں سے ایک علامت آتی ہے۔ مثلاً

گوا (جانا)　　درولبہ (چلنا)　　اونگمہ (آنا)　　گیودپہ (پچھتانا)

اگر مصدر فاعل یا مفعول واقع ہوتو آخری زبر ''واؤ مجہول'' سے بدل جاتا ہے۔ مثلاً ''زیر بو''۔

فعل حال مطلق

مصدر کی علامت کو ہٹا کر ''ید'' بڑھا کر حال مطلق بنایا جاتا ہے۔ مثلاً:

گرید (جاتا ہے)　دردلید (چلتا ہے)　اڈنید (آتا ہے)　گیودید (پچھتاتا ہے)

بلتی زبان کے قواعد میں مذکر ومؤنث اور جمع واحد سب کے لیے فعل کی ایک ہی شکل ہوتی ہے۔ اسی طرح معروف اور مجہول کے لیے بھی فعل کی ایک ہی صورت ہوتی ہے۔ فاعل کا ذکر ہوتو معروف ورنہ مجہول کا مفہوم ادا کرتا ہے۔ مثلاً

''علی گوید (علی جاتا ہے)، فاطمہ گوید (فاطمہ جاتی ہے)، نا گوید (میں جاتا ہوں)، نیا گوید (ہم جاتے ہیں)، کھیانگ گوید (تو جاتا ہے)، کھدانگ گوید (تم جاتے ہو)، کھوگوید (وہ جاتا ہے) موگوید (وہ جاتی ہے) کھونگ گوید (وہ جاتے ہیں)۔''

فعل متعدی کی صورت میں فاعل کے بعد 'سی' آتا ہے۔ مثلاً ناسی زان زوس (میں نے کھانا کھایا) کھوسی زان زوس (اس نے کھانا کھایا)۔

فعل حال جاری

مصدر کی علامت کو ہٹا کر فعل کے آخر میں ''ین یود'' بڑھا کر فعل حال جاری بنایا جاتا ہے۔ مثلاً کھوسی زین یود (وہ کھا رہا ہے)، ناسی زین یود (میں کھا رہا ہوں)، کھونی سی زین یود (وہ کھا رہے ہیں)۔

فعل ماضی مطلق

مصدر کی علامت کو ہٹا کر 'س' بڑھا کر ماضی مطلق بنایا جاتا ہے۔ مصدر کا آخری الف عموماً واؤ معروف یا واؤ مجہول میں بدل جاتا ہے۔ مثلاً

زا (کھانا　زوس (کھایا)
تھوا (چننا)　تھوس (چن لیا)
نوا (رونا)　نوس (رویا)

ماضی قریب

ماضی مطلق کے آخر میں 'ید' یا 'فی ان' بڑھا کر ماضی قریب بنایا جاتا ہے۔ مثلاً

زوس (کھایا)　زوسید (کھایا ہے)　زوسفی انِ (کھا چکا ہے)

ماضی بعید

ماضی قریب کے آخر میں 'پہ' بڑھا کر ماضی بعید کا صیغہ بنایا جاتا ہے۔ مثلاً

زوسید پہ (کھایا تھا) زوسفی ان پہ (کھا چکا تھا)

ماضی استمراری

مصدر کی علامت کو ہٹا کر 'ید پہ' یا 'ین یود پہ' بڑھا کر ماضی استمراری بنایا جاتا ہے۔ مثلاً

زید پہ (کھاتا تھا)، زین یود پا (کھا رہا تھا)

ماضی شکیہ

ماضی مطلق کے آخر میں فہ دوکتوگ، یا ے' دوکتوگ' بڑھا کر ماضی شکیہ بنایا جاتا ہے مثلاً زوسفہ دوکتوک (کھا چکا ہوگا) زدسے دوکتوک (کھایا ہوگا)۔

مستقبل

مصدر کی علامت کو ہٹا کر 'یگ' یا 'وگ' بڑھا کر مستقبل کا صیغہ بنایا جاتا ہے مثلاً

شا (مرنا) شیگ (مرجائے گا)

گوا (جانا) گیک (جائے گا)

اونگمہ (آنا) اونگوک (آئے گا)

اس کے علاوہ مندرجہ ذیل صورتیں مستقبل کا مفہوم ادا کرتی ہیں۔

ا۔ علامت مصدر کو ہٹا کر اس کے آخر میں ''ے اِن'' بڑھانے سے مثلاً زے اِن (یقیناً کھائے گا)

ب۔ علامت مصدر کو ہٹا کر ے گتوک'' بڑھانے سے مثلاً زے دوگتوک (شاید کھائے گا)

ج۔ مصدر کے آخر میں ''دوگتوک'' بڑھانے سے مثلاً زادوگتوک (شاید کھاتا ہوگا)

3۔ ابتدائی بول چال کے فقرے اور گنتی

اُردو	بلتی
آپ کا نام کیا ہے؟	ریمینخیو چی ان؟
میرا نام اسحاق شاہد ہے	نی مینخیو اسحاق شاہد اِن

آپ کیا کرتے ہیں؟	یانّی چی لَس بید؟
میں پڑھتا ہوں	نّا سی سبق زیرید۔
آپ کیسے ہیں؟	یا نگ لیا خمو یودا؟
میں اللہ کے فضل و کرم سے بالکل ٹھیک ہوں	ناخداپی شز دے کھہ لیگی لیا خمو یود
اور سُنائیں آپ کا کیا حال ہے؟	ینگ کو چوک، یا نگ چینے یود؟
میں بالکل خیریت سے ہوں	نا مالیا خمو یکھہ یود
آپ کے والد کیا کرتے ہیں	یری اتا سی چی لس بید؟
وہ ملازمت کرتے ہیں	کھوسی ملازمت بید
آپ کا گھر یہاں سے کتنی دور ہے؟	یری نانگپو ییکھنہ ژامشے تھقر ینگ یود؟
زیادہ دور نہیں یہ سڑک سیدھی میرے گھر کی طرف جاتی ہے	سکیدے تھقر نیگ مید۔ یالم سترانکسے نئ نانی رولا گوے ان
میری طبیعت ٹھیک نہیں، کیا آپ مجھے کسی ڈاکٹر کا پتہ بتا سکتے ہیں؟	نادیر ینگ مہ بدیا یود، یانی نالا سمن پے گار یودزیرے ہلتا نو گا؟
آپ سرکاری ہسپتال چلے جائیں جو کہ وہ سامنے نظر آ رہا ہے	یا نگ سرکاری ہسپتالینگ شوخس، دے ئیکھنہ تھونگمو انِ۔
گرمی بہت زیادہ ہے پیدل جانا ممکن نہیں	ژھد پو لیگی مانگمو یود، درو لے گو۔نمہ مید
آیئے میں آپ کو اپنی گاڑی میں چھوڑ آتا ہوں	شوخس ناسی یا نگ نری گاڑ ینگنو کھیرے تھونچو کسے اوبند۔
بہت شکریہ! اچھا پھر ملیں گے	یری انچن شز دے! یا اونا ینگ تھوگیدیا
آپ کا بھی بہت شکریہ۔ خدا حافظ	یری سا انچن شز دے یچو خدائی فقر ینگ

گنتی

اس رسم الخط میں گنتی بائیں سے دائیں لکھی جاتی ہے۔ ہندسوں کے تلفظ کے لحاظ سے تبتی زبان کی تمام بولیوں میں ہم آہنگی قائم ہے بلکہ اکثر ہندسے جاپانی زبان سے بھی ہم آہنگ ہیں۔ بلتی کے ہندسے حسبِ ذیل ہیں:

انگریزی	بلتی	تلفظ
1	༡	چک
2	༢	نس
3	༣	خسوم
4	༤	بژی
5	༥	غہ
6	༦	ترُوک
7	༧	بدون
8	༨	بگیات
9	༩	رگو
10	༡༠	فچو
11	༡༡	چوسچک
12	༡༢	چونس
13	༡༣	چوکسوم
14	༡༤	چوبژی
15	༡༥	چوغہ
16	༡༦	چوروک
17	༡༧	چوبدون
18	༡༨	چوبگیت
19	༡༩	چورگو

انگریزی	بلتی	تلفظ
20	༢༠	نشو
30	༣༠	خسوم چو
40	༤༠	نشونس
50	༥༠	غہ فچو
60	༦༠	نشوخوم
70	༧༠	بدون فچو
80	༨༠	نشوبجی
90	༩༠	رگوفچو
100	༡༠༠	بگیہ
1000	༡༠༠༠	ستونگ چک

4۔ خودآزمائی

1۔ بلتی زبان کن علاقوں میں بولی جاتی ہے نیز اس زبان کے آغاز و ارتقاء کے بارے میں ایک مفصل نوٹ تحریر کیجئے۔

2۔ بلتی رسم الخط کی تاریخ پر روشنی ڈالئے۔

3۔ بلتی اور اُردو کے لسانی روابط پر ایک مضمون تحریر کیجئے۔

4۔ بلتی میں مصدر کی کیا خاص علامتیں ہیں۔ مثالوں سے وضاحت کیجئے۔

5۔ درج ذیل جملوں کا بلتی ترجمہ کیجئے:

1۔ آپ کیسے ہیں؟

2۔ وہ ملازمت کرتے ہیں۔

3۔ میری طبیعت ٹھیک نہیں۔

4۔ میں پڑھتا ہوں۔

حوالہ جات

(ح۔1) =(الف) محمد یوسف حسین آبادی، بلتی زبان، سکردو، شبیر پرنٹنگ پریس، باراول، 1990ء، ص1

(ب) حشمت اللہ خان، مولوی، تاریخ جموں، لاہور، مکتبہ اشاعت ادب، انارکلی، باردوم، 1968ء ص205 تا 206

(ج) لوبسانگ، غلام حسن "Balti Grammer" سوئٹرزلینڈ، برن یونیورسٹی، 1995ء، ص1 تا 3

(ح۔2)= محمد یوسف، حسین آبادی، بلتی زبان، سکردو، شبیر پرنٹنگ پریس، 1990ء، ص1

(ح۔3)= محمد حسن حسرت، بلتستان تہذیب وثقافت، راولپنڈی، ٹی ایس پرنٹرز، 1992ء، ص21

(R-4)=Dr. Roland, Bielmeir, ‹Karakoram Hindukush-Himalya, Dynamic of Change, Germany, University of Tubinjin, 1998, Vol II, P. 583

(R-5)=Prof. Ahmed Hassan Dani, History of Northern Areas, Islamabad, National Institute of Historical and Cultural Research, 1989, p.80

(ح۔6)= حشمت اللہ خان، مولوی، تاریخ جموں، ص 206

(ح۔7)= محمد یوسف، حسین آبادی، بلتی زبان، ص3

(ح۔8)= (الف) جاشکے، ایچ۔اے A Tibetan English Dictionary

(ب) بنات گل آفریدی، ‹Baltistan in History، Emjays Books Int., Peshawar, 1988

(ح۔9)=(الف) محمد یوسف حسین آبادی، بلتی زبان، ص21 تا 38

(ب) محمد علی شاہ صبا، راجہ، نقیب آزادی، سکردو، ادبی بورڈ، 1998ء، ص231 تا 238

مجوزہ کتب برائے مطالعہ

1۔ محمد یوسف حسین آبادی، بلتی زبان، سکردو، شبیر پرنٹنگ پریس، 1990ء

2۔ محمد حسن حسرت، بلتستان تہذیب وثقافت، راولپنڈی، ٹی ایس پرنٹرز، 1992ء

3۔ حشمت اللہ خان، مولوی، تاریخ جموں، لاہور، مکتبہ اشاعت ادب انارکلی، 1968ء

4۔ لوبسانگ، غلام حسن، Balti Grammer، سوئٹزرلینڈ، برن یونیورسٹی، 1995ء

5۔ بنات گل آفریدی، Baltistan in History، Emjay Books International، Peshawar، 1988ء

یونٹ نمبر 2

بلتی ادب

(قدیم وجدید)

تحریر : محمد حسن حسرت
نظرِ ثانی واضافہ : محمد یوسف حسین آبادی

فہرست

صفحہ نمبر

یونٹ کا تعارف

عزیز طلبہ وطالبات!

اس یونٹ میں اس بات کا جائزہ لیا گیا ہے کہ بلتی زبان میں کس قدر تحقیقی وتخلیقی کام ہوا ہے اور کن کن محققین نے اس زبان کے فروغ کے لئے کوششیں کی ہیں۔ علاوہ ازیں بلتی لوک ادب اور اس کی مختلف اصناف کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔ نیز جدید شاعری اور بلتی ادب کے مختلف ادوار پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ مختصر یہ کہ اس یونٹ میں بلتی ادب کے متعلق آپ کی بھرپور رہنمائی کی گئی ہے۔

مقاصد

اُس یونٹ کے مطالعہ کے بعد آپ اس قابل ہوسکیں گے کہ:

1۔ بلتی زبان میں تحقیقی وتخلیقی کام کے متعلق جان سکیں۔
2۔ بلتی لوک ادب کے بارے میں آگاہی حاصل کرسکیں۔
3۔ اس زبان کی جدید شاعری اور مختلف ادبی ادوار کے بارے میں معلومات حاصل کرسکیں۔
4۔ بلتی میں جدید نثر نگاری کی رفتار سے باخبر ہوسکیں۔

1۔ بلتی ادب

1.1 تحقیق وتخلیق

جب ساتویں صدی عیسوی میں تھونمی سامبھوتہ کا وضع کردہ رسم الخط علاقہ ہائے تبت میں رائج ہوا تو سنسکرت اور چینی زبانوں سے بدھ مت کی مذہبی اور دیگر علوم وفنون کی اکیس (۲۱) کتابیں ترجمے کے ذریعے تبتی زبان میں منتقل کرنے کا کام اسی رسم الخط سے لیا گیا۔ اس کے علاوہ بتایا جاتا ہے کہ خود سامبھوتہ نے بھی آٹھ کتابیں تصنیف کیں۔ بعدازاں گیالپو (بادشاہ) نے بھی یہی حروف سیکھے اور قانون مرتب کیا۔ (ح۔۱) رفتہ رفتہ بدھ مت کی مذہبی تاریخ، شاہی خاندانوں کی تاریخ اور نسب نامے بھی ضبطِ تحریر میں آئے۔ غنائیہ شاعری کے علاوہ داستانیں اور بہت سی کہانیاں بھی مُدَوَّن ہوگئیں۔ ان میں کیسر داستان کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ تبت کے صوبہ کھم میں یہ غیر مطبوعہ داستان تحریری شکل میں موجود ہے جو دس ہزار صفحات پر مشتملؔ ہے۔ (ح۔۲) نویں صدی عیسویں کے دوران مشہور تبتی ترجمہ گنگ یور وجود میں آیا جو فلسفہ، منطق، رسومات، گرامر اور شاعری کا مجموعہ تھا۔ اس کے علاوہ لوک ادب کی مختلف اصناف بھی تخلیق ہوئیں۔

انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں بلتستان میں بہت سے مقامی دینی علماء اور شعراء پیدا ہوئے جن میں سے متعدد نے بلتی زبان کو مشقِ تحریر بنانا شروع کیا، چنانچہ فارسی و عربی حروفِ تہجی کی مدد سے لاشعوری طور پر ایک الگ طرزِ تحریر وجود میں آیا جس کا ذکر ہم پچھلے یونٹ میں کر چکے ہیں۔ اسی رسم الخط میں ہزاروں قلمی اور درجنوں مطبوعہ کتابیں بلتی زبان کا ادبی سرمایہ بنیں۔ اس طرزِ تحریر میں سب سے پہلے شگر کے قادر الکلام شاعر بوا عباس نے انجیل مقدس کا بلتی میں نثری ترجمہ کیا جو عیسائی تبلیغی مشن کے ذریعے طبع ہوا۔ سندوس کے اخوند محمد سلطان نے فارسی کے بعد حمد نامی کتاب کا بلتی میں منظوم ترجمہ کیا اور 1960ء میں یہ بھی اسی رسم الخط میں شائع ہوا۔ غاسنگ کے شیخ حیدر نے 'الف' سے 'ی' تک بلتی میں منظوم تجوید تخلیق کی جو اب تک زیورِ طبع سے آراستہ نہیں ہوسکی۔ اس تجوید کو پڑھنے کے بعد عربی الفاظ کے مخارج سے بخوبی آگاہ ہوا جاسکتا ہے۔ سید ابوالحسن تحسینؔ نے منظوم فارسی وبلتی لغت مرتب کی۔ یہ بھی اب تک غیر مطبوعہ حالت میں موجود ہے۔ 1934ء میں سنٹرل ایشین مشن کی طرف سے آئے ہوئے انگریز عیسائی مبلّغ اے۔ ایف۔ سی۔ ریڈ نے بلتی گرامر کے نام سے انگریزی میں ایک کتاب شائع کی جس میں گرامر کے علاوہ کم وبیش دو ہزار الفاظ پر مشتمل انگریزی بلتی لغت بھی شامل ہے۔ بعدازاں

پاکستانی پولیٹیکل ایجنٹ بنات گل آفریدی نے بلتی لوک گیتوں کو رومن طرزِ تحریر میں لکھ کر انگریزی ترجمہ کے ساتھ شائع کیا۔

1980ء کے بعد بلتستان کے مقامی اسکالروں نے اس طرف توجہ دینا شروع کی۔ سب سے پہلے محمد یوسف حسین آبادی کی کتاب ''بلتستان پر ایک نظر'' 1984ء میں شائع ہوئی جس میں تاریخ کے علاوہ بلتی زبان پر ایک الگ باب لکھا گیا ہے۔ اس کے بعد سیّد محمد عباس کاظمی نے بلتی زبان کے کلاسیکی منظوم ذخیرۂ ادب کو ''بلتی لوک گیت'' کے نام سے فارسی رسم الخط میں 1985ء میں شائع کر کے محفوظ کیا جبکہ غلام حسن حسنی نے ''بلتی تم لو'' یعنی ضرب الامثال اور محاورات کو جمع کر کے اسے کتابی شکل دے دی۔ اس سے پہلے سکردو کے ایک دینی عالم شیخ جعفر نے قرآن مجید کا بلتی میں ترجمہ کیا تھا لیکن یہ مسوّدہ طبع نہ ہوسکا البتہ محمد یوسف حسین آبادی کا بلتی میں قرآن مجید کا ترجمہ 1995ء میں شائع ہو چکا ہے۔ یہ ترجمہ محمد یوسف حسین آبادی نے بڑی عرق ریزی سے کیا ہے اور بلاشبہ یہ ایک بڑا تاریخی کام ہے۔ اس میں ایک صفحہ پر قرآنی متن اور دوسرے صفحہ پر آیات کا الگ الگ روزمرہ بلتی میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ محمد علی شاہ بلتستانی نے بلتی اُردو لغت مرتب کی، جسے مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد نے 2003ء میں شائع کیا۔ 1990ء میں محمد یوسف حسین آبادی نے بلتی زبان پر 36 صفحات کا ایک جامع مقالہ لکھ کر کتابچہ کی صورت میں شائع کیا۔

1991ء میں غلام حسن لوبسانگ کی بلتی گرامر ''پوسکت'' فارسی رسم الخط میں شائع ہوئی جس کی تمام اصطلاحات استخراجی اصولوں کے مطابق ہیں۔ بعدازاں انہوں نے یہ گرامر انگریزی میں ترجمہ کر کے 1995ء میں شائع کرائی۔ 1992ء میں راقم (محمد حسن حسرت) کی کتاب ''تاریخ ادبیات بلتستان'' شائع ہوئی جو بلتی زبان و ادب اور بلتی شعراء کے بارے میں ہے۔ رفتہ رفتہ بلتی زبان کے شعراء کے مجموعے بھی کافی تعداد میں تیار ہوئے جن میں سے شائع ہونے والے مجموعوں میں مراثی ونوحہ جات اور منقبت پر مشتمل مخزن البکاء (مختلف شعراء کا انتخاب) ''خزینۃ البکاء'' (1980ء مختلف شعراء کے کلام کا انتخاب)، ''غم کدہ'' (1960ء مختلف شعراء کا انتخاب)، ''ماتم کدہ'' (1975ء مختلف شعراء کا انتخاب) ''منبع المصائب'' (1993ء مختلف شعراء کا انتخاب)، ''ریاض الحسینیؑ'' (1991ء از آخوند حسین) ''گلدستہ عباس'' (1980ء از سیّد شاہ عباس)، ''گلِ عباس'' (1991ء، مختلف شعراء کا انتخاب) ''چراغ مصطفوی'' (1997ء فدا حسین شمیم)، ''گلزار حسن'' (1992ء آخوند حسن)، ''زبدۃ المناقب'' (1982ء مختلف شعراء کا انتخاب)، ''بادۂ مودّت'' (از زائر غلام رضا)، ''نوائے طالب'' (1994ء از حاجی غلام حسن طالب)، ''مجموعۂ قصائد'' (1978ء مختلف شعراء کا انتخاب)، ''گل کدہ'' (1991ء مختلف شعراء کا انتخاب)، ''گلستانِ زہرا'' (2000ء مختلف شعراء کا انتخاب)، ''گلستانِ قصائد'' (1998ء مختلف

شعراء کا انتخاب)، ''نقیب آزادی، کلیاتِ حیدر'' (1998ء، از راجہ حیدر خان حیدر)، ''چھیمی بلٹن اشکوں کا نذرانہ'' (2000ء از غلام حسن حسنی)، ''یاز ماننگ تھونگ'' (1972ء از شمیم بلتستانی) اور ''نفحات طیبہ'' (از محمد ابراہیم زائر) قابلِ ذکر ہیں۔ غزل کے میدان میں اب تک صرف غلام حسن حسنی کا مجموعہ ''حسمی میلونگ'' (یعنی آئینۂ فکر) 1998ء میں شائع ہوا۔

1.2 کلاسیکی/لوک ادب

بلتی زبان لوک ادب کے اعتبار سے ثروت مند ہے جس میں داستانوں، لوک گیتوں، پہیلیوں، کہانیوں، لوریوں، کہاوتوں، روایتوں اور ضرب الامثال کا وافر ذخیرہ موجود ہے۔ بلتی کلاسیکی اور لوک ادب کا بیشتر حصہ سالہا سال تک لوگوں کے ذہنوں تک محدود رہا اور بہت سا ضائع بھی ہو گیا۔

بلتی کلاسیکی ادب کے زمرے میں ''داستانِ کیسر'' کا تذکرہ سب سے اہم ہے جو تبتی تہذیب کا ایک لاثانی شاہکار ہے۔ منگولیا سے لے کر بلتستان اور ہنزہ تک کے وسیع و عریض خطّے میں اس داستان کو بڑی مقبولیت حاصل ہے۔ اس کا شمار دنیا کی طویل ترین داستانوں میں ہوتا ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ تبت کھم میں دس ہزار سے بھی زائد صفحات پر مشتمل ''داستانِ کیسر'' کا ایک قدیم تبتی نسخہ غیر مطبوعہ شکل میں موجود ہے۔ بلتستان میں مروّج اس داستان کو اب تک ضبطِ تحریر میں نہیں لایا جا سکا۔ راقم (محمد حسن حسرت) اس موضوع پر گزشتہ دو سال سے کام کر رہا ہے اور داستانِ کیسر کے مختلف ابواب کو مختلف وادیوں سے ریکارڈ کر کے اُردو ترجمے کے ساتھ کاغذ پر اتار رہا ہے۔

بعض چینی ذرائع کے مطابق اس داستان کا جنم چھٹی صدی عیسوی کے وسط میں ہوا۔ لیکن راقم کی تحقیق کے مطابق یہ داستان تبتی الاصل مذہب ''بون چھوس'' کے عروج کے زمانے میں تخلیق ہوئی۔ اس داستان کا ہیرو ہلافو کیسر ہے جو قبل مسیح کے دور کا ایک مہم جو اور مطلق العنان حکمران تھا۔ عہد قدیم کے دیگر فنی شاہکاروں کی طرح اس داستان کے مصنف کا نام بھی کسی کو معلوم نہیں۔ یقیناً یہ داستان کسی ایک شاعر کے ذہن کی تخلیق نہیں اور نہ ہی ایک دور میں منظوم ہوئی ہے۔ اس کے مختلف ابواب کے منظوم اور منثور حصے بہ لحاظ الفاظ و عبارت خود بلتستان کے اندر بھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ کہیں کہیں ان میں جدید تصوّرات و الفاظ بھی در آئے ہیں، گویا اس کی تخلیق و تصنیف میں تبتی عوام کے فنکارانہ تخیل کے علاوہ مختلف ادوار کی ذہنی کاوشیں بھی شامل ہیں۔ حقیقت میں یہ بہادری اور جرأت مندی کا ایک رزمیہ (Epic) ہے اور قدیم تہذیب و تمدّن کا مرقع ہونے کے ساتھ ساتھ علاقہ ہائے تبت کا مشترکہ تاریخی، ادبی، لسانی اور ثقافتی ورثہ بھی ہے۔ کیسر داستان کا سب سے دلچسپ

پہلواس کے منظوم مکالمے ہیں جسے داستان کے اصل متن کی حیثیت حاصل ہے۔ان مکالموں میں رزم و بزم، مناظر قدرت، فطرت انسانی، حصولِ مقصد کے لئے جہد مسلسل کی اہمیت، معاشرتی رسوم وقوانین، پند و نصیحت، عشق ومحبت، طنز ومزاح اور سزا و جزا جیسے تمام موضوعات پر انتہائی سادہ انداز میں طبع آزمائی کی گئی ہے۔اس داستان میں جہاں زبان و بیان کے جوہر دکھائے گئے ہیں وہاں اس میں منطق، فلسفہ، تاریخ، بدھ عقائد اور آثار قدیمہ سے متعلق مختلف علوم کا خزانہ بھی پوشیدہ ہے۔

بلتی لوک گیتوں میں علاقے کے اہم تاریخی واقعات کے علاوہ جدائی کی داستانیں، غمِ جاناں، بے وفائی کی شکایتیں، محبوب کا انتظار، والدین کی نصیحتیں، شادی بیاہ کی رسومات، ساس بہو کی رقابتیں اور خوشی وغم کی کیفیتیں سب موجود ہیں۔گویا ان لوک گیتوں کے پس منظر میں کوئی نہ کوئی عشقیہ، رزمیہ، ناصحانہ، تاریخی یا سیاسی واقعہ ضرور ہوتا ہے۔بلتی لوک ادب میں رنگا رنگ کلاسیکی لوک گیتوں کی فراوانی ہے جن میں سے پچاس سے زیادہ لوک گیت شائع بھی ہو چکے ہیں اور ان لوک گیتوں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ تا حال غیر مطبوعہ ہے۔یہ لوک گیت ''رگیا خلو'' کہلاتے ہیں۔

1.3۔ بلتی شاعری

بلتستان میں اشاعتِ اسلام کے بعد اجتماعی فکر پر مذہب سے والہانہ عقیدت کا عنصر سب سے زیادہ غالب رہا ہے۔اس وجہ سے یہاں کی شاعری زیادہ تر اسی جذبۂ عقیدت سے عبارت ہے۔غزل، شہر آشوب، قطعات، ملّی نغمے، زرعی نغمے اور منظوم تراجم کے علاوہ یہاں کے شعراء نے جن اصناف اور موضوعات پر طبع آزمائیاں کی ہیں وہ مجموعی طور پر دین سے متعلق اصناف مثلاً حمد، نعت، منقبت در شان اہل بیت، مراثی ونوحہ جات، مثنوی، بحرِ طویل اور مناجات وغیرہ ہیں۔

یہ کہنا مشکل ہے کہ بلتی میں با قاعدہ شاعری کب اور کن حالات میں شروع ہوئی۔البتہ 1840ء سے قبل سوائے لوک گیتوں کے بلتی زبان میں با قاعدہ شاعری اور کسی مستند شاعر کا سراغ نہیں ملتا۔کہا جاتا ہے کہ مقپون ظفر خان (1727ء تا 1765) کے دور میں سکردو کے قلعہ پوچو کی سات منزلہ عمارت کو آگ لگنے سے شاہی کتب خانہ جل گیا اور ادبی شہ پارے نذرِ آتش ہو گئے۔بچا کھچا مواد یقیناً سقوط بلتستان کے بعد ڈوگرہ استبداد کی نذر ہو گیا۔لہٰذا اس دور کا شعری ادب وہیں اختتام پذیر ہو گیا۔1840ء کے بعد کی شاعری کو تین ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے (الف) دورِ متقدمین (ب) دورِ متوسطین اور (ج) موجودہ دور۔

1.3.1۔ دورِ متقدمین

جب بلتستان کی آزادی ڈوگرہ استبداد کی غلامی میں ڈوب گئی تو بلتستان کی بزم شاعری چند ادبی چراغوں سے ایسی

جگمگا اٹھی کہ ان کی شعاعیں بلتیوں کے ویرانۂ دل میں عرفان و آگہی کے اجالے پھیلانے لگیں۔ اگر چہ یہ دور اہلِ بلتستان کے لئے سیاسی طور پر شکست وریخت، قومی زوال اور معاشی ابتری وانحطاط کا دور تھا مگر ادبی لحاظ سے استحکام وعروج اور عظمت وشکوہ کا عہد ثابت ہوا۔ 1840ء کا یہ انقلاب اور اس کے ہمہ گیر اثرات نہ صرف بلتستان کی تاریخ کا ایک اہم باب ہیں بلکہ بلتی ادب کا ایک اہم موڑ بھی ہے۔ ایک طرف عوام پر حسرت ویاس کا عالم طاری تھا اور دوسری جانب فتح ونصرت کے نشے میں سرشار ڈوگرہ افواج اور اس کے حامی ظلم وستم کا بازار گرم کئے ہوئے تھے چنانچہ بلتی شاعروں نے اس جاں گسل اور پر آشوب وقت میں اپنے فکر وفن کو لالہ وگل کی ترجمانی، بلبل کی ہم زبانی اور دل کی رام کہانی جیسے روایتی موضوعات تک محدود نہیں رکھا۔ حسن وعشق کے راگ الاپنے والے مقپون اور اماچا کے شہزادے جب دشمن کے ہاتھوں اسیر ہو گئے تو حمد، نعت اور منقبت آل محمدؐ کے علاوہ مراثی کے حوالے سے اپنے اشعار میں اپنے اوپر ہونے والے ظلم وستم کی جھلکیاں دکھانے لگے۔ بلتستان کے ان شہزادوں نے اپنے خاندانی جاہ وثروت کے چراغ کو خود اپنی آنکھوں سے بجھتے دیکھا تھا اور عیش وعشرت کی محفلیں آنکھ جھپکنے میں اجڑتے دیکھی تھیں چنانچہ اس تاریخی الٹ پھیر سے ایک نئی تہذیب معرض وجود میں آئی جس کے اثرات ادب میں رونما ہونا لازمی تھے۔ نتیجتاً بلتستان میں علم وادب کے بڑے بڑے چشمے پھوٹ پڑے اور بلتی شاعری کے افق پر روشن ستارے نمودار ہونے لگے۔ اس دور میں راجہ حیدر خان حیدر اماچہ جذبۂ حب الوطنی میں سرگرداں نہ صرف حریت وآزادی کا پیغام دینے لگے بلکہ گلاب سنگھ کی قید میں رہ کر اس کی ہجو گوئی کرتے ہوئے بھی نظر آتے ہیں۔ دوسری طرف مقپون شہزادے اور احمد شاہ کے بیٹے حسین علی خان محبؔ، لطف علی خان عاشقؔ، ملک حیدر بیدلؔ اور امیر حیدر مخلصؔ کے علاوہ عاشقؔ کے بیٹے محمد علی خان ذاکرؔ اپنے دکھ درد کی داستان کو واقعہ کربلا کا سہارا لے کر مرثیہ نگاری کے ذریعے اجاگر کرتے نظر آتے ہیں۔ اسی طرح مراد خان مراد اماچا ایک طرف آل محمد کی مدح گوئی میں رطب اللسان نظر آتے ہیں اور دوسری طرف معاملات حسن وعشق کی گتھیوں کو سلجھاتے ہوئے تغزل کی شان بڑھاتے دکھائی دیتے ہیں۔ اس دور کے شعراء کا ذکر مختصراً پیش ہے۔

خانوادہ مقپون کے چشم وچراغ اور رگیالپھو احمد شاہ کے فرزند ارجمند حسین علی خان محبؔ (1840 میں نو، دس سال عمر تھی، وفات ن۔م) بلتی شاعری کے بے تاج بادشاہ کہلاتے ہیں۔ ان کی تخلیقات بلتی ادب کی معراج سمجھی جاتی ہیں۔ اگر چہ محبؔ اپنے خاندان کے دیگر افراد کے ساتھ اسیر اور جلا وطن ہو گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو اقلیم شعر وسخن کی بادشاہی بخش دی۔ محبؔ کی شاعری اہل بیت سے سچی عقیدت کا مظہر، ایک مظلوم کی فریاد اور ایک فریادی کی رُوداد ہے۔ ان کے ہاں تخیل، الفاظ اور بندش کی کوئی کمی نہ تھی۔ انہوں نے شاعری کیلئے واقعہ کربلا کے موضوع کو منتخب کیا۔ بلتی ادب میں جناب محبؔ کو وہی مقام

حاصل ہے جواُردو مرثیہ گوئی میں میر انیسؔ کو حاصل ہے۔

ان کی تخلیقات میں مرثیے، نعت اور منقبت کے علاوہ دنیا کی بے ثباتی کے بارے میں ایک شاہکار نظم بھی شامل ہے جو مثمن کی صورت میں ہے۔اس نظم سے چند بند مع ترجمہ ملاحظہ ہوں:

عالم پولا نونسید پاکھائیک حسن و جمالینگ
سے غدو نگپو ویکھہ یودپا صورتینگ نو کھوتیہ زینگ
ہر ژقسید پا خداسی کھوتی صورت پویکھہ مس نینگ
غبل ژوخ ہر کلونی ہش تھینے بین ستروق رگولہ لدنگ لدینگ
مک کونی چھ چھمونی کھہ می سنینگ کنی بین لینگ
مک شوق کنی شوقز گوفیسے ہلتے من نہ کھیر ید سنینگ

آخر پونا عنقا نہ خپرا سونگسے ستورے سینگ
دی دوں چرخی دو ریکھہ دونگ دوربیا سے لدینگ

سونگنا چمینگ چھیلے چمن رنگ غدونی پھسور بونگ
میندوغی لونونگ کھونتی شہ رنگ کن نہ می بیور بونگ
ہور لنگنہ رگو بونگ گوہر ژہ ہر کہ لوے پھغینگنو ستور بونگ
سنینگ کن بلہ پھرنی ہرژ یسنا کما نینگ کھیدے سکور بونگ
بلچمی لونہ میندوق بیا سے تخنارے سا بیور بونگ
نازک دیژے، رگوا باد صبا پھوقتارے کھیور بونگ

آخر پونا عنقا نہ خپرا سونگسے ستورے سینگ
دی دوں چرخی دو ریکھہ دونگ دوربیا سے لدینگ

خپید گو یکھنہ ژہر بر ہرکہ برینگ کھورین چی رنگ رنگ
سکور میندوغی چھقبوی بیاسے ناسکنگے کھورے برنگ
سپنگ گنگ لہ گونہ تخسے للونگ تھدین چی غبیر گنگ
چھودنڈول مختو تینگ تھوین چی کھورین بیاسے کھودنگ پرنگ
ادت چمن دے کڑوکڑوس کن لابرین گنگ میمری رنگ
غدینگ چھوددی دنیا دیکھہ نہ دونگ ستور سولاچی غدینگ
آخر پونا عنقا نہ خپیرا سونگسے ستورے سینگ
دی دوں چرخی دو ریکھہ دونگ دوربیا سے لدینگ

ترجمہ:

(۱) اس دنیا میں چند ہستیاں اپنے حسن و جمال کی وجہ سے مشہور ہوئیں۔ روئے زمین پر ان کی خوبصورتی کا بڑا چرچا تھا۔ صورت کے علاوہ خالق نے دل نشینی اور دل فریبی کا اضافہ بھی کیا تھا۔ ان کی ناگن کی طرح لہراتی زلفیں جسم و جاں میں کھلبلی مچا دیتیں اور ان کی آنکھوں کے شہباز انسانی دلوں کا شکار کرتے۔ پلکوں کے گوشے نظر سے نکلتے ہی دل شکار ہو جاتے لیکن بالآخر وہ سب عارضی تماشے عنقا ہو گئے اور اس چرخ گردوں میں اڑتے پرندوں کی طرح نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

(۲) وہ ہستیاں جب چمن کا رخ کرتیں تو شرم کے مارے چمن کے پھولوں کے رنگ بدل جاتے۔ پھول اور گلاب کی پتیاں ان کی رنگت کا مقابلہ نہ کر سکتیں۔ اگر وہ سیدھی کھڑی ہوتیں تو سراپا زلفوں میں چھپ جاتیں۔ گیسوؤں کی ایک ایک لڑی میں دلوں کو پھنسائے پھرتیں۔ ایسی حسینائیں جن کے بالوں میں بید کے پتے بھی خوشنما لگتے۔ نازک اندامی کا یہ حال کہ بادِ صبا کے لطیف جھونکوں سے بھی لڑکھڑا جاتیں۔ آخر یہ سب بھی عنقا اور ناپید ہو گئیں اور اس چرخ گردوں کی گردش کے ہاتھوں فنا ہو گئیں۔

(۳) ابتدائے بہار میں باغوں اور نہروں کے کنارے طرح طرح کے لوگ محوِ تفریح ہوتے اور گلِ بنفشہ کے گل دستے سینوں پر سجاتے۔ جب بہار جوبن پر ہوتی تو پہاڑی پھول للو، چھونڈ ول اور مخو تینگ

چننے کے لئے قطار در قطار سرگرم ہوتے دمکتے ہوئے رخساروں سے سرخ پھول ''گنگ میمر'' کا رنگ ٹپکتا۔ لیکن اس بے وفا دنیا سے یہ سب معدوم ہو گئے پھر کسی کو کیا امید ہو سکتی ہے۔ آخر اس گردشِ دوراں کے ہاتھوں سب عنقا اور غائب ہو گئے۔

راجہ حیدر خان حیدر (غازی حیدر خان اماچا) حریت و آزادی کے علم بردار اور قومی شاعری کے نقیب تھے۔ وہ پہلے تو قوم کی آزادی کے لئے ڈوگروں سے نبرد آزما ہوئے لیکن جب تمام کاوشوں سے مایوس ہو گئے تو بالآخر ایک ایسی درگاہ کا رخ کیا جو ہر کسی کی امید و آس کا آخری سہارا ہے۔ حیدر خان نے جیل کی کال کوٹھری میں گڑگڑا کر خدا سے دعائیں کیں اور مناجات لکھیں۔ غلامی کے اس گھپ اندھیرے میں حیدر خان نے شاعری کی جو شمع جلائی، اس کی روشنی ایک صدی بعد ضیا پاشیوں کی آئینہ دار بنی۔ بلتی ادب میں حیدر خان وہ پہلے شاعر ہیں جنہوں نے قومی شاعری کی بنیاد رکھی۔
اپنی ایک نظم میں حضرت علیؑ سے عرض گزار ہیں:

سمنگ رودا خلو دینا سترنگلا بودے کھیور نی بلتی یول
چھوس ستراٰنگمی پھیاقپو تانگسے بیوسی بلتی یول لاسترنگ
شزدے رے گویدنا گیوخ چوگی حسینی مینی پھیا
نی یول پوسا دہ رنگ چی بیوسی میدپہ ینگ دورنگ

ترجمہ: میرا وطن بلتستان جس کی بنیادیں ہلا دی گئی ہیں اور اپنا توازن کھو چکا ہے۔ ان مبارک ہاتھوں سے جن کے ذریعے آپ نے دین کا پلہ بھاری رکھا بلتستان کا توازن پھر سے قائم کیجیے۔
اگر فضل و کرم کرنا ہی ہے تو اپنے عزیز نور چشمان حسنین علیہم السلام کے صدقے فوری طور پر میرے ملک کو دورنگی سے بچا کر یک رنگی یعنی متحد و متفق رکھئے تا کہ سب مل کر کافر دشمن کو ملک سے بھگا سکیں۔

اس نظم میں آگے چل کر ایک جگہ گلاب سنگھ کی قید میں رہ کر اس کے ظالمانہ نظام پر تنقید اور خود مہاراجہ سے اظہارِ نفرت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

مینتچھو تخسے کھوا نگلہ گلاب کھوے شرونی ژھوق
تھیقپی سنینی لونو نگلا زدگید تامہ یوق پھر
تخمیدی خلونگچی اونگسے بیا سید بلتی یول پوتھنگ
ہر کونگ گوے بورینا پھیونگسے کھیری یری شکھولی نہر

ترجمہ: اس نے اپنا نام تو گلاب رکھ لیا ہے لیکن اس کی ٹہنیوں کے کانٹے ہمارے صبر و تحمل کے قلب و جگر کو چبھتے ہیں۔ پہر بھر میں ان کو ختم کیجئے۔

ظلم و ستم اور جبر و استبداد کے ایک طوفان نے بلتستان کو ویرانہ بنا دیا ہے۔ اپنے کرم کی ایک سر بند باندھ کر اپنے فضل و کرم کی ایک نہر جاری کیجئے۔

وطن کی محبت کے سلسلے میں اپنی مناجات میں بدرگاہ قاضی الحاجات عرض کرتے ہیں:

بلتونی شز دیکھ نی مک لا پھ یول چی
جوانی ژھیو مہ چوک دو میبنگنو رول چی
رگا نویکھہ ژدخ بیوسی نی سنینگپو گل چی
خدایا درامہ بیوس نا نیسپہ چن نا

ترجمہ: خدایا! اپنی شفقت سے میری آنکھوں کو ایک دفعہ میرے وطن کی صورت دکھا دیجئے۔ میری جوانی کے دن رنج و مصیبت میں ضائع نہ ہونے دیں۔ میرے دل کی کلی کو خوشیوں سے پھول کی طرح کھلنے دیں اور مجھے بخش دیں۔

1.3.2 دورِ متوسطین

اس دور میں چند ایسے شعراء پیدا ہوئے جن کا نام لئے بغیر بلتی ادب کی تاریخ مکمل نہیں ہوتی۔ چونکہ اس دور میں ڈوگروں کے استحصال سے معاشرتی حالت دگرگوں ہو چکی تھی لہٰذا محکومی کے احساس نے لوگوں کو دین کی طرف راغب کر کے باعمل بنانے میں مؤثر کردار ادا کیا۔ فطری تضادات، معاشی الجھنوں اور سیاسی انتشار کے زمانے میں انسانی فطرت شعر و ادب کی گرانباری کو آسانی سے برداشت نہیں کر سکتی کہ ایسے وقت میں نہ کوئی کھل کر رو سکتا ہے اور نہ کوئی جی بھر کر ہنس سکتا ہے۔ چنانچہ بلتی ادب کا یہ دور اسی طرح الجھا ہوا نظر آتا ہے۔ اس دور میں بلتستان کے لوگوں کی توجہ شعر و ادب کے حوالے سے مذہبی موضوعات کی طرف رہی۔ یوں اس دور میں ایک طرف سیّد شاہ عباس نے محمدؐ و آل محمدؐ کی شان میں اپنے فصیح و بلیغ کلام سے بلتی زبان کے دامن شعر و سخن کو وسیع کیا اور نقد و نظر کے زاویوں سے فکر و خیال کی سمتیں متعین کیں۔ دوسری طرف جوہر علی جوہر، آخوند خدایار اور سیّد سلطان شاہ نے بلتی زبان کو فنِ بحرِ طویل کا تحفہ دے کر سلاست بیان و فصاحت زبان کے جوہر دکھائے۔ واضح رہے، بحرِ طویل ایک منفرد صنفِ سخن ہے جو بنیادی طور پر اہلِ ایران کی ایجاد ہے۔ اس صنف کو بلتی ادب میں بھی اہم مقام

حاصل ہے۔اس کے اشعار لمبی بحر میں ہوتے ہیں۔ایک بند بیس پچیس مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے۔بحر طویل میں اسلامی جنگوں کی منظر کشی، حضرت رسولِ اکرم ﷺ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے معجزات، تاریخی واقعات اور شخصیات کے علاوہ عارفانہ خیالات اور دنیا کی بے ثباتی کے شکوے نہایت شستہ اور ڈرامائی انداز میں بیان کئے جاتے ہیں۔

بلتی زبان کے ملک الشعراء حضرت سیّد شاہ عباس کی شاعری میں وہ تمام خصوصیات بدرجۂ اتم موجود ہیں جو ایک اعلیٰ درجے کی شاعری کے لئے ضروری ہیں۔فکر کی بلندی، خیال کی رفعت، ایجاز و اختصار اور فصاحت و بلاغت میں ان کو ماضی اور حال کے تمام شعراء پر سبقت حاصل ہے۔علاوہ ازیں رنگین تشبیہات، اچھوتے استعارات، محرکات، تلمیحات، فلسفہ اور منطق کی چاشنی نے سیّد شاہ عباس کے کلام کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔سیّد شاہ عباس صنائع و بدائع میں یکتا مقام رکھتے ہیں۔ایک مثال ملاحظہ کیجئے:

انولا نوینچی نا سکیسپو دور ونگ نوید نایتانگ خسمسے
یتی کھا نو سپو سینگ تھد سید شہہ مشکل کشارو خچی

ترجمہ: میں ماں کے پیٹ سے ہی روتے ہوئے پیدا ہوا اور اب تک آپ کو یاد کر کے روتا ہوں۔
آپ پر رونے والے سب خوش و خرم ہیں۔اے شہ مشکل کشا میری مدد فرما!

اس شعر میں حسنِ تعلیل اور تضاد دونوں ملتے ہیں۔پیدائش کے وقت روتے ہوئے اس دنیا میں آنا بعد میں اہل بیت کی مصیبت پر رونے کا حقیقی سبب تو نہیں لیکن شاعر نے کمال مہارت سے حسنِ تعلیل کا مظاہرہ کرتے ہوئے باور کرایا ہے کہ صورتحال واقعی ایسی ہی ہے۔اسی طرح دوسرے مصرع میں ''نوسپو'' اور ''تھد سید'' کے الفاظ کو جو ایک دوسرے کی ضد ہیں بڑی خوب صورتی سے یکجا کر دیا ہے۔شاہ صاحبؒ کے کلام میں اس طرح کے بے شمار نمونے موجود ہیں۔

ان کے علاوہ دورِ متوسطین کے شعراء میں راجہ حاتم خان حاتم، کاچو اسفند یار خان، سیّد فضل شاہ، سیّد اکبر، راجہ حسن خان بیدل، آخوند سلطان علی، سیّد منصور علی شاہ، وزیر رستم ولی پا، آخوند محمد علی، مظفر علی خان ظفر، راجہ محمد علی شاہ بیدل، کاچو مراد خان، آخوند حسین، آخوند غلام حسین، آخوند حسن اور سیّد ناصر الدین ناصر کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ان شاعروں کے کلام کا بیشتر حصہ حمد، نعت، منقبت آلِ محمد، اسلامی حکایات پر مبنی مثنویاں اور بحر طویل پر مشتمل ہے۔

1.3.3 دورِ جدید

بلتی شاعری کا دورِ جدید قیامِ پاکستان کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔آزادی کے ساتھ ہی زبان و قلم پر لگے ہوئے

قفل کھل گئے۔ تعلیم کے فروغ کے ساتھ ساتھ دوسری زبانوں کی شاعری وادب کے مطالعے نے جدید بلتی شاعروں کیلئے تخلیق کے نئے درواکئے اور یوں آج بلتستان کا معاشرہ منفرد اسلوب کے بہت سے شعراء کے ساتھ درخشاں مستقبل کی طرف رواں دواں ہے۔ بلتی شاعری کے پہلے دو(۲) ادوار حمد، نعت، مناقب اور اسی قبیل کے موضوعات سے عبارت تھے۔ اب جدید شاعری میں زرعی نغمے، ملّی ترانے، اصلاحی نظمیں، سیاسی نظمیں وغزلیں اور مزاحیہ کلام وغیرہ لکھا جارہا ہے۔

جدید دور کے بلتی شعراء میں راجہ محمد علی شاہ صبا کو تاجِ فضیلت حاصل ہے۔ بلتی شاعری کے آسمان پر آفتاب عالم تاب کی طرح چمکنے والے اس شاعر کا اصل میدان تو غزل گوئی ہے لیکن دیگر اصناف میں بھی خوب طبع آزمائی کرتے ہیں۔ کلام کا کافی ذخیرہ موجود ہونے کے باوجود مجموعہ اب تک شائع نہیں ہوا ہے۔

فدا حسین شمیم بزرگ اور کہنہ مشق شاعر ہیں۔ ریڈیو سے منسلک رہ کر منجھے ہوئے براڈ کاسٹر بھی ثابت ہوئے ہیں۔ شاعری کی ہر صنف پر قدرت رکھتے ہیں۔ آپ کے کئی قومی وزرعی نغمے مقبول ہوئے ہیں۔

شیخ غلام حسین سحر ایک درویش طبع شاعر ہیں جن کے کلام کا بیشتر حصہ عارفانہ موضوعات پر مشتمل ہے۔ ان کو اپنا سارا کلام زبانی یاد ہے لیکن انہوں نے اسے کاغذ پر نہیں اتارا۔

حشمت علی کمال الہامی بلتستان کے نوجوان شعراء کے استاد کی حیثیت سے نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ ان کی طبیعت اور فن، نظم اور ترانوں کے لئے زیادہ سازگار ہے۔ دیگر اصناف میں بھی شعر تسلسل کے ساتھ کہتے ہیں۔ رجحان طبع اُردو شاعری کی طرف زیادہ ہے۔

غلام حسن حسنی ایک منفرد لب ولہجہ کے نوجوان شاعر ہیں۔ غزلوں کا مجموعہ "حسمی میلونگ" یعنی آئینہ فکر شائع ہوا ہے جو بلتی زبان میں غزلوں کا پہلا مجموعہ ہے۔ اس سے پہلے بلتی میں غزل کا کوئی مجموعہ شائع نہیں ہوا تھا۔ حسنی کی غزلیں غمِ جاناں اور غمِ روزگار دونوں کی عکاس ہیں۔

مذکورہ شعراء بلتی کے علاوہ اُردو میں بھی مشقِ سخن کرتے ہیں اور غلام حسن حسنی کے علاوہ باقی چاروں شعراء یعنی راجہ صبا، شمیم، کمال الہامی اور سحر فارسی میں بھی شاعری کرتے ہیں۔

آخوند محمد حسین حکیم منفرد اسلوب کے شاعر ہیں۔ خوبصورت تخیل کے ساتھ ساتھ موزوں الفاظ کا فنکارانہ استعمال جانتے ہیں۔ آپ کا موضوع سخن حالات حاضرہ اور اصلاح معاشرہ کے گرد گھومتا ہے۔ آپ اپنے کلام میں طنز کے نشتر خوب چلاتے ہیں۔

غلام مہدی مرغوب اور غلام محمد بسمل نے رومانوی شاعری میں نام پیدا کیا ہے۔ان دونوں شاعروں نے نہ صرف غزل گوئی کی بلکہ اپنے کلام کو ترنم کے ساتھ پیش کر کے سامعین کے دلوں کو بھی خوب گرمایا۔ ریڈیو پاکستان سکردو سے ان کی غزلیں لوگ بڑے شوق سے سنتے ہیں۔

حاجی غلام حسن طالب، وزیر احمد اور غلام حسین بلغاری بنیادی طور پر طنز و مزاح کے شاعر ہیں۔ ساتھ ہی سنجیدہ شاعری بھی کرتے ہیں۔ حاجی غلام حسن طالب کا مجموعہ کلام ''نوائے طالب'' شائع ہو چکا ہے جبکہ وزیر احمد کا کلام ''بحر طویل'' کی صنف میں ریڈیو پاکستان سکردو سے سامعین کے ذوق سماعت کو مہمیز کر رہا ہے۔غلام حسین بلغاری مزاحمتی شاعری کے علم بردار ہیں اور عوامی شاعر کے طور پر پہچانے جاتے ہیں۔

ان کے علاوہ دورِ جدید کے بلتی نمائندہ شعراء میں کاچو شجاعت علی خان شجاع، آخوند ھبۃ اللہ، غلام مہدی شاہد، فرمان علی خیال، احسان علی دانش، کاچو سلامت علی سلامت، غلام رسول تمنا، مہدی اشرف، سید امجد علی امجد، وزیر حسین راہی اور یوسف علی کھسمن کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ان میں شجاع کے کلام پر مشتمل ''کلیات شجاع'' شائع ہوگئی ہے۔

دورِ جدید کی بلتی شاعری کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ان شعراء نے تقلیدی شاعری ترک کر کے ایک نیا رنگ اپنا لیا ہے۔حسن و عشق اور گل و بلبل کا ذکر اب کم ہو گیا ہے بلکہ ان کی جگہ معاشی اور معاشرتی اصلاح کے موضوعات نے لے لی ہے۔

1.4 نثر نگاری

بلتی زبان میں نثر نگاری کا رجحان سوائے مذہبی کتابوں کے تراجم کے، تقریباً نہ ہونے کے برابر ہے۔افسانہ یا ناول کا بلتی زبان میں وجود نہیں ہے۔ البتہ ریڈیو کے لئے نشری ڈرامے ضرور لکھے گئے۔ ریڈیو پاکستان راول پنڈی سے بلتی نشریات کے آغاز کے ساتھ ہی باذوق اور ادب نواز شخصیتوں نے ریڈیائی ڈراموں سے تشنگی بجھانے کی کوشش کی اور 1979ء میں ریڈیو پاکستان سکردو کے قیام کے بعد مقامی ڈرامہ نگاروں نے درجنوں سماجی، معاشرتی اور تاریخی ڈرامے لکھ کر نشر کئے۔ بلتی ڈرامہ نگار حضرات کے تحریر کردہ ریڈیو سے نشر ہونے والے چند مقبولِ عام ڈرامے یہ ہیں:

(i)	محمد علی خان واحد	ژھے سکیالی بختون اور لم تھق کن چدین
(ii)	راجہ حامد حسین کلیم	زگانگ لونگ، رگنو راق، رنگا رنگ، نقرم
(iii)	آغا شاکر حسین شاکر	نانگنو بی بختون، بائی روڈ، گڑھ کھیونگ، نور میدپا سترق مید شارگو
(iv)	محمد عباس کھرگرونگ	غدیا نگمی نیو، ژورسی مے، برق بزنگ، ننگ ژھون، بیوروزوم،

چھوگنگ مے گنگ، برق مقپون، تھلدوم اور نیلم چھینمو

(v) غلام عباس سودے — خلاد پھیونگ، ژریک میرک، عید مبارک، منشور، جوڑتوڑ، نمائندہ اور رگیانگ سکور

(vi) غلام محمد بسمل — ردوسنینگ

(vii) محمد ہادی — نومہ پھود

(viii) محمد حسن حسرت — میختر، لینگ یل اور رنگ مے

(ix) غلام حسن حسنی — بگوسکل

(x) وزیر محمد فیروز — زیستانگ

ان بلتی ڈررامہ نگاروں میں راجہ حامد حسین کلیم اور آغا شاکر حسین شاکر کے ڈرامے طربیہ وشگفتہ، محمد عباس کھر گرونگ کے ڈرامے المیہ اور غلام عباس سودے کے ڈرامے طنز ومزاح کی بہترین مثالیں ہیں جبکہ محمد حسن حسرت کے ڈرامے بلتستان کی تاریخ وتہذیب کے عکاس ہیں۔

2۔ خود آزمائی

1۔ بلتی زبان میں تحقیق کے ضمن میں ہونے والے کام کا مفصّل جائزہ قلم بند کیجئے۔

2۔ بلتی لوک اصناف کا تفصیلی جائزہ تحریر کیجئے۔

3۔ داستانِ کیسر کے متعلق آپ کیا جانتے ہیں؟ مختصراً لکھیے۔

4۔ بلتی شاعری کے مختلف ادوار کے متعلق آپ کے مطالعے کا نچوڑ کیا ہے؟ مفصّل طور پر تحریر کیجئے۔

5۔ بلتی نثر نگاری پر روشنی ڈالیے۔

حوالہ جات

(ح۔۱)= حشمت اللہ خان، مولوی، تاریخ جموں، لاہور، مکتبہ اشاعت ادب، انارکلی، باردوم، 1968، ص 205 تا 206

(ح۔۲)= سکندر خان سکندر، کاچو، قدیم لداخ، ص 616

مجوزہ کتب برائے مطالعہ

1۔ محمد حسن حسرت، تاریخ ادبیات بلتستان، راول پنڈی، ٹی ایس پرنٹرز، 1992ء
2۔ محمد عباس کاظمی، سیّد، بلتی لوک گیت، اسلام آباد، لوک ورثہ اشاعت گھر، 1985ء
3۔ راجہ محمد علی شاہ صبا، نقیب آزادی، ادبی بورڈ شگر، 1998ء
4۔ الحاج محمد ابراہیم زائر، ارض بلتستان، سکردو، 1992ء
5۔ حلقہ علم وادب بلتستان، بلتستان کے سخنور، سکردو، شبیر پرنٹنگ پریس، 1993ء
6۔ بنات گل آفریدی، Baltistan in History، Emjay Books Int. Pakistan، 1988ء

یونٹ نمبر 3

شِنا زبان: آغاز وارتقاء

تحریر : اکبر حسین اکبر
نظر ثانی : ڈاکٹر انعام الحق جاوید

فہرست

یونٹ کا تعارف

عزیز طلبہ وطالبات!

اس یونٹ کا تعلق شِنا زبان سے ہے جو کہ شمالی علاقہ جات کی بڑی زبانوں میں شامل ہے اور قراقرم، ہمالیہ اور ہندوکش کے فلک بوس پہاڑی سلسلوں کی چھوٹی چھوٹی وادیوں میں رہنے والوں میں سے اکثریت کی زبان ہے۔ اس یونٹ میں شِنا کی وجہ تسمیہ، لسانی گروہ، ذیلی بولیوں و لہجوں، آغاز وارتقا اور رسم الخط و حروف تہجی کے بارے میں ضروری معلومات اور مواد پیش کیا گیا ہے۔ پاکستانی زبانوں کا طالب علم ہونے کے ناطے آپ آخر میں تفصیلی مطالعے کے لیے درج شدہ کتب کی مدد سے اس کا بغور مطالعہ کیجیے۔

مقاصد

اس یونٹ کے مطالعہ کے بعد آپ اس قابل ہوسکیں گے کہ:

1۔ شِنا زبان کے آغاز وارتقا کے متعلق معلومات حاصل کر کے اسے تحریر کرسکیں۔

2۔ شِنا زبان کے لسانی گروہ اور لسانی جغرافیہ کے بارے میں وضاحت کرسکیں۔

3۔ شِنا کی ذیلی بولیوں اور لہجوں کے فرق پر روشنی ڈال سکیں۔

4۔ شِنا رسم الخط، حروف تہجی اور ان کی علامات اور آوازوں کے بارے میں جان سکیں۔

1- شنازبان: آغاز وارتقا

1.1- لسانی جغرافیہ اوروجہ تسمیہ

شِنا قراقرم، ہمالیہ اور ہندوکش کے فلک بوس پہاڑی سلسلوں کی چھوٹی چھوٹی وادیوں میں رہنے والوں میں سے اکثریت کی زبان ہے۔ یہ علاقہ گلگت، بلتستان کے نام سے مشہور تھا جسے 1970ء کی دہائی سے شمالی علاقہ جات کا نام دیا گیا اور جو اٹھائیس ہزار مربع میل پر پھیلا ہوا ہے۔اس میں شِنا بولنے والے تیرہ ہزار مربع میل پر آباد ہیں۔ یہ ایک کثیر لسانی خطّہ ہے جس میں کم وبیش گیارہ زبانیں بولی جاتی ہیں جن میں بلتی،کھوار، ڈومکی، وخی ،شِنا ، بروشسکی ، گوجری ،کشمیری ، ویگور، پشتو اور اردو شامل ہیں۔اوّل الذکر سات زبانیں مقامی اور قدیم ہیں، جب کہ مؤخرالذکر چار زبانیں اٹھارہویں صدی کے بعد متعارف ہوئیں جو مختلف اطراف سے آنے والے مہاجروں، تاجروں اور سرکاری اہلکاروں کے ہمراہ یہاں پہنچیں۔گلگت اوراس کے ملحقہ علاقوں یعنی نگر، ہنزہ، پنیال، گوپس (Gupis)، اشکومن، حراموش، بگروٹ اور سئی جگلوٹ وغیرہ میں دوتہائی آبادی شِنا بولتی ہے جبکہ یہ چلاس، داریل، تانگیر، استور اور ملحقہ علاقوں میں سو فیصد آبادی کی زبان ہے۔اس کے علاوہ روندو کے پورے علاقے اور اسکردو سمیت بلتستان کے کچھ حِصّوں میں بھی یہ زبان بولی جاتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ نسلی اعتبار سے شِنا بولنے والے تمام لوگ شین نہیں ہیں ۔ بھارت کے مقبوضہ علاقوں میں شِنا بولنے والے لوگ دراس، گریز، کِشن گنگا، تلیل اور لداخ کے کچھ علاقوں میں آباد ہیں۔

علاقے کی مشکل جغرافیائی ساخت کے سبب شِنا بولنے والوں کی اصل تعداد کے بارے میں حتمی طور پہ کچھ کہنا مشکل ہے تاہم ایک محتاط اندازے کے مطابق مقبوضہ کشمیر سمیت کم وبیش آٹھ لاکھ افراد یہ زبان بولتے ہیں۔

ماہرین السنہ اور محققین اس بات پر متفق ہیں کہ شِنا کا لفظ شین سے مُشتق ہے۔شین ایک قوم کا نام ہے جو آریا نسل سے تعلق رکھتی ہے۔آریا دوگروہوں کی صورت میں اپنے اصل وطن کھیوا سے نکل کر بدخشاں اور کوکند کے اردگرد کے پہاڑی علاقوں میں آباد ہوئے جہاں سے ایک گروہ جو دردتھا، ہجرت کر کے دورا اوراس کے قریبی درّوں کے ذریعے ہِندوکش کو عبور کر کے چترال کے شمال میں پامیر سے ہوتا ہوا اپنے موجودہ مسکن دردستان میں داخل ہوا۔(ح۔ا)

ایک روایت کے مطابق شین قوم 1500ء ق م اور دوسری صدی کے درمیانی عرصے میں اپنے آبائی وطن آریانم

وانجو (آریادیسہ) جو کہ وسط ایشیاء کے اونچے پہاڑوں میں واقع تھا، سے نکل کر گروہوں کی شکل میں کوہستان سندھ میں داخل ہوتی رہی۔اس قوم کا اصل وطن بحیرہ کیسپیئن کے پاس مفطاغ یا بلوطاغ نامی پہاڑی سلسلے میں کہیں تھا۔(ح۔۲)

ایک اور نظریے کے مطابق شین آریہ دسویں اور بارہویں صدی قبل مسیح میں دریائے سندھ کے کنارے کنارے شنوں کے موجودہ علاقے میں داخل ہوئے ، وہاں کے وحشی لوگوں کو مغلوب کیا اور پورے علاقے پر قابض ہو گئے۔یہ شین لوگ اپنی آریائی زبان بھی ساتھ لائے۔(ح۔۳)

پروفیسر کارل جٹمار کا خیال ہے کہ شین لوگ پکھلی (ہزارہ) سے یا تو مویشیوں کے لئے بہتر چراگاہوں کی تلاش میں یا پھر گلگت کے حکمرانوں کی ملازمت حاصل کرنے آئے اور بعد میں طاقتور بن گئے اور حکومت پر قبضہ کر کے نویں اور دسویں صدی میں ان علاقوں میں اپنی سلطنت قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔(ح۔۴)

لیکن بڈلف کا کہنا ہے کہ شینوں نے پکھلی سے نکل کر اس علاقے کو براہ راست حملوں کے ذریعے فتح کیا۔مقامی لوگ آس پاس کی وادیوں کی طرف بھاگ گئے۔جو پیچھے رہ گئے انہوں نے ان کی زبان اور رسم ورواج کو اختیار کیا۔(ح۔۵)

قرائن بڈلف کے نظریے کو درست ثابت کرتے ہیں۔شِنا یقیناً حاکموں کی زبان رہی ہو گی جو سرکاری پشت پناہی سے پورے علاقے میں سُرعت سے پھیلی۔علاقے کے تمام تہوار، رسم ورواج ،خوراک اور پھولوں کے نام تک شینوں سے منسوب ہیں اور تمام لوک گیت اور لوک کہانیاں بھی اسی زبان میں ہیں۔ایک مقامی روایت کے مطابق شین قوم نے پہلے زیریں سندھ میں ہربن اور گور کے درمیانی علاقے پر قبضہ کیا جس کو ازمنہ قدیم سے شِنا کی (شینوں کا وطن) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور بعد میں مزید علاقوں کو اپنے قلمرو میں شامل کیا۔یہ شین آریہ ہزارہ میں شنکیاری سے آئے۔گلگت کے راجہ شری بدت اور اس کے آباؤاجداد شین تھے جنہوں نے موجودہ حکمران خاندان سے قبل کے دور میں ان علاقوں پر کئی سو سال حکومت کی۔اس دور کو شاہ رئیسور جی (شاہ رئیس خاندان کی حکومت) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔یہ چوتھی صدی سے دسویں یا بارہویں صدی کا دور بنتا ہے جس کی نشاندہی جٹمار اور دیگر محققین نے کی ہے۔

1.2- بلورستان یا دردستان

شِنوں کی آمد سے قبل یہ علاقہ تبتیوں کی قلمرو میں شامل تھا اور اس کا نام بلور یا بلورستان تھا۔اس سلطنت کے فرمانروا کی رہائش گاہ مشرق میں اسکردو طاس کے کسی علاقے میں تھی۔بلتستان بلورستان کلاں اور گلگت بلورستان خرد کہلاتا تھا۔(ح۔٦)

اس وقت گلگت اور مُلحقہ علاقوں کے لوگ اپنی کوئی زبان بولتے تھے جس کو ماہرین السنہ نے پشاچ بھاشا یا پشاچہ یا پشاچی کا نام دیا ہے۔

ڈاکٹر شجاع ناموس کا کہنا ہے کہ جب شنوں نے اس علاقے پر حملہ کیا تو اس وقت یہاں پشاچہ قبیلے آباد تھے جن کی زبان بروشسکی تھی جو یشکن قبیلے کی زبان تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ یشکن پشاچہ ہیں اور شین درد۔

ڈاکٹر گریئرسن کا کہنا ہے کہ:

''اس دور میں اس خطے میں ایسے قبیلے آباد تھے، جن کو سنسکرت لکھنے والوں نے پشاچہ گروپ میں شامل کیا ہے۔ علاقے میں بولی جانے والی موجودہ زبانوں میں ان قبیلوں کی زبان کے واضح آثار موجود ہیں، اس لئے اپنی کتاب کی سابقہ جلدوں میں، میں نے ان زبانوں کو پشاچہ ہی کہا ہے۔ یہ نام دردی سے زیادہ موزوں اور درست ہے لیکن ہندوستانی مائتھالوجی میں لفظ پشاچہ آدم خور کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا تھا۔ اس لئے ضروری نہیں کہ پشاچہ بولنے والا کوئی شخص پشاچہ قبیلے کا ہی وارث ہو۔ لہٰذا میں لفظ پشاچہ کو ترک کر کے اس کی جگہ دردی استعمال کر رہا ہوں۔'' (ح۔۸)

لفظ درد اور دردستان کی اصطلاح ڈاکٹر لائٹنر (G.W. Lietner) نے پہلی دفعہ 1866ء میں رائج کی اور دردستان کے نام سے ایک کتاب شائع کی۔ خود لائٹنر ایک انگریز مہم جو جارج ہائیوارڈ (George Hayward) کو اس نام کا مُبتدی قرار دیتا ہے۔ اس کے بعد ایک اور انگریز مہم جو فریڈرک ڈریو (Fredric Drew) نے بھی ان علاقوں کے لئے دردستان کا نام استعمال کیا ہے۔ (ح۔۹)

یہ حیرت کی بات ہے کہ باہر کے لکھنے والوں نے اس علاقے کے لوگوں کو درد اور علاقے کو دردستان کا نام دیا لیکن مقامی لوگ ایسے کسی نام سے واقف نہیں۔ جان بڈلف (John Bidulph) اور جیرارڈ فسمین (Gerard Fussman) کے خیال میں درد کا کوئی نسلی مطلب نہیں بلکہ یہ ایک لسانی اصطلاح ہے۔ (ح۔۱۰) لیکن گریئرسن درد کو ایک قوم اور شِنا کو ایک قوم کی زبان قرار دیتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ لفظ درد کی ایک لمبی کہانی ہے اور درد قوم ایک قدیم قوم ہے جس کا ذکر ہیروڈوٹس (Herodotus) نے اس کا نام لئے بغیر سونا کھودنے والی چیونٹیوں کے عنوان سے اپنے سفرنامے میں کیا ہے۔

اس طرح قبل مسیح کے سیاّح سٹریبو (Strabo) نے اس قبیلے کو دردائی (Derdai)، پلینی (Pliny) اور نونس

(Nonnus) نے دردئی (Dardai)، دیانائی سیوس (Dionysios) نے دردانوئی (Dardanoi) اور بطلیموس (Ptolemy) نے درادرائی (Daradrai) یا دردکائی (Dardcae) کے ناموں سے موسوم کیا ہے۔ کشمیر کی قدیم ترین تاریخ راج ترنگنی (Raj Tarangni) کے مصنف پنڈت کلہن نے اس قوم کو درادا (Darada) یا دراد (Darad) لکھا ہے۔ (ح۔۱۱)

1.3- لسانی گروہ

ماہرینِ لسانیات اور محققین کی اکثریت نے شِنا کو ہند یورپی زبانوں کے خاندان کی ایک شاخ ہند آریائی جتھے کے ایک اہم گروپ دردی میں شامل کیا ہے۔ ان ماہرین میں جان بڈلف (John Bidulph)، گراہم بیلی (Graham Baily)، کارلا ریڈلوف (Carla Redlof)، رتھ لیلیٰ شمٹ (Ruth Laila Schmit)، امین ضیا، عثمان علی وغیرہ شامل ہیں (ح۔۱۲) لیکن گریئرسن اور ڈاکٹر ناموس کی رائے ان سے مختلف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ درد زبانیں گو کہ آریائی ہیں لیکن ان کا ہند ایرانی جتھے یا ہند آریائی گروپ سے کوئی تعلق نہیں بلکہ ان زبانوں کا ایک علیحدہ گروہ ہے۔ (ح۔۱۳) گریئرسن کے مطابق ایرانی زبانیں آریائی کی براہ راست وارث ہیں جبکہ ہند آریائی زبانیں ذیلی شاخیں ہیں۔ دردی زبانیں ایک ایسے دور میں ان کے موجودہ مسکن میں وارد ہوئیں جب اوّل الذکر دونوں گروہوں نے اپنی حیثیت مستحکم کر لی تھی یعنی شین ''درد'' مذکورہ بالا دونوں گروہوں کے بعد کسی وقت اس علاقے میں وارد ہوئے۔ گریئرسن نے ان زبانوں کو درج ذیل خاکے کی مدد سے واضح کیا ہے۔

آریائی زبانیں ——— ایرانی زبانیں
ہند آریائی زبانیں　　دردی زبانیں
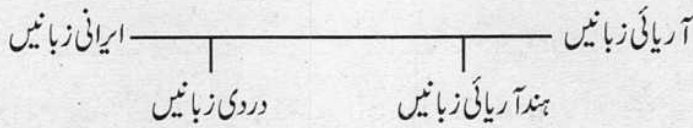
گریئرسن نے پشاچہ یا دردی گروہ کی زبانوں کو تین حصّوں میں تقسیم کیا ہے جو درج ذیل ہیں۔

(الف) کافر گروپ

اس گروہ میں بشگالی، وائیالہ (Wai-ala) واسی ویری (Wasi- veri) یا ویرن (Veron) اشکند، کالاشا، پشائی ذیلی گروپ جس میں کالاشا، گورباٹی یا نرسَتی (Narsati)، پاشائی، لغمانی یا دہگا گانی، دیری اور تراحی شامل ہیں۔

(ب) کھوار، چترالی یا آرنیا گروپ

(ج) دردگروپ

یعنی اصل دردزبانیں جن میں شِنا، کشمیری اور کوہستانی شامل ہیں۔

گرئیرسن شِنا کو اصل دردی زبانوں کی بہترین مثال قرار دیتا ہے۔(ح۔۱۴)

1.4- ذیلی بولیاں اور لہجے

اگرچہ شِنا کے آٹھ لہجے یا شکلیں ہیں لیکن ماہرین السنہ نے اس کو تین بڑے گروہوں یا بولیوں میں تقسیم کیا ہے جو درج ذیل ہیں۔

(i) گلگتی شِنا (ii) استوری شِنا (iii) کوہستانی یا چلاسی شِنا

(i) گلگتی شِنا

گِلگِت خاص اور اس کے اردگرد کے علاقے زیریں نگر، زیریں ہنزہ، بگروٹ، حراموش، بونجی، سئی جگلوٹ، پنیال، گوپس (Gupis) کے بعض علاقے اور اشکومن کے کچھ علاقوں میں لہجوں کی معمولی تبدیلی کے ساتھ بولی جاتی ہے۔ ماہرین لسانیات نے گلگت کو شنا کا مرکز اور یہاں کی بولی کو معیاری ٹیکسالی بولی قرار دیا ہے۔

(ii) استوری شِنا

یہ بولی استور اور مُلحقہ علاقوں میں بولی جاتی ہے۔اس کی ذیلی بولیوں میں دراس، لداخ، دہ، ہانو، گریز، روندو اور بلتستان کے دیگر علاقوں میں رائج بولیاں شامل ہیں۔بلتی لوگ ان کو بروکپہ کہتے ہیں۔گریزی بولی وادیءِ گریز میں بولی جاتی ہے جو چلاسی سے مماثلت رکھتی ہے۔دراس کے بروکپہ بھی یہی بولی بولتے ہیں۔

درہ بابوسر کے شمال مشرق اور گریز کے مغرب میں چلاس کے علاقے نیاٹ کے لوگ بھی یہی بولی بولتے ہیں۔ سندھ کے بالائی علاقے میں بلتستان اور لداخ کی سرحد پر ''دہ'' اور ''ہانو'' کی وادیوں میں استوری خاندان کی ایک الگ بولی بولی جاتی ہے جس کو دوسرے بروکپہ مشکل سے سمجھ سکتے ہیں اس لئے بلتی میں بات کرتے ہیں۔لداخ میں گورکھوں کے علاقے میں رائج شِنا بروکسکت کہلاتی ہے۔

(iii) چلاسی یا کوہستانی شِنا

یہ بولی دریائے سندھ کے زیریں علاقوں میں بولی جاتی ہے جن میں دریا کے جنوب میں چلاس اور شمال میں داریل اور ہوڈور اور نیچے کی طرف دریا کے دونوں طرف تانگیر اور سازین تک کے علاقے شامل ہیں جبکہ کولی اور پالوس میں یہ دوسرے نمبر پر بولی جانے والی زبان ہے۔اس کے علاوہ یہ وادی عِروشن اور اصل شِنا علاقے (شِنا کی) کے شمال اور مغرب میں کہیں کہیں بولی جاتی ہے۔ چلاس کی ایک بولی ماچوچی ہے جس کے بولنے والے ادھر ادھر بکھرے ہوئے ہیں۔اصل چلاسی کی ایک بولی بھوٹ کہلاتی ہے۔ چلاسی بولی استوری سے قریبی مشابہت رکھتی ہے۔(ح۔۱۵)

شِنا کی تین بولیوں میں لہجوں کا فرق واضح ہے۔بعض الفاظ بالکل ہی مختلف ہیں اور بعض جملوں میں بھی اس قدر فرق آ جاتا ہے کہ دوسری بولیوں والوں کو یہ سمجھ ہی نہیں آتے۔کوہستانی بولی کا لہجہ کرخت ہے۔ گلگتی بولی میں شُستگی اور نِکھار ہے جبکہ استوری بولی میں ملائمت ہے۔

ان تین بولیوں کے الفاظ میں فرق درج ذیل مثالوں سے واضح ہے:

گِلگتی	کوہستانی یا چلاسی	استوری	اردو
گیرین۔جمات	گین	چئی	بیوی
(Gerain-jamat)	(Gain)	(Chei)	
خدا۔دبُون	خدئی۔خدا	دمون	خدا
(Khuda-Daboon)	(Khudei)	(Damoon)	
باروش	باروش	ہاشے	مرغابی
(Baroosh)	(Baroosh)	(Hashe)	
روہ (R o h)	سو (S o h)	پیروہ(Peroh)	وہ
نتو (Nato)	نتو(Nato)	نوتو(Noto)	ناک
آئیں(Ain)	آنزی(Anzi)	آنزی(Anzi)	منہ
سہ(Sah)	سس(Sas)	کاکی(Kaki)	بہن
ڈکان(Dakan)	ڈکان(Dakaan)	گریستو(Gristo)	دہقان

ڈیر(Der)	ڈیرو(Dero)	ڈیر(Der)	پیٹ
تینو(Tiino)	تنو(Tinu)	تنُو(Tinoo)	تیز
گوٹ(Goot)	گوژ(Goz)	گوٹ(Goot)	گھر
انش(Ansh)	انش(Ansh)	انشٹ(Ansht)	آٹھ
تھین(Thain)	تھین(Thain)	تھئوں(Thaon)	کرتا ہے
تھگس(Thigas)	تھاس(Thass)	تھاس(Thass)	میں نے کیا
جیک؟(Jaik)	جوک؟(Joke)	یوک؟(Yowk)	کیا؟
بُلہ(Bulah)	بُلہ(Bulah)	ٹھوپ(Thope)	پولوسٹک یعنی پولو کھیلنے والی ہاکی
خداجوہُونگ	پنیز دہ خُدئی	خدا جو ہُونگ	خدا کی قسم

1.5- شِنا زبان کا ارتقا

شِنوں کے دیس کی جغرافیائی ساخت انتہائی مشکل ہے اس لئے باقی زبانوں کے مقابلے میں شِنا کا ارتقاء کسی اور انداز سے ہوا۔ یہ خطہ ''بام دنیا'' کے نام سے مشہور ہے جو فلک بوس برفیلے پہاڑوں میں گھرا ہوا ہے جس کی وجہ سے یہاں کے باسیوں کو ایک دوسرے سے میل جول کے بہت کم مواقع ملتے ہیں۔ زمانہ قدیم میں ان علاقوں میں سڑکیں بالکل نہیں تھیں اور ایک وادی کے باسیوں کی دوسری وادی کے لوگوں تک رسائی بہت مشکل ہوتی تھی۔ ان حالات میں یہاں کی زبانوں کا ایک دوسرے سے اختلاط اور ارتباط نہ ہونے کے برابر تھا۔ بیرونی دنیا کے ساتھ بھی یہاں کے لوگوں کا تعلق واجبی ہی رہا اس لئے یہاں کی دوسری زبانوں کی طرح شِنا کا ارتقاء بھی سست روی کا شکار رہا۔

ماہرین السنہ کے مطابق شِنا پر مقامی زبانوں، جن میں بروشسکی سرفہرست ہے، کے علاوہ سنسکرت نے زیادہ اثرات مرتب کیے۔ سنسکرت، بدھ مت کے ساتھ ان علاقوں میں آئی۔ اشوک کے دور میں یہاں بدھ مت اپنے عروج پر تھا۔ شمالی علاقوں کے مختلف چٹانی کتبوں پر سنسکرت کی تحریریں ملی ہیں۔ ان تحریروں کے مطابق سیتھینز (Sythians) نے جو مغرب سے بروغل، یارخُن اور درکوت کے راستے گلگت آئے، بدھ مت کی سرپرستی کی۔ یاسین میں چُمرکھن اور بری کھن کے قلعے بھی انہی کے دور کے معلوم ہوتے ہیں۔ پھر گُپتا اور پٹولہ شاہوں کی آمد کا سراغ بھی ملتا ہے جن کے دور میں بدھ مت کی

تہذیب ان علاقوں میں پروان چڑھی۔(ح۔۱۶)

ڈاکٹر جارج بدروس(George Buddruss) کا کہنا ہے کہ ان کے پاس شِنا اور بروشسکی زبانوں کا جتنا ذخیرہ ہے اس کا ستر فیصد سنسکرت سے ماخوذ ہے۔(ح۔۱۷)

گریئرسن کا کہنا ہے کہ:-

''شین آریہ براہ راست وسط ایشیا سے ان کے موجودہ مسکن میں وارد ہوئے اس لئے شِنا بولنے والوں کو صرف مقامی زبانوں کے بولنے والوں کے ساتھ میل جول کا موقع ملا، چنانچہ درد قبیلے کی زبانوں نے آہستہ آہستہ وہ خصائص پیدا کیے جو صرف انہی کے لئے مخصوص ہیں اور جو ہند آریائی اور ہند ایرانی دونوں کے لئے بدیسی ہیں۔ ملک گیری کی ہوس رکھنے والوں کو بھی اس علاقے کی خواہش نہیں تھی۔ اگر کوئی سکندر اعظم یا امیر تیمور کی طرح گیا بھی تو صرف ہندوستان تک پہنچنے کے لئے اُس نے اِس علاقے کو گزرگاہ کے طور پر استعمال کیا۔ اس لئے یہ زبانیں تخلیے میں ہی رہیں۔ جب سنسکرت کی گرامر لکھی جا رہی تھی، اس وقت ہندوستان میں پراکرتیں پوری آب وتاب کے ساتھ موجود تھیں جن میں پشاچہ کی موجودہ شکلیں اور ان کی نئی صوتیاتی طرحیں ڈالی جا چکی تھیں اور یہ معاما ابھی تک چل رہا ہے اور جدید دردی زبانوں میں ایسے سالم اور عام استعمال میں آنے والے الفاظ موجود ہیں جو ہندوستان میں ویدی سنسکرت کے علاوہ دیگر کسی زبان میں نہیں پائے جاتے۔ یورپ کے جپسیوں کی زبان اور دردی زبانوں میں حیرت انگیز مماثلت پائی جاتی ہے۔ یہ جپسی بلاشبہ ہندوستان سے آئے اور ان کی اصل زبان دردی قسم کی کوئی زبان تھی۔ پشاچہ بولنے والے بعض گروہ زیریں سندھ تک پھیل گئے۔ تیرھویں صدی کے وسط میں اشوکا نے ہندوستان میں چٹانی کتبوں کے فن کو فروغ دیا چنانچہ یوسف زئی کے علاقے شہباز گڑھی، جو اگرچہ درد نہیں مگر دردی علاقے کے نزدیک ہے، کی چٹانی کتبوں کی تحریریں دردی زبان سے تعلق رکھنے والی بہت سی لسانی شکلیں پیش کرتی ہیں''۔(ح۔۱۸)

گریئرسن کے اس بیان سے پتہ چلتا ہے کہ شِنا سنسکرت سے پہلے کی کوئی زبان ہے جس کا تعلق پراکرتوں سے قبل کے دور سے ہے۔ ان کی رائے کو ڈاکٹر لائٹنر کے بیان سے مزید تقویت ملتی ہے۔ جس کا کہنا ہے کہ:''دردی زبانوں کے افعال اور دیگر شکلوں کے مطالعے اور تحقیق سے وہ اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ اس خطے میں رائج زبانیں ایسی بولیوں اور پراکرتوں سے

ماخوذ ہیں جن سے سنسکرت کی تکمیل ہوئی۔'' (ح۔۱۹)

گویا شِنا سنسکرت کی تکمیل میں استعمال ہونے والی ایک زبان ہے تاہم مذہبی زبان ہونے کے ناطے سنسکرت نے بعد میں شِنا پر اپنے اثرات یقیناً چھوڑے ہوں گے۔ بدروس کے مطابق شِنا اور بروشسکی کی نحو، محاورات اور سروں میں بہت زیادہ مماثلت پائی جاتی ہے اور یہ دونوں زبانیں ایک دوسرے سے زیادہ ہی متاثر ہیں۔ بہر حال قدیم وقتوں سے مقامی زبانوں کا یہ ہنی مون مخصوص انداز سے جاری رہا اور شِنا اسی لسانی دائرے میں ارتقائی منازل طے کرتی رہی۔ پندرھویں صدی میں اسلام کی آمد کے بعد عربی اور فارسی زبانوں نے بھی اپنا عمل دخل بڑھایا اور مذہبی حوالے سے ان دونوں زبانوں کے الفاظ شِنا میں شامل ہوتے گئے۔ فارسی تو ان علاقوں کی سرکاری زبان بھی رہی۔ انیسویں صدی کے اوائل تک مقامی حکمران فارسی میں ہی خط و کتابت کرتے تھے۔ مسجدوں اور امام بارگاہوں میں ان زبانوں میں حمدیں، نعتیں، منقبتیں اور مرثیے پڑھے جاتے تھے چنانچہ ان زبانوں کے الفاظ اور اصطلاحات شِنا میں شامل ہوتی گئیں۔

انیسویں صدی کے وسط میں ڈوگروں کی آمد کے ساتھ اردو بھی اس علاقے میں متعارف ہوئی۔ پھر انگریز آئے اور انیسویں صدی کے اواخر میں اس علاقے میں سکولوں کا اجراء ہوا جن میں ذریعۂ تعلیم اردو تھی۔ تدریسی اور تجارتی زبان ہونے کے ناتے اُردو نے بھی شِنا کو بڑی حد تک متاثر کیا۔ چلاس اور کوہستان کی شِنا پر صوبہ سرحد سے جغرافیائی اتصال کی وجہ سے پشتو نے بھی کافی اثرات مرتب کئے ہیں۔ اسی طرح استوری شِنا کو کشمیری اور بروکپہ شِنا کو بلتی زبانوں نے متاثر کیا۔

1.6- رسم الخط اور حروفِ تہجی

بیسویں صدی کے وسط تک شِنا کا کوئی رسم الخط یا حروفِ تہجی نہیں تھے۔ ان علاقوں میں جگہ جگہ پائے جانے والے چٹانی کتبے خروشتی، سنسکرت، گپتہ براہمی اور سوگورین رسم الخط میں لکھے گئے تھے۔ گلگت کے نزدیک نوپورہ کے پہاڑ پر پائے گئے قدیم کھنڈرات سے کچھ تحریریں ملی ہیں جو گپتہ براہمی یا دردلپی میں لکھی گئی ہیں۔ یہ تحریریں گلگت مخطوطات کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ دستاویزات ایک بدھ سٹوپا (Stupa) میں محفوظ کر دی گئی تھیں لیکن سنسکرت کے سوا ان میں سے کسی بھی زبان کا شِنا سے کوئی تعلق یا اس زبان پر ان کے اثرات کا ثبوت نہیں ملتا۔ (ح۔۲۰)

شِنا کو ضبطِ تحریر میں لانے کا کام آخوند محمد رضا نے سترہویں صدی میں کیا۔ ان کے کلام کے قلمی نسخے موجود ہیں۔ جن میں سے ایک قلمی نسخہ راقم کے پاس بھی محفوظ ہے۔ انہوں نے فارسی رسم الخط میں اپنا کلام لکھا، لیکن شنا کی اضافی تکلّمی آوازوں کے لئے مخصوص حرف استعمال نہیں کئے۔ ان کے بعد ملنگ جان بنیالی نے بھی اپنے کلام کو فارسی رسم الخط اور حروف

تہجی کے سہارے قلمبند کیا۔ ان کے بعد آخوند مہربان علی اور دیگر شعراء نے بھی یہی طریقہ اپنایا۔ 1952ء میں ریڈیو پاکستان سے جب شِنا پروگرام کی ابتداء ہوئی تو اس میں کام کرنے والوں نے اردو رسم الخط کے ذریعے شِنا سکرپٹ لکھنا شروع کیئے۔

شِنا رسم الخط اور اس زبان کی اضافی تکلمی آوازوں کے لئے مخصوص حروف تہجی اور اشارے وضع کرنے کی پہلی شعوری کوشش ڈاکٹر شجاع ناموس نے 1961ء میں کی۔ اپنی کتاب ''گلگت اور شِنا زبان'' میں اس نے شنا رسم الخط اور حروف تہجی کی تختی چھاپی لیکن ان کے کام کو مقبولیت حاصل نہیں ہوئی کیونکہ وہ شِنا کے مخصوص لہجوں اور آوازوں کا درست احاطہ نہیں کر سکے تھے۔

ڈاکٹر ناموس کے وضع کردہ حروف تہجی کی تختی پیش خدمت ہے جو 56 حروف پر مشتمل ہے۔ ان میں مفرد حروف 44 اور مرکب حروف 12 ہیں۔

ا ب پ ت ٹ ث ج چ څ ح خ
د ڌ ڈ ذ ر رّ ڑ ز ژ ڙ
س ش ݜ ص ض ط ظ ع غ ف ق
ک گ ل م ن ݨ و ہ ء ی ے

مرکب حروف یہ ہیں:

بھ پھ تھ ٹھ جھ چھ څھ دھ ڈھ ڑھ کھ گھ

درج بالا حروف میں خاص شنا حروف یہ ہیں جن کے آگے ڈاکٹر ناموس نے ان کی آوازوں کی شناخت کے لیے اس وقت رائج بین الاقوامی حروف بھی دیئے ہیں:

۱۔ څ = C̈
۲۔ ڌ = d̈
۳۔ ر = r
۴۔ ڙ = r̈
۵۔ ڙ = Z̧
۶۔ ݜ = Ş

۷۔ ݨ = ṅ

۸۔ ڞھ = c̈h

1970ء کے عشرے میں مقامی طور پر امین ضیا کی دو کتابیں ''سان'' (1974ء)، جو اُن کا مجموعہء کلام ہے اور ''سوینومورئے'' (1978ء) یعنی ضرب الامثال چھپیں۔ اسی اثناء میں 1977ء میں ناردرن ایریاز سوشل اینڈ کلچرل ایسوسی ایشن نے بھی متفقہ طور پر شنا کے حروف تہجی وضع کئے۔ 1985ء میں شنا میں سیرت النبی ﷺ پر راقم کی پہلی کتاب چھپی جو شِنا میں نثر کی بھی پہلی کتاب ہے۔ ان تمام کتب میں اضافی اصوات کے لئے جو حروف تہجی استعمال ہوئے، متفقہ نہیں تھے بلکہ مختلف تھے اور خود وضع کردہ تھے۔ 1986ء میں امین ضیا کی ''شنا قاعدہ اور گرامر'' چھپی جس میں فاضل مصنف نے پہلی دفعہ شِنا رسم الخط، حروف تہجی اور اشاروں کو بقول ان کے جدید سائنسی خطوط پر لسانی قدروں کو مدنظر رکھ کر وضع کرنے کی کوشش کی۔ ان کا کہنا ہے کہ انہوں نے حروف اور اشاروں کو اس طریقے سے وضع کیا ہے کہ شنا اب کمپیوٹر اور ٹائپ رائٹر پر بھی ٹائپ کی جاسکتی ہے۔ امین ضیا کے وضع کردہ شِنا حروف تہجّی کی تختی درج ذیل ہے۔

ا ب پ ت ٹ ج چ څ ح د ڈ

ذ ر ڑ ڑ ز ژ س ش ݜ ک گ ل

م ن ݨ ڼ و ہ ء ی ے ڇھ ڞھ

اپنی تختی میں امین ضیا نے عربی، فارسی اور اردو کے کچھ حروف کو نکال دیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ شِنا بولنے والے ان حروف کو ادا نہیں کر سکتے۔ یہ حروف اور ان کے متبادل شِنا حروف مندرجہ ذیل ہیں۔

ث = س ص = س ط = ت ظ، ض = ز ، ذ

ق = ک ف = پھ ع = ا غ = گ ح = ہ

اگلے صفحہ پر طلبہ کے استفادے کے لیے بین الاقوامی حروف تہجی کا نظر ثانی شدہ چارٹ پیش کیا جارہا ہے۔

THE INTERNATIONAL PHONETIC ALPHABET (revised to 1993)

CONSONANTS (PULMONIC)

	Bilabial	Labiodental	Dental	Alveolar	Postalveolar	Retroflex	Palatal	Velar	Uvular	Pharyngeal	Glottal
Plosive	p b			t d		ʈ ɖ	c ɟ	k g	q ɢ		ʔ
Nasal	m	ɱ		n		ɳ	ɲ	ŋ	ɴ		
Trill	ʙ			r					ʀ		
Tap or Flap				ɾ		ɽ					
Fricative	ɸ β	f v	θ ð	s z	ʃ ʒ	ʂ ʐ	ç ʝ	x ɣ	χ ʁ	ħ ʕ	h ɦ
Lateral fricative				ɬ ɮ							
Approximant		ʋ		ɹ		ɻ	j	ɰ			
Lateral approximant				l		ɭ	ʎ	ʟ			

Where symbols appear in pairs, the **one to the right** represents a voiced consonant. Shaded areas denote articulations judged impossible.

CONSONANTS (NON-PULMONIC)

Clicks		Voiced implosives		Ejectives	
ʘ	Bilabial	ɓ	Bilabial	ʼ	as in:
ǀ	Dental	ɗ	Dental/alveolar	pʼ	Bilabial
ǃ	(Post)alveolar	ʄ	Palatal	tʼ	Dental/alveolar
ǂ	Palatoalveolar	ɠ	Velar	kʼ	Velar
ǁ	Alveolar lateral	ʛ	Uvular	sʼ	Alveolar fricative

VOWELS
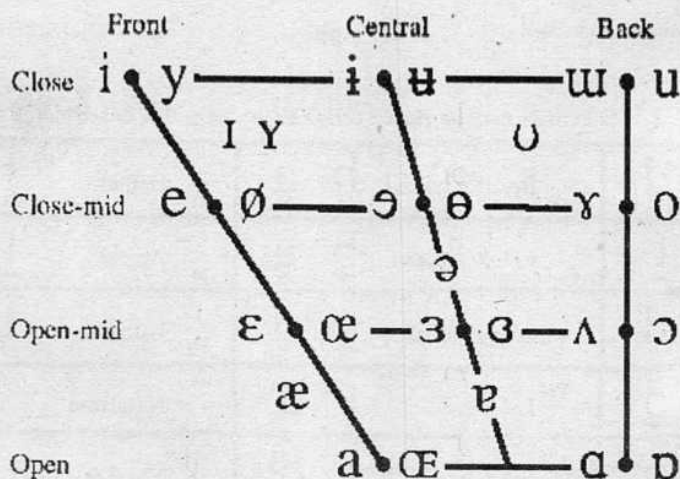
Where symbols appear in pairs, the one to the right represents a rounded vowel.

OTHER SYMBOLS

- ʍ Voiceless labial-velar fricative
- w Voiced labial-velar approximant
- ɥ Voiced labial-palatal approximant
- ʜ Voiceless epiglottal fricative
- ʢ Voiced epiglottal fricative
- ʡ Epiglottal plosive
- ɕ ʑ Alveolo-palatal fricatives
- ɺ Alveolar lateral flap
- ɧ Simultaneous ʃ and x

Affricates and double articulations can be represented by two symbols joined by a tie bar if necessary.

k͡p t͡s

SUPRASEGMENTALS

Symbol	Description	Example
ˈ	Primary stress	ˌfoʊnəˈtɪʃən
ˌ	Secondary stress	
ː	Long	eː
ˑ	Half-long	eˑ
˘	Extra-short	ĕ
.	Syllable break	ɹi.ækt
|	Minor (foot) group	
‖	Major (intonation) group	
‿	Linking (absence of a break)	

TONES & WORD ACCENTS

LEVEL			CONTOUR		
e̋ or	˥	Extra high	ě or	˩˥	Rising
é	˦	High	ê	˥˩	Falling
ē	˧	Mid	e᷄	˦˥	High rising
è	˨	Low	e᷅	˩˨	Low rising
ȅ	˩	Extra low	e᷈	˧˦˧	Rising-falling
↓	Downstep		↗	Global rise	etc.
↑	Upstep		↘	Global fall	

DIACRITICS

Diacritics may be placed above a symbol with a descender, e.g. ŋ̊

̥	Voiceless	n̥ d̥	̤	Breathy voiced	b̤ a̤	̪	Dental	t̪ d̪
̬	Voiced	s̬ t̬	̰	Creaky voiced	b̰ a̰	̺	Apical	t̺ d̺
ʰ	Aspirated	tʰ dʰ	̼	Linguolabial	t̼ d̼	̻	Laminal	t̻ d̻
̹	More rounded	ɔ̹	ʷ	Labialized	tʷ dʷ	̃	Nasalized	ẽ
̜	Less rounded	ɔ̜	ʲ	Palatalized	tʲ dʲ	ⁿ	Nasal release	dⁿ
̟	Advanced	u̟	ˠ	Velarized	tˠ dˠ	ˡ	Lateral release	dˡ
̠	Retracted	i̠	ˤ	Pharyngealized	tˤ dˤ	̚	No audible release	d̚
̈	Centralized	ë	̴	Velarized or pharyngealized ɫ				
̽	Mid-centralized	e̽	̝	Raised e̝ (ɹ̝ = voiced alveolar fricative)				
̩	Syllabic	ɹ̩	̞	Lowered e̞ (β̞ = voiced bilabial approximant)				
̯	Non-syllabic	e̯	̘	Advanced Tongue Root e̘				
˞	Rhoticity	ə˞	̙	Retracted Tongue Root e̙				

2- چند بنیادی قواعد

شنا میں فقرے کی بناوٹ

شِنا میں فقرے کی بناوٹ کا قاعدہ وہی ہے جو اُردو میں ہے یعنی فاعل، علامتِ فاعل، متعلق فاعل، حرفِ ربط، متعلق فاعل اور فعل۔

مثلاً: احمد سہ راشدٹ کتاب دیگو (احمد نے راشد کو کتاب دی)، مئی ڈِم گرس نوش (میری طبعیت ٹھیک نہیں)، علی سہ حسن شِشچہ ہون تھیگو (علی نے حسن کو سر پر اُٹھایا)۔

شنا میں واحد سے جمع بنانے کے لیے عام طور پر ''ی'' اور ''ے'' لگا دی جاتی ہے مثلاً:

واحد		جمع	
شنا	اردو	شنا	اردو
ژا	بھائی	ژارے	بھائی
سہ	بہن	سیارے	بہنیں
شدار	بچہ	شداریئے	بچے
چئی	عورت	چاءیئے	عورتیں
ملائی	لڑکی	ملائیئے	لڑکیاں
منوژو	آدمی	منوژے	آدمی
مُشا	ایک مرد	مُوشے	مرد
روپائی	روپیہ	روپائے	روپے
بٹ	پتھر	بٹی	پتھر
دیز	دن	دیزی	دن
کوم	کام	کومی	کام

تذکیروتانیث

شنا میں مذکراور مؤنث کے لیے کوئی خاص قاعدہ موجود نہیں ہے۔بعض جاندار ایسے ہیں جو مذکر بولے جاتے ہیں۔

مثلاً:

کاں (کوّا)، شاں ل (بھیڑیا)، ہُو وو (اُلّو)، اوشینیو (خرگوش)، دینگ (چیتا)، پھچو (مچھر)۔

بعض مؤنث بولے جانے والے جاندار مندرجہ ذیل ہیں:

مچھاری (بھیڑ)، چائیں (چڑا، چڑی)، کنولی (کبوتر)

بے جان چیزوں کے اسم (مذکر)

فلا (سیب)، شوگوری (ناشپاتی)، جبل (Liver)، گوٹ (گھر)، بٹ (پتھر) وغیرہ۔

بے جان چیزوں کے اسم جو مؤنث بولے جاتے ہیں۔

ہرائی (جھونپڑی) چھنیش (پہاڑ)، گری (بڑا پتھر)، کتاب، قلم وغیرہ۔

دن، مہینوں اور سالوں، موسموں، زبانوں، نمازوں وغیرہ کے نام ہمیشہ مؤنث بولے جاتے ہیں۔

ضمیر: وہ اسم ہے جو کسی اسم کی جگہ استعمال ہو یا کسی شخص، جگہ یا چیز کی طرف اشارہ کے لیے بولا جائے۔مثلاً مئی (میرا)، تھئی (تمہارا)، اسئی (ہماری)، مہ (میں)، تو (تم)، رو (وہ)، بھہ (ہم)، ثھو (تم۔جمع)، ری (وہ۔جمع) وغیرہ۔

اسمِ ضمیر کی تین قسمیں ہیں۔ ضمیر متکلم، ضمیر حاضر اور ضمیر غائب۔

ضمیر متکلم: جو بولنے والا خود اپنے لئے استعمال کرے جیسے مئی (میرا)، اسئی (ہمارا)، مٹ (مجھے)، اسوٹ (ہمیں)۔

ضمیر حاضر یا مخاطب: جو کسی موجود شخص کے بارے میں بولا جائے، جیسے تُو (تم)، ثھو (آپ)۔

ضمیر غائب: جو غائب چیز یا شخص کے لئے بولا جائے، جیسے رو (وہ)، انھوں وغیرہ۔

مصدر: جس اِسم کے آخر میں ''نا'' کی علامت ہو لیکن وقت کی قید نہ ہو مصدر کہلاتا ہے۔شِنا میں ''نا'' کی جگہ ''وءک'' لگایا جاتا ہے۔ جیسے:

تھوءِک (کرنا)، دوءک (دینا)، ہروءک (لے جانا)، پچھوءک (مانگنا)۔

مصدر کی دو اقسام ہیں، مصدرِ لازم اور مصدر متعدی۔

مصدر لازم: وہ مصدر جس میں فعل اور فاعل سے ہی جملہ پورا ہو جائے جیسے پھونزی پھونیدے (پھول کھلے)، ندیم سے ھئی

تھیگو (ندیم دوڑا)۔

مصدر متعدی: وہ فعل جن میں فاعل کے ساتھ مفعول لگانے سے بات پوری ہوتی ہو۔ جیسے، مس کھی گس (میں نے کھایا)، مس کوم تِھکس (میں نے کام کیا)۔

حاصل مصدر: وہ اسم جس میں مصدر کا اثر پایا جائے۔ جیسے: کلی بوءک سے کلی (لڑنا سے لڑائی)، ہیوءک سے ہائی (ہنسنا سے ہنسی)۔

3- اردو اور شِنا کے لسانی روابط

اردو اور شنا میں لسانی اختلاط کا آغاز انیسویں صدی کے وسط میں ڈوگروں کے ذریعے ہوا جو ایک مقامی راجے کی درخواست پر اس کے مخالف راجے کی سرکوبی کے لیے گلگت گئے۔ بعد میں انگریزوں کے دور میں بھی اردو اس علاقے میں رابطے کی زبان کے طور پر مستعمل رہی۔ اس سے قبل مذہبی زبانوں کی حیثیت سے عربی اور فارسی نے بھی شِنا پر اثرات مرتب کیے تھے اس لیے ان دونوں زبانوں سے قریبی تعلق کی بنا پر اردو نے شِنا بولنے والوں میں اتنی سرعت سے قبولِ عام حاصل کیا کہ چند برسوں میں ہی علاقے میں اپنے قدم جما لئے چنانچہ انیسویں صدی کے اواخر میں گلگت میں قائم ہونے والے پہلے سکول میں ذریعۂ تدریس کے طور پر اردو کا ہی انتخاب ہوا۔ اس سکول سے فارغ التحصیل طلبہ کشمیر اور ہندوستان کے مختلف اداروں میں گئے۔ اس طرح اہل گلگت کا اردو دان طبقے کے ساتھ علمی سطح پر میل جول بڑھ گیا۔ اسی دور میں ہندوستان کے مختلف علاقوں سے دوسری زبانیں بولنے والے لوگ تجارت اور نوکریوں کے لیے گلگت گئے اور یہاں ایک مخلوط معاشرہ قائم ہوا۔ یہ تمام لوگ اردو کو ہی رابطے کی زبان کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ ڈوگروں اور انگریزوں کے دور میں اردو سرکاری زبان کے طور پر رائج ہوئی۔ اس طرح شِنا کے ساتھ اردو کا مضبوط بنیادوں پر رشتہ استوار ہوا۔

1947ء میں اس علاقے کے لوگوں نے ڈوگروں سے آزادی حاصل کر کے پاکستان کے ساتھ وابستگی کا اعلان کیا جس کے بعد اردو کے ساتھ ان علاقوں کے تعلق میں مزید پختگی آئی۔ چونکہ کوئی بھی مقامی زبان اتنی ترقی یافتہ نہیں تھی کہ اس کو مشترکہ زبان کے طور پر اختیار کیا جاتا اس لئے اردو کو فوراً ہی علاقے میں لنگوا فرانکا کی حیثیت مل گئی۔ سرکاری زبان ہونے کے ناتے علاقے میں اردو کے فروغ کو اور جلا ملی اور آج اردو نے شِنا کو اس حد تک متاثر کیا ہے کہ عام بول چال میں بھی شِنا کے الفاظ متروک ہوئے جا رہے ہیں اور ان کی جگہ اردو کے الفاظ اور اصطلاحات استعمال ہو رہی ہیں۔

4- ابتدائی بول چال کے فقرے اور گنتی

اردو	شِنا
☆ آپ کا کیا نام ہے؟	تھئ نوم جیک ہن؟
☆ میرا نام خوشحال خان ہے	مئ نوم خوشحال خان ہن
☆ آپ کیا کرتے ہیں؟	تُوس جک تھینو؟
☆ میں پڑھتا ہوں	مس پڑھموس
☆ آپ کیسے ہیں؟	تو جیک بے نو؟ یا تھئ جیک حال ہن؟
☆ میں اللہ کے فضل و کرم سے ٹھیک ہوں	مہ خدائی فضل گنی بالکل مشٹو ہنوس
☆ اور سنائیں! آپ کا کیا حال ہے؟	اوَہ لا! جیک بینو؟ یا تھئ جیک حال ہن؟
☆ میں بالکل خیریت سے ہوں	مہ بالکل مشٹو ہنوس
☆ آپ کے والد کیا کرتے ہیں	تھئ بابوس جیک تھین؟
☆ وہ ملازمت کرتے ہیں	روس ملازمت تھین
☆ آپ کا گھر یہاں سے کتنی دور ہے؟	تھئ گوٹ ادانو کچاک دور ہن؟
☆ زیادہ دور نہیں ہے۔ یہ سڑک سیدھی میرے گھر کی طرف جاتی ہے	بودو دور نوش۔ انہ پون سیدھا مئ گوٹٹ بو جن
☆ میری طبیعت ٹھیک نہیں۔ کیا آپ مجھے کسی ڈاکٹر کا پتہ بتا سکتے ہیں؟	مئ ڈم گرس نوش۔ تس مہ کو ڈاکٹر ایکیٹ پشر وکْ بے نو؟
☆ آپ سرکاری ہسپتال چلے جائیں جو سامنے نظر آ رہا ہے	تو سرکاری اسپتالٹ بو، کے موچھوا کی پشی جن
☆ آئیے میں آپ کو اپنی گاڑی میں چھوڑ آتا ہوں	وہ تو مس توم گاڑیر ہری پھت تھم
☆ بہت شکریہ! اچھا پھر ملیں گے	جُوَ تُوٹ! شونے ڈوک بون

☆ آپ کا بھی شکریہ — تُوٹ گہ جُو بوت

☆ خدا حافظ — خدایار

گنتی

اردو	شِنا	اردو	شِنا
ایک	اک	دو	ذو
تین	جے	چار	چار
پانچ	پوش	چھ	شُھ
سات	سَت	آٹھ	اَس ۔ اَسٹ
نو	نَو	دس	دئی
گیارہ	اکائی	بارہ	بائی
تیرہ	جِوئیں	چودہ	چوندئی
پندرہ	پنزئی	سولہ	شُوئیں
سترہ	ستائیں	اٹھارہ	اسٹائیں
انیس	کُنی	بیس	بی
تیس	بی گہ دئی	چالیس	دوبیو
پچاس	دوبیو گہ دئی	ساٹھ	ژِبو
ستر	ژِبو گہ دئی	اسی	چربیو
نوے	چربیو گہ دئی	سو	شل

5- خود آزمائی

1- شِنا کا تعلق زبانوں کے کس لسانی گروہ سے ہے؟ مدلّل بیان کیجئے۔

2- شِنا کی ذیلی بولیوں اور لہجوں پر ایک مفصل نوٹ لکھیے۔

3- شِنا کے رسم الخط اور حروف تہجی کے بارے میں آپ کے مطالعے کا نچوڑ کیا ہے؟ مفصل لکھیے۔

4- شِنا اور اُردو کے لسانی روابط پر ایک مضمون اپنے لفظوں میں تحریر کریں۔

حوالہ جات

(ح۔1)= گریئرسن، سر جارج ابراہم، لنگوسٹک سروے آف پاکستان، جلد 5، ص 8

(ح۔2)= وزیر محمد اشرف، شینوں کی قوم اور وطن (مضمون) مشمولہ تاریخ ادبیات مسلمانان پاک و ہند، چودھویں جلد، مرتب کیپٹن محمد فیاض، لاہور، پنجاب یونیورسٹی، ص 31

(ح۔3) = محمد شجاع ناموس، ڈاکٹر، گلگت اور شِنا زبان، لاہور، فیروز سنز پرنٹرز، 1921ء، ص 111

(ح۔4)= کارل جٹمار، پروفیسر، تاریخ گلگت: ابتدائی دور (مضمون) مشمولہ ہسٹری آف ناردرن ایریاز، مؤلف، احمد حسن دانی، ڈاکٹر، اسلام آباد نیشنل انسٹیٹیوٹ آف ہسٹاریکل اینڈ کلچرل ریسرچ ص 44

(ح۔5)= جان بڈلف، ٹرائبز آف ہندوکش، لاہور، (ری پرنٹ، اعجاز احمد، علی کامران)، 1982ء، ص 121

(ح۔6)= احمد حسن دانی، ڈاکٹر، پاکستان کے شمالی علاقہ جات کے آثار قدیمہ کی تاریخ (مضمون) مشمولہ قراقرم ہندوکش، مرتب منظوم علی، اسلام آباد، برق سنز، 1985ء، ص 148

(ح۔7)= محمد شجاع ناموس، ڈاکٹر، گلگت اور شنا زبان، ص 109

(ح۔8) = گریئرسن، لنگوسٹک سروے آف پاکستان، ص 1

(ح۔9)= فریڈرک ڈریو، جموں کشمیر ٹیریٹوریز، لندن، 1975ء، ص 393

(ح۔10)= جان بڈلف، ص 157

(ح۔11)= گریئرسن، لنگوسٹک سروے آف پاکستان، ص 1

(ح۔12)= (الف) جان بڈلف، ٹرائبز آف ہندوکش، ص 121

(ب) گراہم بیلی، دیباچہ، گرام آف شِنا، لندن، 1924ء

(ج) کارلا ریڈلوف،

"ASPECTS OF THE SOUND SYSTEM OF GILGITI SHINA"

(د) محمد امین ضیاء، دیباچہ، شِنا قاعدہ اور گرامر، گلگت، ضیاء پبلیکیشنز، 1982ء

(ح) عثمان علی، سد پارہ، رسالہ بلورستان، 1982ء، ص24

(خ) رتھ لیلی شمٹ، شِنا بولنے والوں کا اصل وطن: چند لسانی اشارے (مضمون) مشمولہ قراقرم ہندوکش، ص217

(ح۔13)= محمد شجاع ناموس، ڈاکٹر، گلگت اور شنا زبان، ص105

(ح۔14)= گریئرسن، لنگوسٹک سروے آف پاکستان، ص8

(ح۔15)= (الف) گراہم بیلی، دیباچہ، گرامر آف شِنا

(ب) گریئرسن، لنگوسٹک سروے آف پاکستان، ص3

(ح۔16) = احمد حسن دانی، ڈاکٹر، پاکستان کے شمالی علاقہ جات کے آثار قدیمہ کی تاریخ (مضمون)، مشمولہ قراقرم ہندوکش، ص145، 149۔

(ح۔17)= محمد امین ضیاء، دیباچہ، شِنا قاعدہ اور گرامر

(ح۔18)= گریئرسن، لنگوسٹک سروے آف پاکستان، ص7

(ح۔19)= (الف) جارج بدروس،

LINGUISTIC RESEARCH IN GILGIT AND HUNZA:

SOME RESULTS AND PERSPECTIVE

(مضمون) جرنل آف سنٹرل ایشیاء، ص30، 31

(ب) جارج بدروس، گلگت ہنزہ، لسانیاتی جائزہ (مضمون) مشمولہ قراقرم ہندوکش، ص212

(ح-20)=احمد حسن، ڈاکٹر، پاکستان کے شمالی علاقہ جات کے آثار قدیمہ کی تاریخ (مضمون)، مشمولہ قراقرم ہندوکش، ص45، 147

یونٹ نمبر 4

شِنا ادب
(قدیم وجدید)

تحریر : اکبر حسین اکبر
نظر ثانی : ڈاکٹر انعام الحق جاوید

فہرست

یونٹ کا تعارف

عزیز طلبہ وطالبات!

مطالعاتی رہنما کے اس یونٹ کا موضوع ''شِنا ادب'' (قدیم وجدید) ہے۔اس میں آپ اس زبان کے قدیم وجدید شعراء کی ادبی کاوشوں اور محققین کے تحقیقی کاموں کا مفصل مطالعہ کریں گے۔شِنا ادب کی تفہیم کے لئے صرف اس یونٹ پر انحصار نہیں کرنا چاہیے بلکہ اس یونٹ کے آخر میں دی گئی مجوزہ کتب کا مطالعہ بھی ازحد ضروری ہے۔

مقاصد

اس یونٹ کے مطالعے کے بعد آپ اس قابل ہوجائیں گے کہ:

1- شِنا کے قدیم وجدید شعری ادب کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لے سکیں۔

2- شِنا کی ترقی وترویج میں محققین اور قلمکاروں کے کردار پر بحث کرسکیں۔

3- شِنا ادب (قدیم وجدید) سے آگاہ ہوسکیں اور اس پر روشنی ڈال سکیں۔

1- قدیم ادب

غیر تحریری زبان ہونے کی وجہ سے شِنا کا کلاسیکل ادب مکمل طور پر محفوظ نہیں رہ سکا۔ آج جو ادبی ورثہ موجود ہے وہ زبانی ہے جو لوک کہانیوں، ضرب الامثال اور لوک گیتوں کی شکل میں سینہ بہ سینہ ایک نسل سے دوسری نسل کو منتقل ہوا۔ ڈاکٹر لائٹنر نے اپنی کتاب ''دردستان'' میں کچھ لوک کہانیوں اور گیتوں کو رومن میں قلمبند کیا تھا جو نہ تو مکمل ہیں اور نہ ہی پوری طرح سمجھ میں آتی ہیں۔

1.1- قدیم شعری ادب

قدیم شِنا شاعری کی اصناف واضح نہیں۔ یہاں پر کلام کو گائی (گیت) کہا جاتا تھا۔ مثلاً گرئی گائی (شادی بیاہ کا گیت)، دروخئی گائی (شکاری کا گیت)، برانگی گائی (ست لے کا گیت)، اُوالی گائی (گرمیوں کا گیت) وغیرہ۔

قدیم شِنا شاعری، ردیف، قافیہ، وزن اور بحر سے آزاد تھی۔ لوک گیتوں میں زیادہ تر قومی ہیروز اور حکمرانوں کے کارناموں کو منظوم شکل میں بیان کیا جاتا تھا اور شادی بیاہ اور مختلف رسوم کی مناسبت سے مخصوص گیت گائے جاتے تھے جواب تک بعض علاقوں میں مروج ہیں۔ مثلاً رسم تاوٗ (مہندی)، رسم پسُّو (سہرابندی)، روانگی بارات، آمد بارات، دلہن کی رخصتی اور سسرال پہنچنے کے تمام مرحلوں کے لئے مخصوص گیت تھے۔ گیتوں کے نمونے ملاحظہ ہوں:

لوک گیت نمبر ا۔ حکمران کی توصیف میں گایا ہوا

سُوجو رِکل کمالئی رحیم سُو جو رِکل گُرما نیو دے کائے بیانی
دودھ گوڈور کمالئی رحیم دودھ گوڈور بیس مونیورَگنی کائے بیانی
ٹُھک لُوژُوم کمالئی رحیم ٹُھک لُوژُوم کنا تھے کائے بیانی
دنگ نیلو گُمک رحیم خان گوئی دروگُمک بسُوتو
کھارو میارو دے گا بُن یُوٹو لیلیتو تھریگا
یُونج موز ژکالے گئے ثے گوئی اے رونالے تھریگا

ترجمہ:

او! رکل کی طرح پاک، کمال کے بیٹے رحیم (رکل مارخور کی ایک نسل ہے جسے شن گندگی سے پاک سمجھتے ہیں)

تو جہاں جاتا ہے بلا کا معرکہ ہوتا ہے
اے دودھ کے پیالے کی مانند کمالؔ کے بیٹے رحیمؔ
تجھے ہم اپنی آغوش میں اور ابرو پر بٹھائیں گے
او کمال کے، موتی جیسے بیٹے رحیم
ہم تجھ کو گلے کا ہار بنائیں گے
اے رحیم خان تو گلیشیئر کے ککّر کی مانند ہے
تیرے ہی دم سے ہماری زمینوں پر ککّر کی تہ جمتی ہے
تو نے جنگل میں مارخوروں کا اتنا شکار کیا
کہ پورے جنگل کو خون میں نہلا دیا
لوگوں نے چاندنی راتوں کو گوشت جمع کیا
تین دیہاتوں میں صفِ ماتم بچھ گئی (نوٹ: یہاں مارخور سے مراد دشمن ہے)

گیت نمبر۲۔ شادی بیاہ کا گیت

ٹونگی تاوَ بیرو مغلوٹ ٹونگی تاوَ بیں رُانا نہ دون
ٹونگی تاوَ آ کی رُانا ٹونگی تاوَ پلولویو مقپونا
ٹونگی تاوَ آ کی رُانا

ترجمہ:

اے شیر نر مغلوٹ ہم توے کو چولہے پر
اس وقت تک نہیں رکھیں گے جب تک تو خود اسے نہیں رکھتا
اے بلتستان کے راجا مقپون
ہم توے کو اس وقت تک چولہے پر
نہیں رکھیں گے جب تک تو خود اسے نہیں رکھتا
(گلگت میں توے کو چولہے پر رکھ کر شادی کی رسومات کا باقاعدہ آغاز ہوتا ہے)

ان گیتوں کے شاعر نامعلوم ہیں لیکن یہ سینہ بہ سینہ، نسل در نسل منتقل ہوتے رہے ہیں۔ سولہویں صدی میں اسلام کی آمد کے بعد شِنا شاعری میں حمد، نعت، منقبت، مرثیہ اور دعائیہ اصناف سخن شامل ہوئیں۔

1.1.1- آخوند محمد رضا

شِنا کے قدیم شعراء میں معلوم نام آخوند محمد رضا کا ہے۔ ان کا دور غالباً سترہویں صدی کا ہے۔ آپ گلگت میں اسلام پھیلانے والے مبلغین کی اولاد میں سے تھے۔ چونکہ یہ لوگ ایران سے آئے تھے اس لئے فارسی بولتے تھے۔ اس دور میں فارسی یہاں کی مذہبی زبان تھی۔ آخوند محمد رضا نے فارسی رسم الخط کی مدد سے اپنا شِنا کلام کاغذ پر منتقل کیا۔ انگریزوں کے دور میں ان کا کلام سکولوں میں پڑھایا جاتا رہا لیکن بعد میں یہ سلسلہ منقطع ہوگیا۔ محمد رضا کا عارفانہ کلام خاص کر ان کی دعائیہ نظمیں زبان زد خاص و عام تھیں۔ ان کے چند اشعار ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔

ان کے عارفانہ کلام کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو:

گنہگار تو ہون بو صفت رہ خدائے
مچار نے تھے نِر جہ دنیاتیٔ بلائے

سنئی ناس شیطان سہ شاکوک تو واری
خبر وی اَکو دوزخئی او عذابیٹ

تھنک نے تھے عمرئی کھورئی بٹ پھٹنگ بئ
دنیاتیٔ ہلال سہ وفا کونی پھش تھئ

سمون ہوُسی دئی استقالی شرو سہ
جوانئی بزونج پھنرسہ بہار تھئ

اکو مست تھے نے سو جوانئی نے راتر
غفور الرّحیم سہ چکیٔ نو تو واری

خبر نوش لسئیو دنیاتیٔ پھیالے رو
مھوٹے پلیگن مھیِ اک بٹیرو

اجل سے گنی گن شنگالیک ہتے رو
اُسئین وی چھورے گن بلائی ڈوٹیرو

ہتھ اک گِن اتھیو رحمتئی دارے واری
بہشتئی بیاکک پرئیئی توٹ رحیم سہ

ترجمہ

* اے گنہگار! اٹھ اور خدا کی صفت بیان کر اور نیند کی مستی میں دنیا کی بلاؤں میں خود کو غلطاں نہ کر۔
* شیطان ملعون تیرے لئے نت نئے جال پھیلا رہا ہے۔ تو ان سے بچ اور دوزخ کے عذاب کی فکر کر۔
* تو زندگی کے ساتھ ٹیک مت لگا کیونکہ اس کی بنیاد کمزور ہے اور یہ ناپائیدار ہے۔ دنیا کی دلہن تیرے ساتھ وفا نہیں کرے گی۔
* جوانی کی بہار میں پھول تو کھلتے ہیں لیکن بڑھاپے کی خزاں ان کو اجاڑ دیتی ہے۔

* توجوانی کی راتوں میں بے خبری میں مت سوجا کیونکہ وہ غفورالرّحیم تجھے ہر وقت دیکھ رہا ہے۔
* تو بے خبری میں دنیا کے تھال کو چاٹ رہا ہے جبکہ یہ ایسا ہی ہے جیسے پتھر کے اوپر تھوڑا سا شہد مل دیا گیا ہو جو ذرا سی دیر میں ختم ہو جائے گا اور تجھے پتھر کے سوا کچھ نہ ملے گا۔
* اجل ہتھکڑی تھامے کھڑی ہے اور بلاؤں کے پھندے تیرے منتظر ہیں۔
* اٹھ! اور اس کی درگاہ سے رحم کی بھیک مانگ وہ تجھے بخش دے گا اور جنّت میں تیرے لئے ایک بہترین جگہ بنا دے گا کیونکہ وہ کریم ہے۔

1.2- قدیم نثری ادب

دوسری زبانوں کی طرح شِنا زبان کا قدیم نثری ادب بھی ضرب الامثال، کہاوتوں اور لوک کہانیوں سے مملو ہے۔ شِنا میں لوک کہانیوں کا ایک ذخیرہ ہے۔ ان میں مقامی ثقافت، رسم و رواج، عقائد اور معاشرتی قدروں کا رنگ غالب ہے۔ ان کہانیوں میں جہاں بہادری، دانشمندی، عشق و محبت، اخلاقیات اور پند و نصیحت کا عنصر ہے وہاں کاہن، دیو، پری، چڑیل اور اس قبیل کی دوسری مافوق الفطرت چیزوں کے ذکر کی بھی بھرمار ہے۔ چونکہ یہ علاقہ پہاڑی ہے اس لئے یہاں کی زیادہ تر کہانیاں جنگلی حیات کے ذکر سے معمور ہیں۔ شین جنگجو ہیں اس لئے شِنا کی لوک کہانیوں میں جنگی سورماؤں کے کارناموں کا ذکر غالب ہے۔ دو کہانیوں کا اردو ترجمہ ملاحظہ ہو:

شرارتی گدھے کی کہانی

پہلے وقتوں کی بات ہے کہ ایک آدمی کے گھر میں ایک گدھا تھا، اُس گھر میں ایک پالتو کتیا بھی تھی۔ کتیا نے بچے دیئے۔ پلے ذرا بڑے ہوئے تو بہت زیادہ اُچھل کود کرنے لگے۔ وہ آدمی ان پلوں کے کھیل کود اور پیاری حرکتوں کو دیکھ کر خوش ہوتا تھا۔ وہ ان کا بہت خیال رکھتا تھا۔ گدھے نے اپنے دل میں سوچا کہ مالک کام تو مجھ سے لیتا ہے اور خیال ان کا رکھتا ہے کیوں نہ میں بھی ان کی طرح اچھل کود کروں۔ گدھے نے دولتیاں مارنی شروع کیں۔ مالک سمجھا کہ گدھے کو بھڑ نے کاٹا ہے لیکن جب دیکھا کہ ایسی کوئی بات نہیں تو اس نے تنگ آ کر گدھے کو ڈنڈے سے اتنا مارا کہ وہ اُچھل کود ہی بھول گیا۔

دو لڑکیوں کی کہانی

ایک دفعہ کا ذکر ہے ایک بادشاہ کی لڑکی اور ایک غریب لڑکی جو گنجی تھی تو نبے لے کر پانی لینے ایک کنویں پر گئیں۔ بادشاہ کی لڑکی کے ہاتھ سے تونبا گرا اور ٹوٹ گیا۔ غریب کی لڑکی ہنسی تو بادشاہ کی لڑکی روئی۔ دوسری لڑکیوں نے کہا تو بادشاہ کی لڑکی ہو کر تونبے کے لئے روتی ہے۔ بادشاہ کی لڑکی نے کہا میں تونبے کے لئے نہیں بلکہ اس لئے روتی ہوں کہ گنجی لڑکی نے میرا مذاق اُڑایا ہے۔

2- جدید شعری ادب

جدید شِنا شاعری کی ابتداء انیسویں صدی کے اواخر سے ہوتی ہے اور آخوند مہربان علی اس قافلے کے ہراول دستے میں شامل ہیں جبکہ بعدازاں خلیفہ رحمت جان ملنگ، غلام نبی وفا، عبداللہ ملنگ، فضل الرحمٰن عالمگیر راجی الرحمت نظر، پیر چلاسی، امین ضیاء، عبدالخالق تاج اور بہرام شاد نے اس سلسلے کو آگے بڑھانے میں نمایاں کردار ادا کیا -

2.1- آخوند مہربان علی

آپ کا تعلق گلگت شہر سے تھا اور شِنا شاعری میں آپ بلند مقام کے حامل تھے۔ مذہبی عالم تھے۔ شنا میں مرثیہ گوئی کے مبتدی مانے جاتے ہیں۔ آپ کی کہی ہوئی حمدیں، نعتیں اور مرثیے بہت مشہور ہوئے۔ آپ کا دور انیسویں صدی کے اواخر سے لے کر بیسویں صدی کے وسط کا ہے۔ آپ نے انیس سو پچاس کی دہائی میں تقریباً 80 سال کی عمر میں وفات پائی۔

مندرجہ ذیل مرثیے میں آپ نے شب عاشور میں حضرت امام حسینؓ اور حضرت زینبؓ کے درمیان مکالمہ بیان کیا ہے۔

وہ لا مئی چھگئ پھونر فاطمہؓ ئی نور نظر
رًا گہ سس غم سمرون شیر خدائی لخت جگر

ترجمہ:۔ اے میرے چمن کے پھول اور فاطمہؓ کے آنکھوں کی روشنی، اے شیر خدا کے جگر پارے۔
آ! بہن بھائی آپس میں مصائب وآلام بانٹیں۔

شھیدی تھئ حصہ بوت بدے ہنوک مئی حصہ بوت
قتل گاہ تھئ حصہ بوت شامئ سفر مئی حصہ بوت

ترجمہ: شہداء آپ کے حصّے میں اور اسیرانِ شام میرے حصّے میں، قتل گاہ آپ کے حصّے میں اور شام کا سفر میرے حصّے میں۔

2.2- خلیفہ رحمت جان ملنگ

خلیفہ رحمت جان نام اور ملنگ تخلص تھا۔ آپ شِنا کے عظیم شاعر مانے جاتے ہیں۔ پنیال کے ایک مذہبی گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے والد اسماعیلی فرقے کے خلیفہ یعنی مولوی تھے اس لئے رحمت جان کو خلیفہ کہا جاتا تھا، لیکن طبیعت

عاشقانہ تھی۔ وہ یورمس نامی دوشیزہ سے عشق کرتے تھے جس کی شادی کسی اور سے ہوگئی۔ محبت میں ناکامی پر ملنگ کو بہت صدمہ ہوا اور ترک وطن کا ارادہ کیا لیکن بڑوں نے روک دیا۔ اس غم نے ملنگ کی دنیا ہی بدل دی اور دین کا یہ داعی یورمس کا دیوانہ بن گیا۔ وہ یورمس کے عشق میں شعر کہتا اور کوچہ کوچہ اپنے کلام کو بے خودی کے عالم میں گاتا پھرتا۔ لوگوں نے اس کو ملنگ کا خطاب دیا۔ یوں وہ رحمت جان سے ملنگ بن گیا۔ ملنگ چونکہ فارسی پر دسترس رکھتا تھا اس لئے شعر گوئی کے اصولوں اور قواعد کو جانتا تھا۔ اس کے علاوہ مذہبی تعلیم و تربیت اور سچے عشق نے اس کے کلام میں نکھار اور شائستگی پیدا کی۔ اس نے جو کچھ کہا وہ معیاری کہا۔

''گلزار ملنگ'' کے نام سے ان کا کلام 1960ء کے عشرے میں چھپ چکا ہے۔ ان کی شاعری مروجہ روایات سے ہٹ کر تھی۔ ان کے کلام میں فارسی اور اردو شاعری کی طرح وزن، بحر اور دیگر اصولوں کا خیال رکھا گیا ہے۔ گویا ملنگ نے شنا شاعری کو ایک نیا رخ دیا۔ ملنگ کا انتقال 1960ء کی دہائی میں تقریباً نوے سال کی عمر میں ہوا۔

نمونہ کلام:۔

قلم یاین کاغذے ساتھ خیال بوجن یورمَسے ساتھ

فلک نہ چد ملنگے ساتھ ظلم تھین ہزار رنگے ساتھ

گلہ ہن مئی خدائٹ سوال نوش مئی ہر گدائیٹ

خبر تھا لہ مئی برائیٹ ملنگ گئو ماتم سرائیٹ

دنیاتر کھون تھے تھونس تھے تیار تھے پھت تھے بونس

بھہ گہ نے مرے تھے رونس شرمندہ بے تو کھر وونس

ترجمہ: میرا قلم کاغذ پر چل رہا ہے لیکن خیالات یورمس کے ساتھ ہیں۔ اے فلک تو ملنگ کے ساتھ ضد نہ کر اور اس کے ساتھ ظلم روا نہ رکھ۔

میں ہر گدا سے کچھ نہیں مانگتا۔ میرا خدا سے گلہ ہے کیونکہ میں اسی سے مانگتا ہوں اور وہ ہر بار مجھے خالی ہاتھ لوٹا دیتا ہے۔ اے لوگو! میرے محبوب کو خبر کردو کہ اس کا ملنگ غم منانے کے لئے ماتم سرا جا رہا ہے۔

انسان دنیا کی محبت میں اتنا مگن ہوتا ہے کہ وہ خدا کو بھول کر کمانے میں لگا رہتا ہے جب

موت سامنے آتی ہے، جو ہر ذی روح کا مقدر ہے تو پھر رو رو کر خدا سے زندگی کی بھیک مانگتا ہے، لیکن اس وقت کوئی دعا کام نہیں آتی اور انسان شرمندہ ہو کر خدا کے حضور پیش ہوتا ہے اور سب کچھ پیچھے رہ جاتا ہے۔

2.3- عبداللہ ملنگ

جدید شعراء میں عبداللہ ملنگ کا نام سرفہرست ہے۔ عبداللہ نام اور ملنگ تخلص ہے۔ اگر ان کو شنا شاعریٰ کا ملنگ ثانی کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ ملنگ ثانی نے شنا شاعری میں ردیف، قافیے اور بحر کی مضبوط طرح ڈالی۔ ان کا کلام بھی پائے کا ہے جو عشقیہ شاعری سے لبریز ہے۔ آپ کی عمر تقریباً ستر سال ہے۔

نمونہ ءکلام:

مئی گل اندام لائے دورے وار بُوجئ　　　پنزئی یون تو تین بورے وار بُوجئ
بُلیچ اِک تھر دے غمو کے وار بُوجئ　　　کمبخت نو جیئو باغمے وار بُوجئ
مئ جیئ لیل مئی بن بنے وار بُوجئ

ترجمہ:۔ میرا محبوب مجھ سے رخصت ہو کر دور جا رہا ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے پندرھویں کا چاند (شنا میں چودھویں کے چاند کو پندرہویں کا چاند کہا جاتا ہے) غروب ہو رہا ہے یا پھر کوئی رام چکور (ایک پرندہ ہے جو برف میں رہتا ہے) اُڑ کر گلیشیئر کی طرف جا رہا ہے۔ (پہاڑی علاقوں میں پرندے دن ڈھلتے ہی اونچے پہاڑوں میں چلے جاتے ہیں)۔ محبوب کے بچھڑ جانے سے میرا کمبخت دل مغموم ہے اور خونِ دل میری نس نس میں پھیلتا جا رہا ہے۔

ان کے کلام کا ایک اور ٹکڑا ملاحظہ ہو:

تھئی غم مٹ ہمیشہ بی　　　تھئی صورت گہ مٹ شیشہ بی
تھئی نظر مٹ دیوالہ بی　　　قلم گنوک وارہ بی
کاغذر عشقئ قصہ بیش　　　قلم تھرک بے دو حصہ بی

ترجمہ:۔ میرے محبوب! میں ہمیشہ سے تیرے غم میں ڈوبا ہوا ہوں اور مجھے ہر وقت تیری صورت نظر آتی

رہتی ہے اور جب تیری نظر مجھ پر پڑتی ہے تو میں بے حال ہو جاتا ہوں۔ جب میں اپنے عشق کی داستان لکھنے لگتا ہوں تو میرا قلم میرے درد بھرے الفاظ کو برداشت نہیں کرتا اور ٹوٹ کر دو حصّوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔

2.4- فضل الرحمان عالمگیر

آپ کا شمار بھی شِنا کے معروف شعراء میں ہوتا ہے۔ فضل الرحمٰن نام اور عالمگیر تخلص ہے۔ آپ شنا زبان کے جدید تعلیم سے آراستہ پہلے شاعر تھے۔ آپ کے کلام میں تنوّع ہے لیکن ملیّ نغموں کی وجہ سے زیادہ شہرت پائی۔ آپ صاحبِ فراش ہو چکے ہیں، آپ کی عمر 70 سال ہے۔

نمونہ کلام:۔

محبتیٔ گونی ٹک تھے نے توس اکی تھر کہہ تھگے وعدہ وفائی تھے نے بدل نظر کہہ تھگے
مہ در بدر کہہ تھگے، نے مہ بالکل ٹھر کہہ تھگے منزل تھئی چھلی اشی تو، مہ سانچ تس سفر کہہ تھگے

ترجمہ:۔ اے میرے محبوب! تم نے محبت کی ڈور خود ہی باندھی اور پھر خود ہی اس کی گرہ کھول دی۔ خود ہی وفا نبھانے کا وعدہ کیا اور خود ہی بے وفائی کی۔ مجھے در بدر کیوں کیا؟ پھر مجھ سے فاصلہ کیوں کیا؟ اگر تیری منزل مجھ سے الگ تھی تو پھر میرے ہمسفر کیوں بنے تھے۔

2.5- غلام نبی وفا

آپ پیشے کے اعتبار سے مدرس ہیں۔ آپ بھی قادر الکلام شاعر ہیں۔ زیادہ تر وطن کے گیت کہتے ہیں۔ عمر کی ستر بہاریں دیکھ چکے ہیں۔

نمونہء کلام:۔

تھئی بیئی وئی مٹ زم زمے جو کم نُوش تھئی شُوکو داس مٹ گلشنے جو کم نوش
سویٹزر لینڈ گہ لندنے جو کم نوش گلیت ہگلیت ہن مئی ہرلئی رَینگات

ترجمہ:۔ اے میرے پیارے گِلگت تیری بنجر زمین میرے لئے گلشن سے کم نہیں اور تیری ندیوں کا پانی میرے لئے زم زم سے کم نہیں۔

گِلگِت تو خیر گِلگِت ہے، ہرلی کی بنجر اور ناہموار زمین بھی میرے لئے سوئٹزرلینڈ اور لندن سے کم

نہیں۔(گلگت کو شِنا میں گلیت کہتے ہیں اور ہرَ لی گلگت کے نزدیک ایک پہاڑ کی چوٹی پر واقع بے آب وگیاہ میدان کا نام ہے۔)

2.6- محمد امین ضیا

محمد امین نام اور ضیا تخلص ہے۔ پیشہ تدریس ہے۔ شِنا زبان کے محقق ہیں۔ براڈ کاسٹنگ کے شعبے سے بھی ایک عرصے تک منسلک رہے ہیں۔ شِنا اور اردو دونوں زبانوں میں شاعری کرتے ہیں۔آپ کی عمر 60 سال ہے۔''سان'' کے نام سے آپ کا مجموعہ کلام 1974ء میں چھپ چکا ہے۔آپ کے کلام میں تقریباً تمام اصناف سخن پائی جاتی ہیں لیکن غزل گوئی میں زیادہ نام کمایا۔

نمونہ ءکلام:۔

چکون زندہ مہ شہریَ اکی نے مہ نوش توم جلئ خبریَ اکی نے

نوش اعتبار مئی ڈاکٹرجہ اکی نے بلین ہن ٹک تھئ چادریَ اکی نے

ترجمہ:۔اے میرے محبوب ویسے تو میں تیرے شہر میں زندہ ہوں لیکن مجھے اپنی جان کی کوئی خبر نہیں ہے۔ مجھے جو بیماری لگی ہے اس کا علاج کسی ڈاکٹر کے پاس نہیں ہے بلکہ میرے مرض کی دوا تیری چادر کے پلو میں بندھی ہوئی ہے۔(شمالی علاقہ جات میں خواتین روزمرہ استعمال کی چھوٹی چھوٹی چیزوں کو اپنے دوپٹے کے پلو میں باندھتی ہیں۔)

2.7- راجی الرحمت نظر

راجی الرحمت نام اور نظر تخلص تھا۔ تدریس ان کا پیشہ تھا۔آپ کا شمار شِنا کے صاحب طرز شعراء میں کیا جاتا ہے۔ پائے کے شعر کہتے تھے۔آپ نے شِنا کے علاوہ اردو میں بھی معیاری شاعری کی ہے۔سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام سے ان کے نعتیہ کلام کا مجموعہ چھپ چکا ہے۔آپ کو شمالی علاقوں میں استادالشعراء کا درجہ حاصل ہے کیونکہ موجودہ دور کے تقریباً تمام شعراء اور ادباء نے آپ کے آگے زانوئے ادب تہ کیا ہے۔آپ کو اردو ادب پر ملکہ حاصل تھا۔غالب، میر، دردؔ اور اقبال سمیت تمام نامور شعراء کے کلام کی تشریح اتنے خوبصورت انداز میں کرتے تھے کہ سننے والوں پر ایک وجد سا طاری ہوتا تھا۔ گورنمنٹ ہائی سکول گلگت میں جب آپ اردو کا درس دیتے تو باہر سے بھی بہت سے ادبی ذوق رکھنے والے لوگ خصوصی اجازت لے کر کلاس میں بیٹھ جاتے تھے۔گویا شمالی علاقوں میں اردو شاعری اور ادب کا ذوق صیقل کرنے میں نظرؔ کا کردار کلیدی

اہمیت رکھتا ہے۔ آپ کا اردو کلام ملک کے بڑے بڑے اخبارات اور جرائد میں چھپتا رہا ہے۔ آپ نے 1990ء کے اوائل میں تقریباً اسی سال کی عمر میں وفات پائی۔

نمونہء کلام:۔

نوم تھئی مصطفیٰ ہنو بوٹے خلق جو اعلیٰ ہنو
خدا نے بعد از خدا ہنو دنیاتئ رہنما ہنو
صلی علیٰ محمدؐ تو رحمت خدا ہنو

ترجمہ:۔ آپؐ کا اسم گرامی مصطفیٰ تمام سے اعلیٰ ہے۔ آپؐ خدا تو نہیں لیکن خدا کے بعد آپؐ ہیں۔ آپؐ پر درود ہو۔ آپؐ دنیا کے رہنما اور خدا کی طرف سے رحمت ہیں۔

تھئی اتھالی شان ہنی تھئی دِش تو لامکان ہنی
قربان تُو جو مئی جان ہنی تھئی صفت گران ہنی
تھئی معجزے پشی گہ نے دنیات یُوٹی حیران ہنی

ترجمہ:۔ آپؐ کی شان بلند ہے۔ آپؐ کا مقام لامکاں ہے۔ میری جان آپؐ پر قربان۔ آپؐ کی صفت بیان کرنا مشکل ہے۔ آپؐ کے معجزے دیکھ کر سارا جہاں حیران ہے۔

2.8- پیر غلام نصیر چلاسیؔ

پیر غلام نصیر چلاسیؔ کی شاعری مکمل طور پر مذہبی ہے۔ چلاس سے تعلق ہے اور اسی مناسبت سے چلاسیؔ تخلص کرتے ہیں۔ حمد اور نعت گوئی میں یکتا مانے جاتے ہیں۔ آپ کے شِنا عارفانہ کلام پر مبنی دو کتابیں ''زادِ سفر'' اور ''جواہر چلاسی'' چھپ چکی ہیں۔ آپ کی عمر اسی سال سے کچھ زیادہ ہے۔

نمونۂ کلام:۔

محمد مصطفیٰ محبوب رب ہوں شفیع المذنبینؐ شاہ عرب ہُوں
نبیانی بوٹے مخلوقو سردار سئے سردار آئیں عالی نسب ہُوں

(ترجمہ: محمد مصطفیٰ محبوب رب العالمین ہیں۔ شفیع المذنبین اور شاہ عرب ہیں۔ تمام انبیاء علیہم

السلام اور مخلوق کے سردار ہیں- ان سب کے سردار اور عالی نسب ہیں)

2.9- عبدالخالق تاجؔ

عبدالخالق نام اور تاجؔ تخلص ہے۔ پیشہ سرکاری ملازمت ہے۔ جدید شعراء کی صف اوّل میں شمار ہوتے ہیں۔ ہر صنف میں شاعری کرتے ہیں۔ اردو میں بھی اچھے شعر کہتے ہیں۔ آپ کا شمار شِنا کے صف اوّل کے محققین میں بھی ہوتا ہے۔ آپ کی عمر ساٹھ سال کے لگ بھگ ہے۔

نمونۂ کلام:۔

مہ پاگل کلی یا دیوانہ کلی — توم دوروير وان او مستانہ کلی
تین اکوٹ کلی یا بیگانہ کلی — آلو نوس تھئے داریر اکو ظلمئ نشانہ کلی

ترجمہ:۔تم مجھے پاگل یا دیوانہ سمجھو، میں ہمیشہ تمھاری گلی میں آتا رہوں گا خواہ تم مجھے اپنا سمجھو یا بیگانہ سمجھو، میں ہمیشہ تمہارے در پر فریادی بن کر آتا رہوں گا کیونکہ میں تمہارے ہی ظلم کا نشانہ بنا ہوں۔

2.10- گوہر علی گوہرؔ

گوہر علی نام اور گوہرؔ تخلص کرتے ہیں۔ آپ کی شاعری وطن کی محبت سے معمور ہے۔ عشقیہ شاعری بھی کرتے ہیں۔ ان کا کلام ٹھیٹھ شِنا میں ہوتا ہے، اردو اور فارسی کی آمیزش سے تقریباً پاک ہوتا ہے۔ آپ کی عمر ستر سال ہے۔ اب ترک وطن کرکے ایران میں آباد ہو چکے ہیں۔ آپ کی شِنا شاعری پر مشتمل کتاب ''رِچھالئی مشاَلو'' چھپ چکی ہے۔

نمونہ کلام:

گوری لو گلاب ایک چمنئ بہارور ہن — جَلی جین پے اوشیک بُول بوک انتظارر ہن
شرو ویوشنگ تو تھئ پھونارو قطارور ہن — جیکٹ چٹ تھے لِپ تھوک تھئ نیت ہن
نو شروع شروع بہاریر پھونین گنہگارور ہن

ترجمہ:۔ اے میرے محبوب! تیرے چمنستان بہار میں ایک مرجھایا ہوا گلاب بھی ہے جس کی پتیاں ہوا کے کسی بھی جھونکے سے بکھر سکتی ہیں۔ یہ گلاب زیادہ سے زیادہ خزاں کا انتظار کر سکتا ہے۔ میرے محبوب تو اسی گلاب کو توڑ کر پھینکنے کے درپے ہے جو سب سے پہلے تیرے چمن میں کھلا تھا۔

2.11- جمشید خان دکھی

جمشید خان دکھی موجودہ شعراء میں اہم مقام رکھتے ہیں۔ان کی شِنا شاعری زیادہ تر وطن پرستی پر مبنی ہے۔غزل گوئی کے علاوہ مذہبی شاعری بھی کرتے ہیں۔آپ کا اردو کلام بھی بلند پائے کا ہے۔نمونہ ءکلام ملاحظہ ہو:

تومِ جیلیئی یاریٹ مس خبر تھگہ نوس
تومِ یاد مئی ھیئے جو وئی تُس ہر تھِگہ نوس
لوکیار گہ چودئی چھیلے تومِ یراک تھے
جگو موھجوہ تو معتبر تھِگہ نوس
صبرئی بالی تومی ژکالوجو
مس تھئی جکورو برابر تھِگہ نوس
لائم وفا تو بے وفا جو تھے
اکو اُولیہ مس دربدر تھِگہ نوس

ترجمہ: میں نے اپنے محبوب کو پیغام بھیجا ہے کہ وہ آئے اور میرے دل سے اپنی یاد کو نکال کر لے جائے۔اے میرے محبوب جلد بازی اور طعنوں کو اپنی پوشاک بنا کر میں نے تجھے لوگوں کی نظروں میں معتبر بنا دیا ہے۔میں نے صبر کی رسّی کو اتنا کھینچا ہے کہ وہ تیری دراز زلفوں کے برابر ہوگئی ہے۔تجھ جیسے بے وفا سے وفا کی امید کر کے میں نے خواہ مخواہ اپنے آپ کو دربدر کیا ہے۔

2.12- بہرام خان شاد

ڈاکٹری کے پیشے سے منسلک ہیں۔شِنا کے بلند پایہ شاعروں میں سے ہیں۔غزل بھی کہتے ہیں اور مذہبی شاعری بھی کرتے ہیں۔عمر پچپن سال سے زیادہ ہے۔نمونہ ءکلام ملاحظہ ہو:

اچھئی اے اچھیور وی تو مس حِکہ موس
خیالاتو مجا اچھیور نشہ موس
اچھو گوُٹو مارر قسمت تولہ موس
مس یارئی اچھیور تومِ نقشہ پاشموس

ترجمہ: میں محبوب کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر دیکھتا ہوں اور پھر خیال ہی خیال میں اس کی آنکھوں میں کھو جاتا ہوں۔ میں اپنے محبوب کی آنکھوں کی گہرائی میں اپنی قسمت کا اندازہ لگاتا ہوں کیونکہ یار کی آنکھوں میں مجھے اپنا نقشہ نظر آتا ہے۔

3- شِنا کے محقّقین اور نثر نگار

انیسویں صدی کے وسط تک اس علاقے کی زبانوں کے بارے میں کوئی معلومات دستیاب نہیں تھیں۔ وسط ایشیاء میں روسی فتوحات اور پامیر کی طرف روسیوں کی پیش قدمی کی وجہ سے سرکار انگلشیہ نے ان علاقوں میں اپنے کارندے بھیجنے شروع کئے۔ بعد میں گلگت میں برٹش ایجنسی کے قیام سے انگریز افسر بھی آئے۔ ان لوگوں نے سرکاری فرائض کے ساتھ ساتھ ان علاقوں کی ثقافت، تہذیب، تاریخ، رسم ورواج اور زبانوں پر بھی تحقیق کی۔ ان میں جارج ہائیوارڈ، جی۔ ٹی۔ وائن۔ فریڈرک ڈریو وغیرہ شامل تھے۔ جنھوں نے پہلی دفعہ ان علاقوں میں بولی جانے والی زبانوں کی نشاندہی کی جس کے نتیجے میں بعد میں آنے والوں کو یہاں کی زبانوں پر کام کرنے کا خیال آیا۔

ڈاکٹر لائٹنر پہلے یورپی ہیں جنھوں نے اس علاقے میں گھوم پھر کر یہاں کے رسم ورواج، تاریخ، جغرافیہ، قبائل، توہمات اور زبانوں پر ذرا تفصیل سے کام کیا اور 1866ء میں اپنی کتاب ''دردستان'' چھاپی جس میں شنا زبان کے کئی نمونے، لوک گیت اور لوک کہانیاں شامل ہیں۔ اس کتاب کی تین جلدیں مختلف عنوانات کے ساتھ چھپ چکی ہیں۔ ان کے بعد ایک اور انگریز پولیٹکل ایجنٹ کرنل جان بڈلف نے اس کام کو آگے بڑھایا اور ''ہندوکش کے قبائل'' کے نام سے 1880ء میں ایک کتاب شائع کی جس میں شنا کے ذخیرۂ الفاظ اور گرامر کا خاکہ پیش کیا۔ ایک اور محقق لارڈ کننگھم (Lord Cunningham) نے بھی 1853ء میں شِنا اور دردی زبانوں کے کچھ الفاظ شائع کئے۔ کرنل لاریمر نے 1924ء میں ''گلگت فونیٹکس'' کے نام سے ایک کتاب چھاپی جس میں شنا اور بروشسکی کا ذخیرۂ الفاظ شامل تھا۔ شنا پر منظم اور نسبتاً تفصیلی کام گراہم بیلی نے 1908ء میں شروع کیا۔ 1924ء میں ''گرامر آف شنا'' کے نام سے ان کی ایک مبسوط کتاب شائع ہوئی۔ انھوں نے زیادہ تر شنا کے صوتیاتی نظام (Sound System)، خاص کر زیریں سعودی سر (Low Rising Tone) پر تحقیق کی اور اس کا تفصیلی خاکہ پیش کیا۔ پھر جارج گریئرسن نے بھی اس بحث میں حصہ لیا اور 1924ء میں اپنی کتاب (Linguistic Survey of India) میں شِنا کی تاریخ اور لسانی رشتوں کا شرح وبسط کے

ساتھ محاکمہ کیا ۔مگر یہ تمام کام انگریزی میں تھا۔

ایک پاکستانی محقق ڈاکٹر شجاع ناموس نے 1961ء میں ''گلگت اور شنا زبان'' کے نام سے ایک ضخیم کتاب اردو میں شائع کی جس میں شِنا زبان اور شین قوم کی تاریخ،شِنا کی گرامر اور شنا زبان کے نمونے شامل ہیں۔

یونیورسٹی آف مینز (Mainz) جرمنی کے ڈاکٹر جارج بدروس 1955ء سے شنا پر تحقیق میں مصروف ہیں۔وہ ''شنا ادب کی ابتداء'' کے نام سے ایک کتاب مرتب کر رہے ہیں۔بدروس وہ واحد مغربی محقق ہیں جو ٹھیٹھ شِنا میں بات کرتے ہیں۔ انہوں نے شِنا کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ شاعری کے بہت سے نمونے بھی جمع کیے ہیں جن کا وہ جرمنی میں ترجمہ شائع کرنا چاہتے ہیں۔اس کے علاوہ وہ جرمن زبان میں شِنا گرامر بھی لکھ رہے ہیں۔چونکہ وہ شِنا سمجھتے ہیں اور سنسکرت اور فارسی پر بھی عبور رکھتے ہیں۔اس لئے توقع ہے کہ گراہم بیلی، بڈلف، امین ضیاء اور ناموس کی لکھی ہوئی گراموں کے مقابلے میں ان کی کتاب زیادہ درست اور مکمل ہوگی۔

گراہم بیلی، ڈاکٹر ناموس اور دیگر محققین کے کام کا تقابلی جائزہ پیش کرتے ہوئے بدروس کہتے ہیں کہ بیلی کی کتاب علم سماع (Phonological) کے دور سے پہلے لکھی گئی تھی۔اس لئے اس میں بہت کم ذخیرہ الفاظ شامل ہے اور شِنا متن بھی خال خال نظر آتا ہے تاہم ان کے ہاں Notations دوسرے محققین کے مقابلے میں زیادہ صحیح ہیں۔

1980ء میں ایک مقامی محقق امین ضیاء نے شنا گرامر ترتیب دینے کا بیڑا اٹھایا۔امین ضیا چونکہ ڈاکٹر بدروس جیسے معتبر ماہر لسانیات کی تحقیق میں ان کی معاونت کر رہے تھے اس لئے انہیں ان کی رہنمائی بھی حاصل رہی۔انہوں نے 1985ء میں ''شِنا قاعدہ اور گرامر'' شائع کی۔شِنا پر شِنا میں کسی اہل زبان کی طرف سے یہ پہلی سنجیدہ کوشش تھی۔ایک اور مقامی محقق عبدالخالق تاج نے 1986ء میں شِنا قاعدہ ترتیب دیا جو چھپ چکا ہے۔ان کے مرتب کردہ شِنا بھولے بسرے الفاظ منظوم علی کی تالیف کردہ کتاب ''قراقرم ہندوکش'' میں چھپ چکے ہیں۔آپ ''تاج اللغت'' کے نام سے شِنا کی لغت ترتیب دے رہے ہیں۔1980ء میں ایک اور پاکستانی محقق غلام محمد نے دردستان کی لوک کہانیوں، تہواروں، تاریخ اور رسم و رواج پر مشتمل کتاب (Festivals and Folklore of Gilgit) شائع کی۔

ایک اور مقامی محقق پروفیسر عثمان علی نے بھی شنا کی تاریخ پر عمیق تحقیق کی ہے۔''شنالوجی''، ''گلگت کی روگ کہانی'' اور ''قراقرم کے قبائل'' کے نام سے ان کی تین کتابیں چھپ چکی ہیں جن میں شِنا زبان کی تاریخ اور شین قوم پر خاطر خواہ بحث کی گئی ہے۔منظوم علی کی کتاب ''قراقرم ہندوکش'' قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد کے رسالے ''Journal of Central

Asia'' کی کئی جلدیں اور گورنمنٹ ڈگری کالج گلگت کے رسالے'' سدپارہ'' کے ''بلورستان نمبر''میں نامور محققین نے شِنا زبان کے مختلف پہلوؤں پر مضامین لکھے۔اس کے علاوہ کرنل الجرنان ڈیورنڈ نے اپنی کتاب(The Making of a Frontier)میں دردی قوم اور زبانوں کی تاریخ پر ایک باب لکھا جبکہ اپنی کتاب ''بلورستان دردستان''میں کارل جٹمار نے علاقے کی لسانی اور نسلی تاریخ پر بحث کی۔ایک امریکی محقق کارلا ریڈلوف قائداعظم یونیورسٹی کے مطالعہ پاکستان کے قومی ادارے کے تحت شِنا پر کام کررہی ہیں۔ان کے تحقیقی کام پر مشتمل دو کتابیں چھپ چکی ہیں، جو چھ جلدوں میں ہیں۔ان کتابوں میں"Aspects and sound system of Shina" اور "Folk Tales in the Shina of Gilgit" شامل ہیں۔یہ تحقیقی کام قائداعظم یونیورسٹی کے مطالعہ پاکستان کے قومی ادارے کے تحت ہورہا ہے۔پیٹر ہوک نے گلتری کی شِنا پر تحقیق کی اوران کی کتاب 97-1996ء میں شائع ہوئی۔ڈاکٹر رتھ لیلیٰ شمٹ نے کوہستانی شِنا پر اپنا تحقیقی کام چھپوایا ہے۔راج پروہت نے 1983ء میں دراس میں بولی جانے والی شِنا پر اپنا تحقیقی مواد چھاپا ہے جبکہ رام سوامی نے گارکھون اوراردگرد کے علاقوں میں بولی جانے والی بروکسکت شِنا پر اپنی تحقیق کو مختلف جرائد میں مقالات کی شکل میں شائع کیا ہے۔

1992ء میں ''شِنا اور اردو کے مشترک الفاظ اور اصطلاحات'' کے عنوان سے راقم کی ایک کتاب مقتدرہ قومی زبان نے شائع کی ۔وزیر محمد اشرف کا مقالہ ''شنوں کی قوم اور وطن'' کے عنوان سے'' تاریخ ادبیات مسلمانان پاک وہند''میں چھپ چکا ہے۔ایک مقامی لکھاری سرتاج خان نے اپنی کتاب'' آئینہ دیامر''میں شین قوم اور شِنا زبان کی تاریخ پر شرح وبسط کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔''شمالی علاقہ جات کا لسانی وادبی جائزہ'' کے نام سے سیّد عالم کی کتاب اردو میں شائع ہوئی۔ شیر باز علی برچہ نے'' تذکرہ اہل قلم اور شعراء گلگت'' کے نام سے کتاب لکھی جس میں شِنا شاعری کے نمونے بھی شامل ہیں۔ عبدالحمید خاور نے بھی شینوں اور شِنا زبان پر تحقیق کا کام کیا،لیکن عمر نے وفانہ کی اور وہ اپنے کام کو کتابی شکل میں شائع نہ کرا سکے تاہم منظوم علی کی کتاب'' قراقرم ہندوکش''اور رسالہ''صدپارہ'' کے''بلورستان نمبر''میں ان کے تحقیقی مضامین چھپ چکے ہیں۔ڈاکٹر ثابت رحیم نے گلگت میں تعلیمی ترقی کے بارے میں'' گلیت ترقیءِ یونی جہ'' کے عنوان سے شِنا میں ایک کتابچہ لکھا ہے۔

4-خودآزمائی

1۔ شِنا زبان کے لوک اور قدیم ادب پر اپنے الفاظ میں ایک نوٹ تحریر کیجئے۔

2۔ شِنا کے قدیم شعراء میں معلوم نام آخوند محمد رضا کا ہے، اس کے بارے میں آپ کی معلومات کیا ہیں؟

3۔ خلیفہ رحمت جان ملنگ شِنا کے عظیم شاعر مانے جاتے ہیں، تبصرہ کیجئے۔

4۔ شِنا کی ترقی وترویج میں محققین کے کردار پر تفصیلی روشنی ڈالئے۔

مجوزہ کتب برائے مطالعہ

1- Linguistic Survey of Pakistan, Dr. Grierson

2- Tribes of Hindukush John Bidulph

3- Grammar of Shina Graham Baily

4- Languages And Races of Dardistan Lietner

5- قراقرم ہندوکش (منظوم علی)

6- تاریخ ادبیات مسلمانان پاک وہند (مضمون از وزیر محمد اشرف)

7- گلگت اور شِنا زبان (شجاع ناموس)

8۔ شمالی علاقہ جات کا ادبی اور لسانی جائزہ (محمد عالم استوری)

9۔ شِنا قاعدہ اور گرامر (محمد امین ضیاء)

یونٹ نمبر 5،6

کھوار زبان وادب

تحریر : ڈاکٹر عنایت اللہ فیضی
نظر ثانی : بادشاہ منیر بخاری

فہرست

یونٹ کا تعارف

عزیز طلبہ و طالبات!

ان دونوں یونٹوں کا تعلق کھوار زبان کے آغاز و ارتقاء اور اس زبان کے ادب سے ہے۔ کھوار زبان صوبہ سرحد کے ضلع چترال اور شمالی علاقہ جات کے ضلع غذر میں بولی جاتی ہے۔ ماہرینِ لسانیات نے اس زبان کو ہند آریائی نسل کی زبانوں میں دردی شاخ کی زبان قرار دیا ہے جو شمال مغربی ہند آریائی گروہ (NWIA) میں شامل ہے۔ اس یونٹ میں آپ کھوار کے لسانی گروہ، لسانی جغرافیہ، لہجوں، حروفِ تہجی اور املاء، اُردو کے ساتھ ربط و تعلق اور بنیادی قواعد کے بارے میں پڑھیں گے نیز اس زبان کے ادب کا مطالعہ بھی ان یونٹوں میں شامل ہے۔

مقاصد

ان یونٹوں کے مطالعے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

1۔ کھوار زبان کی تاریخ اور لسانی خصوصیات پر بحث کر سکیں۔
2۔ کھوار اور اُردو کے مشترک لسانی عناصر کی نشاندہی کر سکیں۔
3۔ کھوار کے بنیادی قواعد جان سکیں اور ان کی روشنی میں چھوٹے چھوٹے جملے بنا سکیں۔
4۔ کھوار صوتیات سے آگاہی حاصل کر سکیں۔
5۔ کھوار ادب کی مجموعی تاریخ سے آگاہ ہو سکیں۔
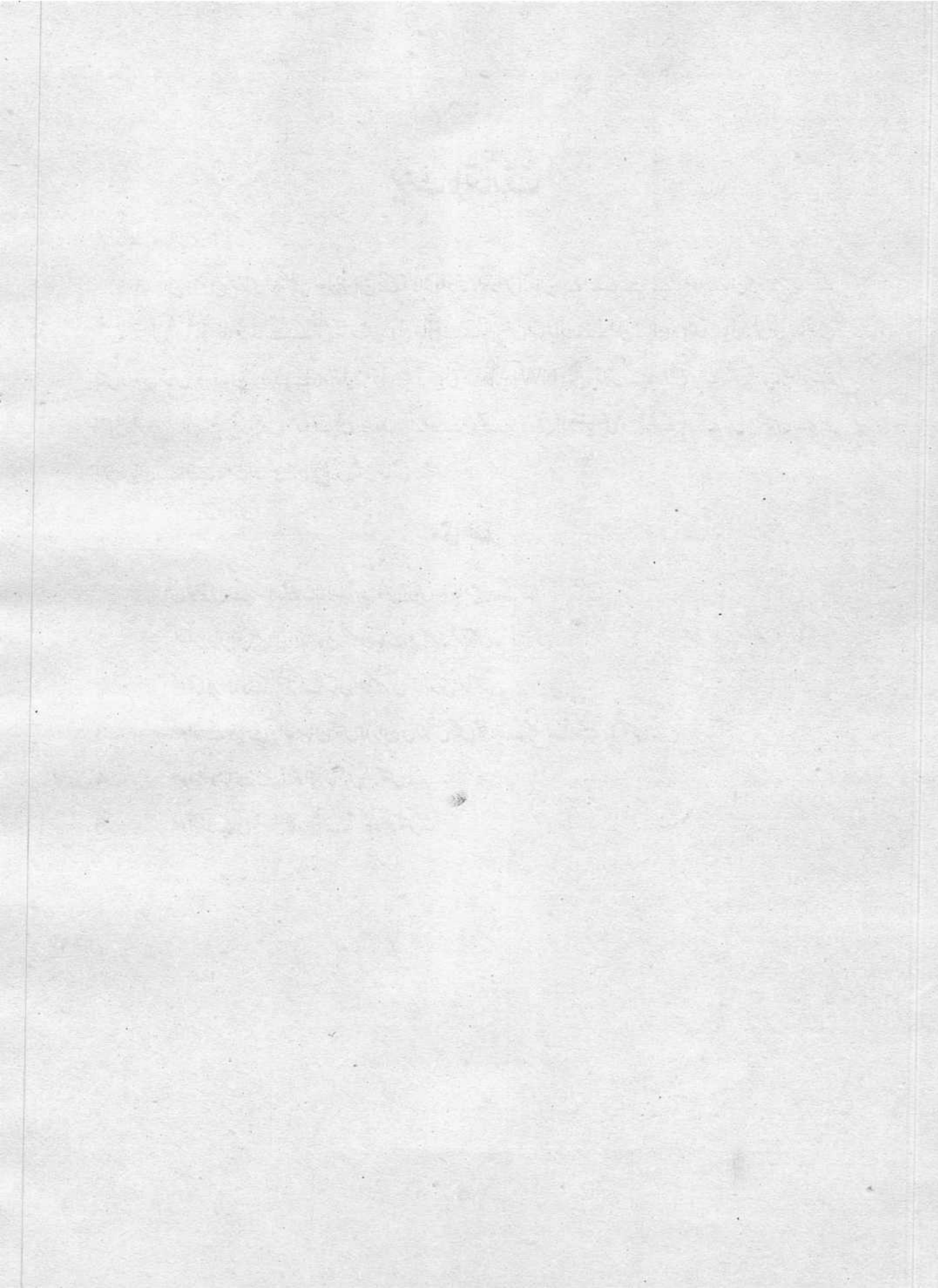
1- کھوار کا آغاز وارتقاء

1.1-لسانی گروہ اور لسانی جغرافیہ

پورے جنوبی ایشیا میں پامیر، قراقرم اور ہندوکش کا پہاڑی خطہ Linguistic Area کے طور پر نمایاں علاقہ سمجھا جاتا ہے۔ جہاں تبتی، ہندایرانی، یورپی اور ہندآریائی زبانیں ساتھ ساتھ بولی جاتی ہیں ان میں کھوار بھی شامل ہے۔ کھوار اس زبان کا نسبتی نام ہے جو کھو قوم بولتی ہے۔ کھوار زبان اصل میں ''کھو'' اور ''وار'' کے الفاظ کا مرکب ہے۔ ''وار'' کا لفظ مقامی طور پر زبان کے لیے استعمال ہوتا ہے، لہٰذا کھوار کے معنی کھو قوم کی زبان ہے۔ ڈاکٹر لیٹنر (Dr. Leitner) نے اس زبان کو آرنیہ (Arniya) کا نام بھی دیا ہے۔ ماہرین لسانیات نے کھوار کو ہندآریائی نسل کی زبانوں میں دردی شاخ کی زبان قرار دیا ہے جو شمال مغربی ہندآریائی گروہ (NWIA) میں شامل ہے، تاہم یہ اس گروہ کی زبانوں میں اس لحاظ سے منفرد ہے کہ اس میں بیک وقت الطائیک (Altaic)، تبتی برمن (Tibeto-Burman)، بروشسکی (Burushaski) اور دراوڑی (Dravidian) زبانوں کی کئی خصوصیات پائی جاتی ہیں (ح۔۱)۔ کھوار زبان کی ابتدا کے بارے میں کئی نظریات پائے جاتے ہیں۔ گریئرسن نے اسے ایک ایسی قدیم زبان قرار دیا ہے جو غلچہ اور پشاچہ کے دور میں بولی جاتی تھی (ح۔۲)۔ مقامی روایات کے مطابق موڑکھو ضلع چترال میں ایک بڑا پتھر اس زبان کی ابتدا کا پتہ دیتا ہے، اس پتھر کو " کھو بوخت" کھو کا پتھر کہتے ہیں۔ لوک روایت یہ ہے کہ ہزاروں سال پہلے اس پتھر پر آ کر انجان لوگوں نے کھوار میں گفتگو کی جو آہستہ آہستہ علاقے میں پھیل گئی۔ اس میں فارسی، ترکی اور سنسکرت کے مفرد الفاظ بکثرت پائے جاتے ہیں جو اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ یہ زبان زمانہ قدیم میں وسطی ایشیا اور جنوبی ایشیا کے مختلف خطوں کی زبانوں سے مل کر وجود میں آئی اور ہندوکش کی پہاڑی وادیوں میں محفوظ و مقید رہی۔ آج کل کھوار جن علاقوں میں بولی جاتی ہے ان میں صوبہ سرحد کا ضلع چترال اور شمالی علاقہ جات کا ضلع غذر شامل ہیں۔ دونوں اضلاع پاکستان کے نقشے میں انتہائی شمال کی طرف ہندوکش اور قراقرم کے پہاڑی سلسلوں کی گھاٹیوں اور وادیوں سے متصل اور جڑے ہوئے ہیں نیز کالام سوات کے علاوہ واخان، پامیر اور نورستان کے افغان اضلاع میں بھی مادری زبان کے طور پر کھوار بولنے والوں کی چھوٹی چھوٹی بستیاں موجود ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق پاکستان اور افغانستان میں کھوار بولنے والوں کی آبادی 5 لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ چترال سے باہر کھوار کو قشقاری، چتراری اور چترالی زبان بھی کہا جاتا ہے اور اسی لئے بعض قدیم تحریروں میں اس زبان کے لئے چتراری کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے۔

1.2-لہجے

زمانہ قدیم سے ایک وسیع جغرافیائی رقبے کی مختلف وادیوں میں مختلف زبانوں کے اختلاط اور آمیزش کے ساتھ بولی جانے والی زبان ہونے کی وجہ سے کھوار کے تین بڑے لہجے مروج ہیں جو اپنی الگ شناخت رکھتے ہیں۔ گویا لسانی اعتبار سے اسے درج ذیل تین لہجوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(الف) چترال کا عام لہجہ

چترال پایۂ تخت اور مرکزی قصبے کا نام بھی ہے اور پورا ضلع بھی اسی نام سے مشہور ہے۔ لسانی اعتبار سے چترال کے لہجے سے مراد چترال، دروش، مستوج، تورکھو اور موڑکھو کا عمومی لہجہ ہے، جسے ٹکسالی زبان کی حیثیت حاصل ہے۔ اگرچہ تورکھو کے لوگوں کی زبان کو اصل زبان کا درجہ دیا جاتا ہے تاہم ان چار تحصیلوں کے لہجوں میں مفردات، ذخیرۂ الفاظ، تلفظ، قواعد زبان، گرامر اور گردان وغیرہ کے لحاظ سے زیادہ نمایاں فرق نہیں ہے، اس لئے سب کو ملا کر کھوار کا ایک ہی لہجہ متصور کیا جاتا ہے جسے مرکزی بولی بھی کہا جاسکتا ہے۔

(ب) لٹکوہ کا لہجہ

لٹکوہ تحصیل کے مغرب میں بدخشاں کی سرحد واقع ہے۔ اس کے لہجے میں تلفظ کے ساتھ مفردات اور قواعد و گردان میں بھی فرق پایا جاتا ہے، اس لئے اسے ایک الگ لہجہ تصور کیا جاتا ہے۔

(ج) غذر کا لہجہ

غذر کا ضلع گلگت کے شمالی علاقہ جات میں واقع ہے۔ یہاں زمانہ قدیم سے کھوار بولی جاتی ہے اور اب تک قدیم صورت میں الگ لہجے میں مستعمل ہے۔ تلفظ اور ذخیرۂ الفاظ کے ساتھ ساتھ گرامر، قواعد اور گردان میں بھی فرق اور تفاوت ہے اس لئے اسے الگ لہجہ قرار دیا جاتا ہے۔

ذیل کی جدول میں تینوں لہجوں کا فرق دکھایا گیا ہے، جس سے مرکزی بولی اور دوسرے لہجوں کا فرق واضح ہو جاتا ہے۔

اردو	چترالی	لٹکوہ	غذر
سچ	ہوسک	فروسک	ہورک

پودا	پھر دو	پھوردو	تچک
لکڑی کاٹنا	کریز ئیک	تھپنیک	پھت کورک
بستر بنانا	زاپ جامیک	موڑ جامیک	موڑ دیک
چوری کاالزام لگانا	چھوغ دیک	چھوغ دیک	چھوغ دریک
برف پڑنا	ہیم دیک	ہیم کورک	ہیم کورک

فعل کی گردان کے لحاظ سے فرق

اردو	چترالی	لٹکوہ	غذر
تم نے لیا	گانتاوٗ	گانیامی	گانیستاوٗ
تم سب نے کھایا	اویوتامی	ژبیامی	اویوستامی
انہوں نے کھایا	ایونی	ژبیانی	ژبیتانی
میں نے پڑھا	ریتام	ریام	ریستام
ہم نے کھایا	اویوتام	ژبیام	اویوستم
ہم نے پیا	پیتام	پیامی	پیستام

1.3۔ کھوار پر تحقیقی کام

طویل عرصے تک کھوار غیر تحریری زبان رہی۔ کھوار کا پہلا مخطوطہ اتالیق محمد شکور غریب کے دیوان کی صورت میں ملتا ہے۔ ان کا زمانہ 1695ء سے 1772ء تک کا تھا۔ ان کا اصل دیوان فارسی میں ہے جس کے آخر میں ایک باب کھوار کلام کیلئے مخصوص کر کے اس میں غزلیات، متفرقات اور ابیات دیئے گئے ہیں۔ اس مخطوطے کی روشنی میں کھوار کو ضبط تحریر میں آئے ہوئے کم وبیش 300 سال کا عرصہ بیت چکا ہے۔ کھوار پہلی بار اس وقت تحریری اور اشاعتی زبان کی حیثیت سے منظر عام پر آئی جب انیسویں صدی میں مغربی دانشور اور مفکرین چترال اور گلگت آئے۔ ان کے کام نے بعد میں ہونے والی تحقیق کی بنیادیں رکھیں۔ اس سلسلے میں 1876ء میں پہلی بار ڈاکٹر لیٹنر (Dr. Leitner) کی کتاب "The Languages and Races of Dardistan" میں کھوار کا باب آیا (ح۔۳)۔ پھر 1880ء میں جان بڈلف (John

(Biddulph کی کتاب "The Tribes of the Hindukush" شائع ہوئی۔اس میں بھی کھوار کا باب شامل کیا گیا (ح۔۴)۔البتہ کھوار کے حوالے سے پہلی مطبوعہ کتاب کیپٹن اوبرائن (Capt. Obrien) کی "A Grammer and Vocabulary of Khowar" ہے جو 1895ء میں لاہور سے شائع ہوئی۔ 1908ء میں ایچ ای ہویل (H.E. Howell) نے "Some songs of Chitral" کے نام سے کھوار کے چند لوک گیتوں کو انگریزی ترجمہ کے ساتھ کلکتہ سے شائع کرایا۔ یہ تمام کام رومن رسم الخط میں ہوا۔اس کے بعد 1917ء میں محمد ناصر الملک اور مرزا محمد غفران نے کھوار کیلئے عربی رسم الخط اور مخصوص آوازوں کیلئے اضافی حروف یا علامتوں کی بنیاد رکھی (ح۔۵) اور اسی بنیاد پر 1921ء میں کھوار کا پہلا عربی قاعدہ شائع کیا۔اس دوران رومن رسم الخط میں کھوار کی تحریر اور انگریزی میں کھوار پر تحقیق کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ 1928ء میں گریئرسن نے اپنی کتاب "Linguistic Survey of India" میں کھوار پر ایک باب رقم کیا۔1935ء میں کلکتہ سے ڈی ایل لاریمر (D.L Lorimer) کی کتاب "Notes on Khowar" شائع ہوئی۔ اس کے بعد ناروے کے ماہر لسانیات جارج مورگنسٹیئرن (George Morgenstierne) کی کتاب "Report on Linguistic Mission to North West India" میں بھی کھوار کا باب آیا (ح۔۶)۔ 1981ء میں جرمن محقق پروفیسر جارج بڈروس (George Badruss) نے "Khowar in Arabic Script" کے زیر عنوان اپنی کتاب شائع کی۔ 1982ء میں امریکی نژاد مصنف اسماعیل سلون (Ismail Sloan) نے پشاور سے (Khowar-English Dictionary) شائع کی۔اسی دوران عربی رسم الخط میں کھوار ایک تحریری زبان کے طور پر چترال، گلگت اور پاکستان کے دوسرے شہروں میں پہنچ گئی۔عربی رسم الخط میں کھوار کو مقبول بنانے میں چار اداروں نے اہم کردار ادا کیا۔

پہلا ادارہ انجمن ترقی کھوار ہے جس کی بنیاد 1957ء میں رکھی گئی، اس کے تحت مشاعرے ہونے لگے۔کھوار میں باہمی خط و کتابت کا آغاز ہوا اور رفتہ رفتہ سکولوں میں کھوار کو حرف شناسی کیلئے پہلی جماعت کی حد تک تدریسی زبان کا درجہ دے کر آزمائشی قاعدہ جاری کیا گیا (ح۔۷)۔مگر یہ سلسلہ زیادہ دیر جاری نہ رہ سکا۔ دوسرا ادارہ ریڈیو پاکستان ہے۔ ریڈیو پاکستان سے 1965ء میں کھوار پروگرام شروع ہوا تو نئے لکھنے والوں کو تحریر و تقریر میں کھوار کے ذریعے اظہار کا راستہ مل گیا اور اہل قلم کی ایک بڑی کھیپ تیار ہوگئی (ح۔۸)۔تیسرا اہم ادارہ وزارت اطلاعات و نشریات ہے۔اس ادارے نے 1967ء میں ''جمہور اسلام کھوار'' کے ذریعے چترال کے اہل قلم کو پلیٹ فارم مہیا کیا۔مختلف اصناف ادب میں لکھنے والوں کی تحریروں کو

اشاعت کے لئے جگہ ملی تو کھوار میں لکھنے والوں کے ساتھ ساتھ کھوار پڑھنے والوں کا حلقہ بھی وسیع ہوا۔ چوتھا ادارہ ہفت روزہ ''ترِیچمیر'' تھا۔ مولانا صاحب الزمان نے یہ اخبار 1966ء میں جاری کیا جو 1969ء میں بوجوہ بند ہوگیا۔ ہفت روزہ ''ترِیچمیر'' نے کھوار کے ایک صفحے کا اجراء کیا تھا۔ اس صفحے نے کھوار کے نئے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کی اور کھوار کو صحافتی زبان بنانے میں بنیادی کردار ادا کیا (ح۔۹)۔ انجمن ترقی کھوار نے 1978ء کے بعد کتابوں کی اشاعت کا بیڑہ بھی اٹھایا نیز ادبی پروگراموں، مذاکروں اور کانفرنسوں کے ذریعے بھی کھوار زبان و ادب کے فروغ کے لئے کام کیا۔ اِن کی شائع کردہ کتابوں کی تعداد 28 ہے۔ اِن میں 23 کتابیں انجمن نے خود شائع کیں۔ 5 کتابوں کی اِشاعت کے لئے مختلف اِداروں کا تعاون حاصل کیا گیا۔ دوسری بین الاقوامی ہندوکش کلچرل کانفرنس انجمن کے زیرِ اہتمام چترال میں 1990ء میں منعقد ہوئی۔ اِس کے مقالات کا مجموعہ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے شائع کیا۔ ''چترال''، ''بابا سیر'' اور ''چترال کی لوک کہانیاں'' لوک ورثہ اِسلام آباد نے شائع کیں جبکہ ''کھوار کا قاعدہ'' اور ''گرامر'' پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی نے شائع کیں۔ انجمن ترقی کھوار کی اپنی شائع کردہ کتابوں میں ''چترال ایک تعارف''، ''کھوار سیکھیے''، ''کھوار ادب''، ''آئینہ کھوار''، ''سیمینار 1989ء''، ''قشقوز''، ''افسانانِ کتاب''، ''کھوار زبان و ادب''، ''تھک تھکی''، ''خوانِ چترال''، ''گلشن چترال''، ''چترال اور الحاقِ پاکستان''، ''بوسون'' اور ''فردوس فردوسی'' قابلِ ذکر ہیں۔ گذشتہ چند سالوں میں شاعری کے 13 مجموعے کھوار میں شائع ہوئے اور کھوار اور اُردو کے لسانی روابط پر بادشاہ منیر بخاری کی کتاب ''اُردو اور کھوار کے لسانی روابط'' کے چھپنے سے اُردو دان طبقہ کھوار میں دلچسپی لینے لگا ہے۔

1.4۔ حروفِ تہجی اور املاء

رومن انگریزی سے عربی رسم الخط میں آنے کے بعد کھوار کے حروفِ تہجی اور املاء کو 1917ء میں متعارف کئے گئے خطوط پر آگے بڑھایا گیا۔ اس کے موجودہ حروفِ تہجی یہ ہیں:

ا۔ب۔بھ۔ت۔تھ۔ٹ۔ٹھ۔ث۔پ۔پھ۔ج۔جھ۔چ۔چھ۔ح۔خ۔ڇ۔ځ۔څ۔ݲ۔

د۔دھ۔ذ۔ڈ۔ڈھ۔ر۔ز۔ڑ۔ژ۔ݱ۔س۔ش۔ݰ۔ص۔ض۔ط۔ظ۔ع۔غ۔ف۔ق۔ک۔کھ۔

گ۔گھ۔ل۔م۔ن۔و۔ہ۔ی۔ے۔

اردو، عربی، فارسی اور کھوار حروف کی الگ الگ تفہیم کے لیے اگلے صفحہ پر موجود جدول ملاحظہ ہو:

نمبرشمار	کھوار	اردو	عربی	فارسی
۱	ا	ا	ا	ا
۲	ب	ب	ب	ب
۳	بھ	بھ	-	-
۴	ت	ت	ت	ت
۵	تھ	تھ	-	-
۶	ٹ	ٹ	-	-
۷	ٹھ	ٹھ	-	-
۸	ث	ث	ث	-
۹	پ	پ	-	پ
۱۰	پھ	پھ	-	-
۱۱	ج	ج	ج	ج
۱۲	جھ	جھ	-	-
۱۳	چ	چ	-	چ
۱۴	چھ	چھ	-	-
۱۵	ح	ح	ح	-
۱۶	خ	خ	خ	خ
۱۷	ڇ	-	-	-
۱۸	ځ	د	د	د
۱۹	څ	دھ	-	-

نمبر شمار	کھوار	اردو	عربی	فارسی
۲۰	ځ	ـ	ـ	ـ
۲۱	د	د	د	د
۲۲	دھ	دھ	ـ	ـ
۲۳	ذ	ذ	ذ	ذ
۲۴	ڈ	ڈ	ـ	ـ
۲۵	ڈھ	ڈھ	ذ	ذ
۲۶	ر	ر	ر	ر
۲۷	ز	ز	ز	ز
۲۸	ڑ	ڑ	ـ	ـ
۲۹	ݱ	ژ	ـ	ژ
۳۰	ژ	ـ	ـ	ـ
۳۱	س	س	س	س
۳۲	ݜ	ش	ش	ش
۳۳	ش	ـ	ـ	ـ
۳۴	ص	ص	ص	ـ
۳۵	ض	ض	ض	ـ
۳۶	ط	ط	ط	ـ
۳۷	ظ	ظ	ظ	ـ
۳۸	ع	ع	ع	ـ

نمبر شمار	کھوار	اردو	عربی	فارسی
۳۹	غ	غ	غ	غ
۴۰	ف	ف	ف	ف
۴۱	ق	ق	ق	-
۴۲	ک	ک	ک	ک
۴۳	کھ	کھ	-	-
۴۴	گ	گ	-	-
۴۵	گھ	گھ	-	-
۴۶	ل	ل	ل	ل
۴۷	م	م	م	م
۴۸	ن	ن	ن	ن
۴۹	و	و	و	و
۵۰	ہ	ہ	ہ	ہ
۵۱	ی	ی	ی	ی
۵۲	ے	ے	ے	ے

کھوار باعتبار اصل ونسل ہندوستانی زبان ہے لیکن اس کی نشونما میں عربی اور فارسی نے اہم حصہ ادا کیا ہے، بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ ان کے روپ کا موجودہ نکھار عربی فارسی کا ہی رہین منت ہے تو غلط نہ ہوگا۔ کھوار کے حروف تہجی کے تجزیے سے اس نظریے کی تائید ہوتی ہے۔

(i) عربی فارسی حروف

اردو اور کھوار دونوں زبانوں نے اپنے حروف تہجی کی بنیاد عربی فارسی حروف تہجی پر رکھی ہے۔عربی میں کل ۲۹ حروف ہیں اور فارسی میں ۲۵ جبکہ کھوار میں ۳۲ حروف ایسے ہیں جو عربی اور فارسی کے حروف تہجی کی اصل شکل میں موجود ہیں۔

(ii) مشترک ہندی حروف

عربی فارسی حروف کو الگ کرنے کے بعد کھوار میں جتنے مشترک حروف باقی بچتے ہیں، وہ خالص ہندوستانی آوازوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ان کے رسم الخط میں بھی کوئی فرق ملحوظ نہیں رکھا گیا ہے۔

(iii) کھوار کے مخصوص حروف

کھوار کے مخصوص حروف سے ہماری مراد وہ حروف ہیں جو کھوار میں ہیں اور اردو، فارسی اور عربی میں نہیں۔کھوار کی مخصوص آوازوں کے لیے جن اضافی حروف کو متعارف کیا گیا ہے ان کا تلفظ اس طرح ہے۔

حرف	تلفظ	اردو مترادف حرف	مثال ومعنی
ڇ	چے	چ	چوکیک۔لگنا
ڂ	جے	ج	ڂنجر۔زنجیر
ݮ	ثے	س	ݮیق۔چھوٹا
ځ	زے	ز	ځوخ۔کانٹا
ڙ	ژے	ژ	ڙق۔گاڑھا
ݰ	شے	ش	ݰا۔کالا

ان مخصوص حروف کے مخارج کے لیے صوتیات کا حصہ ملاحظہ فرمائیں۔

کھوار میں آٹھ حروف ایسے ہیں جو کسی بھی کھوار لفظ میں نہیں آتے بلکہ کھوار تحریر میں اردو، فارسی، اور عربی کے مستعار الفاظ لکھتے وقت ان حروف کو استعمال کیا جاتا ہے۔وہ حروف یہ ہیں:

ث۔ح۔ذ۔ص۔ض۔ط۔ظ۔ع۔

کھوار میں غنائی آوازیں یا ناک اور حلق کے اشتراک سے ادا ہونے والے الفاظ نہیں ہیں۔

ان مخصوص حروف کے وجود نے کھوار حروف تہجی (الف بے) اور نظام اصوات کو خاصا گراں ڈیل اور بھاری بھرکم بنا دیا ہے۔اس کے باد جود جہاں تک ان کی آوازوں کا تعلق ہے، ان کی نمود کھوار زبان میں فطرت کے لسانی اصولوں کے تحت ہوئی ہے۔کھوار کے مخصوص حروف اردو کے حروف چ۔ج۔س۔ز۔ژ۔ش سے مشابہت رکھتے ہیں۔

چ اور ڇ میں امتیاز کے لیے ''ط'' کا نشان ہے۔''ڇ'' دراصل چھے کی آواز دیتی ہے۔مثلاً:

کھوار	اردو
ڇھوغی	چوری
ڇھوتی	مٹی
ڇھومیک	درد
ڇوکتی	چڑھائی

ڃ: ڃ جس کو جیم (ج) سے ممیّز کرنے کے لیے (جۓ) کہتے ہیں یہ بھی کھوار کا ایک مخصوص حرف ہے اور اس کا تلفظ ''ج'' سے ذرا مختلف ہوتا ہے۔یہ الفاظ کے شروع، درمیان اور آخر میں آسکتا ہے۔کھوار میں بکثرت ''ڃ'' سے لکھنے جانے والے ایسے الفاظ ہیں جو بعینہٖ اردو میں بھی ہیں اور ''ج'' سے لکھے جاتے ہیں۔

کھوار	اردو
ڃفریات	جواہرات

څ: جس کو ''س'' سے ممیّز کرنے کے لیے ''څے'' کہتے ہیں یہ بھی کھوار کا ایک مخصوص حرف ہے اور اس کا تلفظ ''س'' سے ذرا مختلف ہوتا ہے۔

کھوار	اردو
څرونگ	سینگ

باقی تین حروف یعنی ځ۔زے۔ڙ۔ژ۔ݰ۔ش سے بالکل مشابہہ ہیں اور جو حروف اردو میں ز۔ژ۔ش سے بنتے ہیں وہی اکثر و بیشتر کھوار میں ان حروف تہجی سے بنائے جاتے ہیں۔کھوار میں ان متشابہ الصوت حروف کی موجودگی ہمیں عربی کی یاد دلاتی ہے، جو اس لحاظ سے بڑی مالدار زبان ہے۔عربی میں ز۔ذ۔ظ۔ض۔س۔ت وغیرہ متشابہ الصوت حروف کے

سیٹ(Set) جس طرح اس کی دقیق سنجی اور باریک پسندی کا ثبوت ہیں، اسی طرح کھوار میں بعض حروف کے متشابہ حروف کا ہونا بھی اس کی فضیلت کی نشانی ہے۔ یہ بات ذرا گہرائی میں جا کر ماہرین لسانیات کے غور کرنے کی ہے کہ نازک فرق کی متحمل ان آوازوں کا اس زبان میں پایا جانا کن عوامل کا نتیجہ ہے؟ اس کی صحیح تحقیق ہمارے تاریخی لسانیات کے بعض پیچیدہ عقدوں کو حل کر سکتی ہے۔ اتنی بات تو اس وقت بھی کہی جا سکتی ہے کہ کھوار میں ان خاص آوازوں والے حروف کی موجودگی اس زبان کی دیرینہ روزی کا پتہ دیتی ہے۔ یہ آوازیں سنسکرت میں بھی نہیں حالانکہ ان آوازوں کے حامل بے شمار الفاظ ایسے ہیں کہ وہ سنسکرت میں پائے جاتے ہیں۔

(iv) حرکات وعلل

جہاں تک حرف علت (ا۔و۔ی) حرکات ثلثہ زبر۔زیر۔پیش (َ، ِ، ُ) تنوین، جذم، مدوشد وغیرہ کا تعلق ہے وہ سب کے سب کھوار میں اسی طرح پائے جاتے ہیں جس طرح اردو میں حرکات وعلل۔ اکہرے اور دُہرے ملا کر کل دس اردو میں ہیں اور یہی کھوار میں بھی ہیں جس کی تفصیل نقشے کی شکل میں درج کی جاتی ہے۔

۱	زبر	َ	سب
۲	حرف علت الف	ا	سا
۳	زیر	ِ	سِر
۴	یائے معروف	ی	سیر بروزن میر۔ تیر (زمیندارہ میں زمین کی ایک قسم)
۵	یائے مجہول	ے	سیر بروزن زیر۔ شکم سیر
۶	یائے ماقبل مفتوح	ۓ	سیر بروزن خیر۔ عیب۔ سیر وسیاحت
۷	پیش	ُ	سُر بروزن گُر۔ گانے کا سُر
۸	واو معروف	وُ	سُو (طرف) مُو (بال) رُو (چہرہ)
۹	واو مجہول	و	سو۔ جو۔ کو۔ دو (۲)
۱۰	واو ماقبل مفتوح	وَ	سَو (۱۰۰) رو۔ نو (۹) لو (چراغ کی)

1.5۔چند بنیادی قواعد

کلمہ: جو بامعنی آواز بھی آدمی کے مُنہ سے نکلتی ہے، وہ کلمہ ہے، جیسے ''کان'' (درخت) ''موش'' (مرد) ''جمی'' (نیکی)۔

(نوٹ: آدمی بہت سی آوازیں بے معنی بھی نکالتا ہے۔ بچے ورغ ورغ کرتے ہیں۔اسی طرح ہم بعض بامعنی الفاظ کے ساتھ بے معنی الفاظ بول دیا کرتے ہیں۔ جیسے ''اُوغ موغ'' (پانی وانی) ''شپیک مپیک'' (روٹی موٹی) ان میں موغ اور مپیک بے معنی ہیں۔ایسے کلمات کو'' تابع مہمل'' کہتے ہیں۔)

کلمہ کی اقسام

کلمہ کی تین قسمیں ہیں: اسم، فعل، حرف۔

اسم: وہ کلمہ ہے جو کسی شخص، چیز یا جگہ کا نام ہو جیسے ''ہچھیر گوڑی'' کیشینی (ہل) ''مغِزِت'' (مسجد) ''ہچھیتر ار'' (چترال) وغیرہ۔

فعل: کھوار میں فعل بعینہٖ اردو اور فارسی کی طرز پر بنتے ہیں جیسے ''زید نویشتئ'' (زید نے لکھا) ''محمود کیشیَران'' (محمود ہل چلاتا ہے) ''حمید گوئی'' (حمید آئے گا) اِن جملوں میں نویشتئ، کیشیَران اور گوئی افعال ہیں۔

حرف: کھوار میں حرف کا تصور بھی وہی ہے جو اردو اور فارسی کا ہے مثلاً ''اسلم لاہور ار پشاور اپت پوئی سفر ارئ'' (اسلم نے لاہور سے پشاور تک پیادہ سفر کیا) اگر اس جملہ میں سے لاہور کے بعد ''ار'' پشاور کے ''ر'' کے بعد الف اور ''پت'' کو نکالا جائے تو جملہ بے معنی رہ جاتا ہے۔حرف کے استعمال پر ہم آگے جا کر بحث کریں گے۔ چند حروف یہ ہیں۔ ''الف''، ''ار'' ''سار''، ''و''، ''پت'' وغیرہ۔

(الف) اسم کی قسمیں (بناوٹ کے لحاظ سے)

بناوٹ کے لحاظ سے کھوار میں اسم کی تین قسمیں ہیں۔ جامد، مشتق، مصدر۔

جامد: جامد وہ اسم ہے کہ نہ تو خود کسی کلمہ سے بنتا ہے اور نہ کوئی دوسرا کلمہ اس سے مشتق ہوتا ہے۔ جیسے ''دار'' (لکڑی) بوخت (پتھر) ''دُور'' (گھر) ''دُوَخت'' (دروازہ) وغیرہ۔

مصدر: وہ اسم ہے جس سے دوسرے کلمات بنیں، جیسے ''لوڑِیک'' (دیکھنا) ''کوسِیک'' (چلنا) ''پھونیک'' (ناچنا) وغیرہ۔ کھوار میں مصدر کی پہچان یہ ہے کہ اس کے آخر میں ہمیشہ ''ی ک'' ہونا چاہیے، مگر کھوار میں بعض کلمات ایسے ہیں، جن کے آخر میں ''ی ک'' تو ضرور ہیں مگر وہ مصدر نہیں۔ مثلاً ''پھیک'' (چپ) ''مِیک'' (چچا) ''ژاسپیریک'' (علاقہ لاسپور کا باشندہ)

وغیرہ۔

مشتق: وہ کلمات جو مصدر سے بنتے ہیں، مشتق کہلاتے ہیں، مگر مصدر سے اسم بھی بنتے ہیں اور فعل بھی۔ مثلاً ''نویشیک'' (لکھنا) مصدر سے ''نوِیشک'' (لکھنے والا) اسم فاعل ''نوِیشرو'' (لکھا ہوا) اسم مفعول ''نوِیشکی'' (لکھنے کی اُجرت) اسم معاوضہ ''نویشنی'' (جس سے لکھا جائے۔قلم) اسم آلہ ''نویشاوٗ'' (لکھتا ہوا) اسم جامیہ سب ایک ہی مصدر سے مشتق ہیں۔ ''نویشک'' مصدر سے فعل یہ ہیں۔ ''نوِیشیتیٔ (لکھا) ماضی ''نوِیشیَران'' (لکھتا ہے) حال ''نوِیشیِر'' (لکھے گا) مستقبل۔ ''یک'' وہ اسم ہے جس سے دوسرے کلمات بنیں۔ جیسے ''لوڑِیک' (دیکھنا) ''گوسیک'' (چلنا) ''پھونِیک'' (ناچنا) وغیرہ۔

(ب) معنوں کے لحاظ سے اسم کی قسمیں

کھوار میں معنوں کے لحاظ سے اسم کی دو قسمیں ہیں (۱) اسمِ معرفہ اور (۲) اسم نکرہ۔

(۱) **اسمِ معرفہ:** مثلاً ''چھیترارگول' خاص نالے کا نام ہے اور ''غوچ'' خاص گاؤں کا نام ہے اور ''میر حیدر'' خاص آدمی کا نام ہے۔

(۲) **اسم نکرہ:** مثلاً ''روئے'' (لوگ) ''دہ'' (گاؤں) ''اِستور'' (گھوڑا) ''پوشی'' (بلی) وغیرہ۔ ان الفاظ سے کوئی خاص شخص، کوئی خاص گاؤں، کوئی خاص گھوڑا یا کوئی خاص بلی مراد نہیں۔

اسم معرفہ کی قسمیں

کھوار میں اسمِ معرفہ کی چار قسمیں ہیں۔ اسمِ علم، اسمِ ضمیر، اسم اشارہ، اسمِ موصول۔

(۱) **علم:** کسی خاص شخص کو جس نام سے پکارتے ہیں وہ عَلم ہے۔ مثلاً خوشروی۔ ڈاقان۔ جم جوان وغیرہ۔

(۲) **ضمیر:** وہ کلمہ ہے جو کسی کے نام کے بجائے استعمال ہو، جیسے ''ہسِہ'' (وہ) ''تو'' (تم) ''اِسپَہ'' (ہم) ''اَوَہ'' (میں) وغیرہ۔ کلام میں ضمیر کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ ایک نام کو بار بار استعمال نہیں کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً ''اوہ خالد و پوشتم'' (میں نے خالد کو دیکھا) ''ہَسہ بوجم موش آسُور'' (وہ بہت اچھا آدمی ہے) اس عبارت میں خالد کا دوسری بار ذکر آیا۔ تو ''ہَسہ'' یعنی (وہ) استعمال کیا گیا۔

(۳) **اشارہ:** جن الفاظ سے کسی چیز یا شخص کی طرف اشارہ کیا جائے وہ بھی معرفہ ہے کیونکہ وہ مشار الیہ (جس کی طرف اشارہ

کیا جائے) مخصوص کر دیتے ہیں۔ مثلاً ''ہَیہ کتابو گانے'' (یہ کتاب لے لو) ''ہَیہ کتابو رُاوے'' (وہ کتاب پڑھو) لفظ ''ہَیہ ''اشارہ قریب ہے اور لفظ ''ہَیتہ'' اشارہ بعید ہے۔ جب مشار الیہ قریب ہو اور جمع ہو تو ''ہمی'' استعمال ہوتا ہے مثلاً ''ہمی قلمان گانے'' (یہ قلم لے لو)۔

(۴) **موصول:** وہ کلمہ ہے جو ایک جملے کے ساتھ مل کر معنیٰ دیتا ہے۔ اگر موصول کے بعد وہ جملہ نہ آئے تو یہ کلمہ بے معنیٰ رہتا ہے۔ اس جملہ کو جو موصول کے معنی کو پورا کرتا ہے، صلہ کہتے ہیں۔ مثلاً ''ہَیَہ ہَسَہ موش آسُور کوس کی دوش بازارا پُوشی استَم'' (یہ وہی آدمی ہے جسے کل بازار میں دیکھا تھا) اس جملہ میں ''کوس کہ'' (جسے) اسم موصول ہے۔ ''دوش بازار پوشی استَم'' صلہ ہے جو اس کے معنی کو پورا کرتا ہے۔ چند اسمائے موصول یہ ہیں: ''کیوالو کِہ'' (جو چیز) ''کیوالو کھوالو کِہ'' (جو جو چیز) ''کا کہ'' (جو شخص) ''کا کا کِہ'' (جو جو شخص) ''کیاغ کِہ'' (جو کچھ) ''کھیو کِہ'' (جو چیز) ''کوستِن کِہ'' (جس کو) ''کورا کِہ'' (جہاں) ''کیچا کِہ'' (جیسا) ''کیا وخت کِہ'' (جب) ''کما کِہ'' (جتنا بلحاظ تعداد) ''کندوُری کِہ'' (جتنا بلحاظ مقدار) وغیرہ۔

[نوٹ: (الف) بعض اوقات ہم کسی ایسے شخص کو پکارتے ہیں جس کا نام نہیں جانتے، تو اس وقت اس کی کوئی صفت بیان کر کے نِدا دیتے ہیں۔ مثلاً ''اِے لال'' (اے میاں) ''اے برار'' (او بھائی) وغیرہ۔ اس آواز کو سُن کر وہ ہماری طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اس نِدا سے چونکہ ہمارا مقصد ایک خاص آدمی ہے، جسے ہم بلانا چاہتے ہیں اس لئے ایسے موقع پر اسم نکرہ بھی اسم معرفہ کا کام دیتا ہے۔

(ب) اسی طرح جب کوئی اسمِ نکرہ اسمِ معرفہ کی طرف مضاف ہو تو وہ بھی اسمِ معرفہ کا کام دیتا ہے۔ جیسے ''زیدَ وِاستَور'' (زید کا گھوڑا) ''محمود دور'' (محمود کا گھر) وغیرہ ان ترکیبوں میں اِستَور'' اور ''دور'' اسمِ نکرہ تھے مگر اسمائے معرفہ کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے ان سے خاص ''استور'' اور ''دور'' مراد ہو گئے۔]

اسمِ علم کی قسمیں

چونکہ کسی انسان، چیز یا جگہ کے مخصوص نام کو علم کہتے ہیں اس لئے اس کی کئی قسمیں ہیں۔

(۱) خطاب: وہ نام ہے جو کسی بادشاہ، نواب یا قوم کی طرف سے کسی کو عطا ہو۔ ''چھیتر اروسِتار'' چترال کے حکمران کا قوم کی طرف سے دیا ہوا خطاب ہے۔ اسی طرح اسقال، لال، خان بہادر وغیرہ۔

(۲) تخلص: شاعر اپنی نظموں اور کلام کے آخر میں اپنا پورا نام دینے کے بجائے اپنے نام کا کوئی خاص حصہ اپنی پسند کا، اور کوئی لفظ اس غرض کے لیے مخصوص کر لیتے ہیں۔ مثلاً مرزا محمد سیر، مولانا صاحب باچا خان کا تخلص ہما وغیرہ۔

(۳) **عرف**: وہ مختصر نام ہے جو اصل نام کے علاوہ محبت یا حقارت کی وجہ سے یا اصلی نام کے اختصار کے طور پر مشہور ہو جائے۔ مثلاً خوش، پُست، باپی، پھوک لال، بپ لال۔

(۴) **لقب**: وہ نام ہے جو اصلی نام کے علاوہ کسی صفت کی وجہ سے مشہور ہو جائے۔ شاہ محترم شاہ اول و دوم کو ان کی بہادری کی وجہ سے کٹور اول وثانی کا لقب دیا گیا۔ شاہ محترم شاہ ثالث کو اُن کی سخت طبیعتی کی وجہ سے ''آدم خور'' کا لقب دیا گیا۔

(۵) **کُنّیت**: وہ نام ہے جو اولاد یا والدین کی نسبت سے بولا جائے۔ جیسے ''سَلیمو نَان'' (سلیم کی ماں) ''حامِد وَتَت'' (حامد کا والد) ''زیدو اِسپَسار'' (زید کی بہن) ''عمرو برار'' (عمر کا بھائی) وغیرہ۔

2۔اسم ضمیر کی قسمیں

کھوار میں ضمیر کی چار قسمیں ہیں۔ اول متکلم، دوئم مخاطب، سوئم حاضر اور چہارم غائب۔

(۱) **متکلم**: وہ ضمیر ہے جو اپنے نام کے بجائے مستعمل ہو۔ جیسے ''اَوَہ'' (میں) ''اِسپہ'' (ہم) ''اوہ گوم'' (میں آؤنگا) واحد، ''اسپہ گوسی'' (ہم آئیں گے) جمع۔

(۲) **مخاطب**: وہ ضمیر ہے جو مخاطب کے بجائے بولے جاتے ہیں۔ جیسے ''تُو'' (تو) ''پِسہ'' (تم یا آپ) ''تو گوس'' (تو آئے گا) واحد، ''پِسہ گومی'' (تم آؤ گے) جمع۔

(۳) **حاضر**: وہ ضمیر ہے جو اس شخص یا اشخاص کے نام کی جگہ بولا جائے جو بات چیت میں حصہ نہ لیں مگر بات چیت کے وقت اس موقع پر موجود ہوں، یا جو نظر آئیں مثلاً ''ہَیَہ'' واحد حاضر قریب ''ہَمتِ''، جمع حاضر قریب، ''ہیس'' واحد حاضر بعید، ''ہیت'' جمع حاضر بعید۔

[نوٹ: حاضر اور غائب ضمائر کے ساتھ فعل کا ایک ہی صیغہ استعمال ہوتا ہے۔ ہیہ گوئی'' (یہ آئے گا)، ''ہَمتِ گونی'' (یہ آئیں گے) جمع، ''ہیس گوئی'' (وہ آئے گا)، ''ہیت گونی'' (وہ آئیں گے) جمع۔]

(۴) **غائب**: وہ ضمیر ہے جو ایسے شخص یا اشخاص کے لئے استعمال کیا جائے جو بات چیت کے وقت موجود نہ ہوں۔ جیسے ''ہیہ'' (وہ واحد غائب) ''ہتِت'' (وہ جمع غائب) ''ہیہ گوئی'' (وہ آئے گا) واحد ''ہیت گونی'' (وہ آئیں گے) جمع۔

[نوٹ: ''تن'' یہ ایسا ضمیر ہے جو ہر جگہ ''خود'' کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ یعنی متکلم مخاطب حاضر اور غائب، سب ضمیروں کے ساتھ یا ان کی جگہ استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً اگر سوال کیا جائے کہ ''ہیَہ کورمو کا کوئی؟'' (یہ کام کون کرے گا؟) اور جواب دیا جائے ''کِہ تن کورے'' (خود کرو) واحد مخاطب۔ ''تن کورور'' (خود کریں) جمع مخاطب۔ ''تن کوروم'' (میں خود کرونگا) واحد متکلم۔ ''تن کوروسی''

(ہم خود کریں گے) جمع متکلم۔ ''تن کورار'' (خود کرنے) واحد غائب وحاضر قریب یا بعید۔ ''تن گورانی'' (خود کریں) جمع غائب و حاضر قریب یا بعید۔]

اوپر دی ہوئی سب مثالیں منفصل، یعنی جُدا استعمال ہونے والی ضمیروں کی تھیں۔ ان کے علاوہ کھوار زبان میں ضمائر متصل بھی ہیں جو کہ فعل کے ساتھ لگی رہتی ہیں اور ہر ایک زمانہ کے ساتھ اپنی اپنی جگہ پر تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔ ان ضمائر کیلئے فعل کے باب میں مختلف فعلوں کی گردانیں ملاحظہ کیجئے۔

ضمیر کی حالتیں

پشتو اور اردو وغیرہ زبانوں میں تو چونکہ ضمیر ایک ایسا کلمہ ہے جو اسم کی جگہ استعمال ہوتا ہے اس لیے جتنی حالتیں اسم کی ہوتی ہیں اتنی ہی حالتیں ضمیر کی بھی ہوتی ہیں یعنی فاعلی، مفعولی، اضافی اور فعلی۔ کھوار زبان میں بھی ضمیروں کی یہی حالتیں ہیں مگر حالتِ فاعلی کے علاوہ باقی تمام حالات میں ضمیر کا صیغہ ایک ہی رہتا ہے۔

(۱) حالتِ فاعلی: وہ حالت ہے کہ ضمیر جملہ میں فاعل کے نام کی جگہ استعمال ہو جیسے ''اَوَہ نِویشیتَم'' (میں نے لکھا)۔

(گردان)

واحد متکلم	جمع متکلم	واحد مخاطب	جمع مخاطب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد غائب	جمع غائب
اوہ نویشتیم	اسپہ نویشتم	تو نویشیتو و	پسہ نویشتیمی	ہس یا ہیہ نویشتنی	ہمت یا ہت نویشتنی	ہیہ نویشتئی	ہیت نِویشتنی
میں نے لکھا	ہم نے لکھا	تو نے لکھا	تم یا آپ نے لکھا	اِس یا اُس نے لکھا	اِس یا اُس نے لکھا	اُس نے لکھا	انہوں نے لکھا
اوہتم	اسپہ ہتم	تو ہاوَ	پسہ ہتمی	ہیہ یا ہس ہائے	ہمت یا ہت ہانی	ہیہ ہائے	ہتت ہانی
میں آیا	ہم آئے	تو آیا	تم یا آپ آئے	یہ یا وہ آیا	یہ یا وہ آئے	وہ آیا	وہ آئے

(۲) حالتِ مفعولی: وہ حالت ہے کہ ضمیر کسی ایسے نام کا قائم مقام ہو جو جملے میں مفعول واقع ہوا ہو، جیسے ''اوہ ہَتوغو پھر یتم'' (میں نے اسے مارا) یہاں ''ہتوغو'' (اسے) فعل ''پھر یتم'' (مارا) کا مفعول ہے۔

(۳) حالتِ اضافی: وہ حالت ہے کہ ضمیر مضاف الیہ واقع ہوتا ہے یعنی اس کے ساتھ کسی چیز یا ذات کا تعلق یا لگاؤ ظاہر کیا جاتا ہے۔ جیسے ''ہتوغو کتاب'' (اُس کی کتاب) ''تہ دور'' (تمہارا گھر) ''اِسپہ دِہ'' (ہمارا گاؤں) ''ہمو ہوست'' (اُس کا ہاتھ) وغیرہ۔

حالتِ اضافی میں بھی ضمیر کا صیغہ حالتِ مفعولی کی طرح ہے۔

(۴) حالتِ فعلی: وہ ضمائر ہیں جو کسی جملہ میں فاعل یا مفعول کے لحاظ سے فعل کے ساتھ متصل لائی جاتی ہیں، ان کا ذکر فعل کے باب میں آئے گا۔

[نوٹ: جب ضمیر کے بعد کوئی حرفِ جار آئے یعنی ضمیر مجرور ہو جیسے ''تُومَہ سَورالوٹ' اِحسان آرُو'' (آپ نے مجھ پر بڑا احسان کیا) اس جملہ میں ''مَہ'' (مجھ) مجرور ہے تو اس حالت میں ضمیر کا صیغہ مفعولی اور اضافی کی طرح رہتا ہے۔ جب ضمیر کسی جملہ میں مناویٰ واقع ہو، مثلاً ''اے تو کیا غ کوسَن؟'' (اے تم کیا کر رہے ہو؟) اس حالت میں ضمیر کا صیغہ فاعلی ہی کی طرح ہوتا ہے۔ صرف ضمیر سے پہلے کلمہ ندا یعنی ''اے'' وغیرہ آتا ہے۔]

اسمِ نکرہ

اسمِ نکرہ وہ نام ہے جو اپنی نوع اور جنس سب چیزوں کے لئے بولا جائے مثلاً ''رَوئے'' (لوگ) ''دِہ'' (گاؤں) ''اَستَور'' (گھوڑا) ''پُوشی'' (بلی) وغیرہ۔ ان الفاظ سے کوئی خاص شخص، کوئی خاص گاؤں، کوئی خاص گھوڑا یا کوئی خاص بلی مراد نہیں۔

اسمِ نکرہ کی قسمیں

اسمِ ذات، اسمِ کنایہ، اسمِ استفہام، اسمِ صفت، اسمِ مصدر، اسمِ حاصلِ مصدر، اسمِ حالیہ، اسمِ معاوضہ، اسمِ فاعل، اسمِ مفعول، اسمِ لازمہ، اسمِ وصفی، اسمِ ادارہ۔

(الف) اسمِ ذات: اسمِ ذات وہ اسم ہے جس سے ایک چیز کی حقیقت دوسری چیز سے الگ سمجھی جائے۔ جیسے ''تھوئیک'' (بندوق) ''موش'' (مرد) ''رینی'' (کتا) ''کالیکور'' (فاختہ) وغیرہ۔

اسمِ ذات کی پانچ قسمیں ہیں۔ اسمِ آلہ، اسمِ ظرف، اسمِ مصغر، اسمِ مکبر، اسمِ صوت۔

(i) اسمِ آلہ: وہ اسم ہے جو اوزار یا ہتھیار کے معنی دیتا ہے۔ کھوار زبان میں مصدر سے بھی اسمِ آلہ بنایا جاتا ہے۔ اس کا قاعدہ یہ ہے کہ مصدر کے ''ک'' کو ہٹا کر ''ن ی'' لگا دیتے ہیں جیسے ''اَخلیَک'' (کنگھی کرنا) مصدر کے ''ک'' کو ہٹا کر ''ن ی'' لگانے سے ''اَخلینِی'' (کنگھی) اسمِ آلہ بن گیا۔ اسی طرح ''کشِیک'' (ہل چلانا) مصدر سے ''کیشِینی'' (ہل) اسمِ آلہ ہے۔ ''نویشیک'' (لکھنا) مصدر سے ''نویشِینی'' (قلم) اسمِ آلہ ہے۔ مثلاً ''کھونگور'' (تلوار) ''درون'' (کمان) ''بردوخ'' (کلہاڑی) ''تُھوییک'' (بندوق) وغیرہ۔

(ii) اسمِ ظرف: وہ اسم ہے جس میں جگہ یا زمانہ کے معنی پائے جائیں، اس لیے اس کی دو قسمیں ہیں۔ اسمِ ظرفِ زمان، اسمِ

ظرفِ مکان۔

اسمِ ظرف زمان: وہ اسم ہے جو وقت یا زمانہ کے معنی دے، جیسے ''انوس'' (دن) ''چُھوئی'' (رات) ''مَس'' (مہینہ) ''یُوران'' (برس) ''قرِن'' (تقریباً ۳۶ سال)

اسمِ ظرف مکان: وہ اسم ہے جو کسی جگہ، محل ومقام کے معنی دے، جیسے ''دور'' (گھر) ''خَتَان'' (مکان) ''گنز ول'' (کوچہ) ''دِہ'' (گاؤں) وغیرہ۔

[**نوٹ:** کھوار میں ظرف کے اسماء مصدروں سے بھی بنائے جاتے ہیں۔ جن کے قاعدے حسب ذیل ہیں۔

اسمِ ظرفِ زمان بنانے کے لئے مصدر کے ''ک'' کے بعد ''وَ'' لگا کر ''وَخت'' (وقت) لگایا جاتا ہے یا مصدر کے ''ک'' کو ہٹا کر ''اوا'' لگا کر ظرفِ زمان بنایا جاتا ہے۔ مثلاً ''اوریک'' (سونا) مصدر سے ''اوریاوا'' (سوتے وقت) یا ''اوریکووخت'' (سوتے وقت) اسم ظرفِ زمان ہے۔ اسی طرح گیک (آنا) مصدر سے ''گیاوا'' یا ''گیکوَخت'' (آتے وقت) ''ژبیک'' (کھانا) مصدر سے ''ژبیاوا'' یا ''ژبیکووخت'' (کھاتے وقت) اسم ظرف زمان ہیں۔

اسمِ ظرف مکان بنانے کے لئے بعض مصادر سے اسم آلہ کی طرح مصدر کے ''ک'' کو ہٹا کر ''ن ی'' لگانے سے اسم ظرفِ مکان بنتا ہے اور بعض مصادر کے آخر میں ''وَ'' لگا کر ''ژاغہ'' (جگہ) بڑھانے سے اسم ظرف مکان بن جاتا ہے۔ مثلاً ''نِیشیک'' (بیٹھنا) مصدر سے ''نیشینی'' (بیٹھنے کی جگہ) اور ''اَوریک'' (سونا) مصدر سے ''اوریکوژاغہ'' (سونے کی جگہ) اسم ظرف مکان ہے۔]

(iii) اسمِ مصغر یا اسمِ تصغیر: اسمِ مصغر وہ اسم ہے جس میں کسی چیز کی اصلی حالت کے مقابلہ میں اس کا چھوٹا پن ظاہر ہو۔ تصغیر کا اسم بنانے کے لئے ''ژیری''، ''کوٹی''، ''غوڑک'' کلمات اسم کے آخر میں لگائے جاتے ہیں مثلاً ''کوڑوچی'' (چوزہ) ''کوڑوچی ژیری'' (چھوٹا چوزہ) ''چوموٹکیر'' (نوجوان لڑکی) سے ''چوموٹکیر ژیری'' (چھوٹی نوجوان لڑکی) ''شرا'' (مارخوار) ''شراکوٹی'' (چھوٹا مارخوار) ''دُور'' (گھر) ''دورکوٹی'' (چھوٹا سا گھر) ''جوان'' سے ''جوان غوڑک'' (چھوٹا جوان) وغیرہ۔

(iv) اسمِ مکبر: وہ اسم ہے جس کے معنوں میں کسی چیز کی اصل حالت کی نسبت بڑائی پائی جائے۔ اسم مکبر بنانے کے لئے جس اسم سے مکبر بنانا ہو اس کے شروع میں یہ کلمات لگائے جاتے ہیں۔

''لوٹ'' (بڑا) سے ''نہنجار''، ''وکوتہرمہ''، ''نسازہ''، ''برزنگی'' (بہت بڑا)۔

ان کے علاوہ اسم کے شروع سے پہلے ''ڈور'' ''بڑا'' لگا کر اسمِ مکبر بنایا جاتا ہے مثلاً ''پلیلی'' (چیونٹی) ''ڈور پلیلی'' (بڑی چیونٹی) ''مگس'' (مکھی) ''ڈور مگس'' (بڑی مکھی) وغیرہ۔

(v) اسمِ صوت: وہ اسم ذات ہے جس سے کسی جاندار یا بے جان چیزوں کی آواز سمجھ میں آئے۔ ''پوشی'' (بلی کی آواز)

''میغئیک'' (میاؤں میاؤں) ''پرووم'' (چیتا کی آواز) ''ژوئیک'' (غرانا) ''استور'' (گھوڑے کی آواز) ''ژندریک'' (ہنہنانا) ''کوروپھیک'' (مرغ کی آواز) ''روئیک'' (کتے کا بھونکنا) ''خرخئیک'' (ہلکی بارش کی آواز) ''رُورُورُوْ'' (تیز بارش کی آواز) ''چوڑیک'' (پرندوں کا چہچہانا)۔

(ب) اسمِ کنایہ: وہ اسم ہے جس سے کسی خاص آدمی یا شئے کا نام یا تعداد ظاہر نہ ہو۔ یہ اسم اُس موقع پر استعمال ہوتا ہے جب کوئی شخص کسی شئے یا شخص کا نام لینا نہ چاہے یا کوئی خاص تعداد ظاہر نہ کرے اسی غرض کے لئے وہ ایک مبہم سا کلمہ استعمال کرتا ہے۔

جیسے ''فلانکی'' یا ''دبستنکی''، ''فلانکی''، ''ہسہ موش''، (''وہ شخص'')، ''کیہ اِشارِی'' (کوئی چیز) وغیرہ۔

(ج) اسمِ استفہام: وہ اسم ہے جو کوئی بات پوچھنے کے لئے بولا جاتا ہے۔ جیسے ''کا'' (کون) ''کیوالو'' (کونسا) ''کیچا'' (کیسا) ''کیاغ'' (کیا) ''کندوری'' (کتنا۔مقدار) ''کما'' (کتنا تعدادی) ''کیاوخت'' (کب) وغیرہ۔

[نوٹ: اسم استفہام بالعموم مندرجہ ذیل اغراض کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

(i) استخبار: جو سوال کسی اطلاع یا خبر معلوم کرنے کے لئے کیا جائے۔ جیسے ''کیچا اسوس؟'' (کیا حال ہے؟) ''بتھنو کیا خبر شیر؟'' (وطن کی کیا خبر ہے؟) ''کیاغ کوسان؟'' (کیا کرتے ہو؟)۔

(ii) اقرار: جس سے کسی فعل کا اقرار مقصود ہو۔ کھوار زبان میں استفہام اقراری کے لیے کوئی خاص لفظ معین نہیں ہے بلکہ جملہ کے آخر میں آخری حرف کے اوپر زبر لگا کر سوالیہ بنایا جاتا ہے۔ مثلاً ''اوہ تہ تن نو راسّتم ؟'' (کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا؟) ''تو ہیتر انو استاؤ؟'' (کیا آپ وہاں نہ تھے؟)۔

(iii) انکار: جس سے انکار کے معنی پیدا ہوں جیسے ''اوہ کیاوخت راستم'' (میں نے کب کہا تھا) ''تو کورا ہئو کہ اوہ نوہتم'' (تم کب آئے کہ میں نہیں آیا) وغیرہ۔]

(د) اسمِ صفت: کسی شخص یا چیز میں کسی اچھائی یا بُرائی کے بیان کرنے کو صفت کہتے ہیں جیسے ''جم'' (اچھا) ''شوم'' (بُرا) ''تھول'' (موٹا) ''ژوغ'' (دبلا) وغیرہ۔

صفت کی چار قسمیں ہیں۔ (i) صفت ذاتی یا مشبہ (ii) صفت نسبتی (iii) صفت مقداری (iv) صفت عددی۔

(i) صفت ذاتی یا مشبہ: صفتِ ذاتی یا مشبہ وہ ہے جو اپنے موصوف کی ذات میں شامل ہو جیسے ''ہیم'' (برف) میں ''اُشکی'' (ٹھنڈک) ''انگار'' (آگ) میں ''پیچی'' (گرمی) اسی طرح ''کولی'' (ٹیڑھا) ''چُست'' (خوبصورت) ''ہوسک'' (سیدھا) وغیرہ۔ صفت ذاتی کے تین درجے ہیں: تفضیل نفسی، تفضیل بعض اور تفضیل کُل۔ تفضیل کے معنی فوقیت، ترجیح، فضیلت اور

شرف دینے کے ہیں۔

تفضیل نفسی: وہ ہے جس میں صرف ذاتی وصف کا اثبات مقصود ہوتا ہے۔ ''امیر جم موش آسور'' (امیر اچھا آدمی ہے) ''زید شوم موش آسور'' (زید بُرا آدمی ہے) ''انور شیتھان اسور'' (انور شریر ہے)۔

تفضیل بعض: اگر کسی شخص یا چیز وغیرہ کی صفت کو دوسرے شخص یا چیز وغیرہ کی صفت سے ترجیح دینا مقصود ہو، تو اُسے تفضیل بعض کہتے ہیں جیسے ''افضل سعید وسار جم موش'' (افضل سعید سے اچھا آدمی ہے)۔ ''چُمر دارو سار قائی بوئ'' (لوہا لکڑی سے بھاری ہوتا ہے) وغیرہ۔

تفضیل کُل: جب کسی فرد یا چیز کو اس کی نوع یا جنس کے تمام افراد یا اشیاء سے ترجیح دینا مقصود ہو، جیسے ''ہاشم تن سیف برار گینیساں سار جسم موش اسور'' (ہاشم اپنے سب بھائیوں سے اچھا آدمی ہے) ''محمد عیسیٰ سفان سار پھور دل موش اوشوئ'' (محمد عیسیٰ سب سے دلیر آدمی تھا) وغیرہ۔

(نوٹ: کھوار میں اردو کی طرح تفضیل کے لئے خاص الفاظ وضع نہیں کئے گئے ہیں۔)

مبالغہ: اصطلاح میں کسی وصف کو شدت یا ضعف میں اس حد تک پہنچانے کو کہتے ہیں کہ اس کے بعد کوئی مرتبہ باقی نہ رہے۔ دراصل یہ بھی ایک قسم کی صفت مشبہ ہے۔ کھوار میں مبالغہ کے لیے صفت کو دوبار لاکر درمیان میں ''ار'' (سے) لگایا جاتا ہے مثلاً ''جم ار جم'' (یعنی اچھے سے اچھا) ''شوم ار شوم (بُرے سے بُرا) ''لوٹ ار لوٹ'' (بڑے سے بڑا) وغیرہ۔

(ii) صفت نسبتی: کسی ایک شخص یا چیز کے تعلق یا لگاؤ کو دوسرے شخص یا چیز سے بیان کرنے کو نسبت کہتے ہیں۔ لہٰذا صفت نسبتی وہ ہے جو ایک شخص یا چیز سے تعلق یا لگاؤ ظاہر کرے۔ کھوار میں صفت نسبتی بنانے کا کوئی خاص کلیہ نہیں ہے۔ ذیل میں چند مشہور قواعد لکھے جاتے ہیں۔

(۱) ''گین'' لگا کر صفت نسبتی بنایا جاتا ہے مثلاً ''مہر گین'' (مہربانی کرنے والا) ''رَخم گین'' (رحم کرنے والا) ''غمگین'' (غم کرنے والا) وغیرہ۔

(۲) ''مان'' لگا کر اسمِ صفت بنایا جاتا ہے۔ ''عزت مان'' (عزت والا) ''دولت مان'' (دولتمند) ''تالح مان'' (قسمت والا)۔

(۳) ''ی ک'' لگا کر صفت نسبتی بنایا جاتا ہے۔ ''اوژور'' (علاقہ کا نام) ''اوژوریک'' (اس علاقے کا باشندہ) اسی طرح ''ژپیر'' سے ''ژپیریک''، ''بشقار'' سے ''بشقاریک'' وغیرہ۔

(۴) ''ان وٗ'' لگا کر اسم صفت نسبتی بنایا جاتا ہے جیسے ''دوسانوٗ'' (دروش کا باشندہ) ''اورغوچانوٗ'' (اورغوچ کا باشندہ) ''نغرانوٗ'' (نغر کا باشندہ)۔

(۵) ''ی ک وٗ'' لگا کر صفت نسبتی بنایا جاتا ہے ''چھترار یکوٗ'' (چترال کا باشندہ) ''چرونیکوٗ'' (چرن کا باشندہ) ''لونیکوٗ'' (لون کا باشندہ)۔

(۶) ''ی'' لگا کر صفت نسبتی بنایا جاتا ہے مثلاً ''ارندوی'' (ارندو کا رہنے والا) ''اویونی'' (ایون کا باشندہ) ''پشاوری'' (پشاور کا رہنے والا) ''اڑغانی'' (اڑغان یعنی افغان باشندہ)۔

[نوٹ: کھوار زبان میں نسبت بہ صفت نسبتی عام مروج ہے۔ اس کے معنی اُس علاقے کے باشندے کے اپنے وضع کردہ ہوتے ہیں۔ مثلاً ''پشاوریاں چادر'' (پشاوری لنگی) ''بشگالیاں کھون'' (بشگال کا بنایا ہوا بوٹ) اس کے بنانے کے واسطے صفت نسبتی کے آگے (ان) لگایا جاتا ہے۔ اگر صفت نسبتی واوٗ پر ختم ہو تو واوٗ کو حذف کر کے (ان) بڑھایا جاتا ہے۔ مثلاً چھترار یکو سے چھترار یکان اور موغیکو سے موغیکان وغیرہ۔]

(iii) صفت مقداری: وہ ہے جس سے کسی چیز کی مقدار یا جسامت معلوم ہو مقدار دو قسم کی ہے (۱) معین (۲) مبہم۔ مقدار معین جیسے پاوٗ (چار چھٹانک) ''بٹی'' ($2\frac{1}{2}$ سیر) ''کھاسہ'' (۵ سیر) ''کونڈوک سیر'' (۱۰ سیر) ''بیڑوٗ'' (۲۰ سیر) ''واڑوٗ'' (۸۰ سیر)۔

صفت مقداری مبہم وہ ہے جس سے کسی چیز کی صحیح مقدار تو معلوم نہ ہو، بلکہ صرف تخمینہ اور اندازہ ظاہر ہو۔ مقدار مبہم کے لیے مندرجہ ذیل الفاظ آتے ہیں۔ ''زِیَت'' (زیادہ) ''بوٗ'' (بہت) ''کم'' (کم) ''لوشٹ'' (ہلکا) ''قائی'' (بھاری) ''لوٹ'' (بڑا) ''پھوک'' (چھوٹا) ''ژیق'' (چھوٹا) ''کندوری'' (کتنا)۔

(iv) صفت عددی: صفت عددی سے کسی چیز کی تعداد معلوم ہوتی ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) معین (۲) غیر معین۔ معین وہ ہیں جن سے کسی چیز کی تعداد بالکل ٹھیک معلوم ہوتی ہے۔ ان کو اعداد ذاتی کہتے ہیں۔ مثلاً ''ای'' (ایک) ''جوٗ'' (دو) ''تروئی'' (تین) ''چھور'' (چار) ''پونچ'' (پانچ) ''چھوئی'' (چھ) ''سوت'' (سات) ''اوشٹ'' (آٹھ) ''نیوہ'' (نو) ''جوش'' (دس) ''جوش ای'' (گیارہ) ''بشیر'' (بیس) ''بشیر جوش'' (تیس) ''جوبشیر'' (چالیس) ''جوبشیر جوش'' (پچاس) ''شور'' (سو)۔

''ترتیبی عدد'' (یعنی وہ اعداد جو گنتی کے علاوہ اپنے معدود کی ترتیب اور درجہ بندی بھی ظاہر کریں) بنانے کے لیے

اسم عدد کے آخر میں ''وٗ'' لگا کر صفت عددی بنایا جاتا ہے۔ مثلاً ''جُوؤ'' (دوسرا) ''ترویؤ'' (تیسرا) ''چھورؤ'' (چوتھا) ''پونجو'' (پانچواں) ''چُھویؤ'' (چھٹا) اس کے علاوہ اسم عدد کے ساتھ ڑُنجی لگا کر تہ کو ظاہر کرتا ہے۔ مثلاً ''جوڑنجی'' (دوھرا) وغیرہ۔

صفت عددی غیر معین، وہ کلمات ہیں، جو مقدار تو ظاہر کرتے ہیں، لیکن ان سے کسی چیز کی تعداد یا مقدار ٹھیک معلوم نہیں ہوتی، مثلاً ''اَمبوخ'' (زیادہ) ''کما'' (کتنا) ''ای کما'' (چند ایک) وغیرہ۔

(ہ) اسمِ مصدر: مصدر وہ اسم ہے، جس میں کسی کام کا کرنا، ہونا، یا سہنا پایا جائے مگر اُس کا تعلق زمانے سے نہ ہو یعنی اس کام یا حرکت کا کوئی وقت معین نہ ہو۔ مصدر کے لفظی معنٰی نکلنے کی جگہ ہیں۔ چونکہ مصدر سے اسم اور فعل بنتے ہیں اس وجہ سے اس کو مصدر کہتے ہیں۔ فعل اور مصدر میں اتنا فرق ہے کہ فعل میں زمانہ کا لگاؤ یا تعلق پایا جاتا ہے اور مصدر میں یہ بات نہیں ہوتی۔

مصدر کی نشانی کھوار میں یہ ہے کہ اس کے آخر میں ہمیشہ ''یک'' آتا ہے۔ جیسے ''بیک'' (جانا) ''رتپھیک'' (کھڑا ہونا) ''ساوزیک'' (بنانا) وغیرہ۔

اقسام مصدر بلحاظ معنیٰ

معنی کے لحاظ سے مصدر کی دو قسمیں ہیں۔ لازم و متعدی۔

(i) مصدر لازم وہ مصدر ہے جس سے ایسا فعل بنے، جو صرف فاعل سے مل کر پورے معنٰی دے اور مفعول کو نہ چاہے۔ جیسے ''اوریک'' (سونا) ''ہوسیک'' (ہنسنا) ''گیک'' (آنا) ''بیک'' (جانا) ''کیڑیک'' (رونا) وغیرہ۔

(ii) مصدر متعدی وہ مصدر ہے جس سے ایسا فعل بنے جو فاعل کے علاوہ مفعول کو بھی چاہے۔ جیسے ''لوڑیک'' (دیکھنا) ''گانیک'' (لینا) ''نویشیک'' (لکھنا) وغیرہ۔

مصدر متعدی کی قسمیں

متعدی بنفسہ: وہ مصدر ہے جو اصل وضع ہی میں متعدی ہو، جیسے ''دیک'' (دینا) ''سوئیک'' (سینا) ''پیک'' (پینا) ''ژبیک'' (کھانا) وغیرہ۔

متعدی بالواسطہ: وہ مصدر ہے جو اصل وضع میں تو لازم ہو مگر اسے متعدی بنالیا گیا ہو۔ جیسے ''بختوئیک'' (ڈرنا) مصدر لازم سے ''بختوائیک'' (ڈرانا) مصدر متعدی بالواسطہ بنا۔ اسی طرح ''دیک'' (دوڑنا) سے ''دِیئیک'' (دوڑانا) ''کِڑیک'' (رونا) سے ''کِڑائیک'' (رلانا) ''ہوسیک'' (ہنسنا) سے ''ہوسئیک'' (ہنسانا) وغیرہ۔

متعدی المتعدی: وہ مصدر ہے جو اصل وضع میں بھی متعدی ہو اور اسے دوبارہ متعدی بنالیا گیا ہو، جیسے ''نویشیک'' (لکھنا) مصدر متعدی سے ''نویسشیئنک'' (لکھوانا) متعدی المتعدی ہے۔ اسی طرح ''لوڑیک'' (دیکھنا) سے ''لوڑئیک'' (دیکھوانا) ''گانیک'' (لینا) سے ''گانئیک'' (لیوانا) وغیرہ۔

[نوٹ: کھوار میں مصدر لازم کی نشانی ''یک'' علامت مصدر کے ماقبل حرف مکسور ہوتا ہے اور مصدر متعدی بنانے کے لیے زیر کو دور کر کے زبر لگایا جاتا ہے اور بعض جگہ ''یک'' سے پہلے ''ا'' بھی لگا کر مصدر متعدی بنایا جاتا ہے۔]

(و) **اسمِ حاصل مصدر:** حاصل مصدر وہ اسم ہے جو مصدر کے نتیجہ یا کسی کیفیت کو ظاہر کرے۔ کھوار میں مصدر ہی حاصل مصدر کی جگہ کام دیتا ہے۔

(ز) **اسمِ حالیہ:** اسمِ حالیہ وہ اسم ہے جس سے فاعل یا مفعول کی حالت معلوم ہو جیسے ''زید ہَو سَاوبائی'' (زید ہنستا ہوا آیا) ''بکر گھوٹاو بغائی'' (بکر لنگڑاتا ہوا گیا)۔ اسمِ حالیہ بنانے کے لیے مصدر کے ''ی ک'' کو ہٹا کر ''او'' بڑھا دیتے ہیں۔ جیسے ''رِیڑیک'' (رونا) مصدر سے ''رِیڑاوٗ'' (روتا ہوا) ''ہوسیک'' (ہنسنا) ''مصدر سے ''ہَو ساوٗ'' (ہنستا ہوا) ''کھوٹیک'' (لنگڑانا) مصدر سے ''گھوٹاوٗ'' (لنگڑاتا ہوا) اسمِ حالیہ ہیں۔

(ح) **اسمِ معاوضہ:** اسمِ معاوضہ وہ اسم ہے جو کسی خدمت یا محنت کے بدلے کا نام ہے۔ اسمِ معاوضہ بنانے کے لیے مصدر کے ''ی ک'' کو ہٹا کر ''ی'' کے ماقبل حرف پر زبر لگا کر ''ل ی'' بڑھا دیا جاتا ہے۔ مثلاً ''پچھیک'' (پکوانا) مصدر سے ''پچھیائی'' (پکوائی) ''نیکیک'' (دھونا) مصدر سے ''نیگئی'' (دھلوائی) ''سُویک'' (سینا) مصدر سے ''سُوئی'' (سلوائی) اور ''کیشیک'' (ہل چلانا) مصدر سے ''کیشیلی'' (ہل چلانے کی مزدوری) وغیرہ۔

(ط) **اسمِ فاعل:** اسمِ فاعل اُس شخص یا چیز کے نام کو کہتے ہیں جس سے فعل صادر ہونے کا مفہوم پایا جائے یا دوسری تعریف یوں ہو سکتی ہے کہ فعل صادر ہونے کی نسبت سے جو نام اُس شخص کا رکھا جائے جس سے وہ فعل صادر ہوا ہے، تو اُس کلمہ کو اسمِ فاعل کہتے ہیں۔ مصدر کی علامت ''ک'' سے پہلے حرف ''ی'' کو ہٹا کر ''ی'' سے ماقبل حرف کے اوپر زبر لگانے سے اسمِ فاعل بنتا ہے۔ مثلاً ''نویشیک'' (لکھنا) مصدر سے ''نویشک'' لکھنے والا ''کیشیک'' (ہل چلانا) مصدر سے ''کیشک'' (ہل چلانے والا) اسمِ فاعل ہیں۔

اسم فاعل دو قسم کا ہے، اسمِ فاعل قیاسی اور اسمِ فاعل سماعی۔

(i) اسمِ فاعل قیاسی وہ ہے جسے اہل زبان نے ایک مقررہ قاعدے کے مطابق بنایا ہو۔ جیسے ''کوسک'' (چلنے والا)

''لودیک'' (بولنے والا) ''بوغک'' (جاننے والا) وغیرہ۔

(ii) اسمِ فاعل سماعی وہ ہے جو کسی مقررہ قاعدے کے مطابق نہ بنایا گیا ہو بلکہ اہل زبان نے اُسے فاعل کے معنی میں استعمال کیا ہو۔ مثلاً ''درزی'' (درزی) ''نائی'' (نائی) ''تراچون'' (ترکھان) ''پڑال'' (چرواہا) ''بایوغیر'' (شکاری) ''اُسناتیری'' (تیراک) ''ژولہ'' (جولاہا) وغیرہ۔

(ی) اسمِ مفعول: اسمِ مفعول وہ اسم ہے جو واقع شدہ فعل کی نسبت سے اس شخص یا چیز کا نام ہو جس پر فعل واقع ہوا ہو۔ مثلاً ''اوریَرؤ'' (سویا ہوا) ''کوریرؤ'' (کیا ہوا)، مصدر کے ''ک'' کو ہٹا کر ''رؤ'' لگانے سے اسمِ مفعول بنتا ہے۔ جیسے ''نویشیک'' (لکھنا) مصدر سے ''نویشیرؤ'' (لکھا ہوا) اور ''کیڑیک'' (ہل چلانا) مصدر سے ''کیڑیرؤ'' (ہل چلایا ہوا) اسمِ مفعول ہے۔ ''پوشیرؤ'' (دیکھا ہوا) ''گانیرؤ'' (لیا ہوا) ''دوسیرؤ'' (پکڑا ہوا) ''بوتیرؤ'' (باندھا ہوا)۔

مندرجہ بالا اسم مفعول قاعدے کے مطابق بنائے گئے ہیں اس لیے اسم مفعول قیاسی ہیں اور مندرجہ ذیل اسماء کسی قاعدے کے مطابق مشتق نہیں ہوئے ہیں اس لئے اسمِ مفعول سماعی کہلاتے ہیں۔ ''بندی'' (قیدی) ''ژوردؤ'' (کھایا ہوا) ''بیردؤ'' (مرا ہوا)۔

(ک) اسمِ لازمہ: اسمِ لازمہ وہ اسم ہے جس کے کسی کام کا مستقبل میں عمل میں لانا لازمی گردانا جائے۔ مثلاً ''کوریلی'' (کرنا ہے) ''پھونیلی'' (ناچنا ہے) یہ قاعدہ علامتِ مصدر کے آخری حرف ''ک'' کو ہٹا کر اس کی جگہ ''لی'' لگانے سے بنتا ہے۔

(ل) اسمِ وصفی: اسمِ وصفی وہ اسم ہے جس میں کسی خاص عمل کے کرنے کا وصف پایا جائے۔ مثلاً ''لشٹہ نشلیکو ڈق'' (زمین پر بیٹھنے کے قابل لڑکا) ''نگلیک زپ'' (دھونے کے قابل کپڑا) اس کے بنانے کا قاعدہ یہ ہے کہ علامتِ مصدر کے آخری حرف کو ہٹا کر اس کی جگہ ''لیگ'' لگایا جائے۔

(م) اسمِ ارادہ: وہ اسم ہے جس کے معنی میں کسی فعل کے کرنے کا ارادہ یا آرزو پائی جائے۔ مثلاً ''کورارؤ'' (کرنے کی خواہش ہونا) ''نویشارؤ'' (لکھنے کی خواہش ہونا) اس کے بنانے کا قاعدہ علامتِ مصدر ''یک'' کو دور کرنے کے بعد ''ارؤ'' لگایا جائے۔

اسم کی قسمیں جنس کے لحاظ سے

جنس کے لحاظ سے اسم کی چار قسمیں ہیں۔ مذکر، مونث، مشترک اور بے جان۔

(i) مذکر وہ اسم ہے۔ جو"نَرِی"(نَر) کے لیے بولا جاتا ہے۔ جیسے"تَت"(والد)"بَرار"(بھائی)"موش"(مرد)"ڈِق"(لڑکا)"استور"(گھوڑا)وغیرہ۔

(ii) مونث وہ اسم ہے جو"اِستری"(مادہ) کے لئے بولا جاتا ہے۔ جیسے"نَان"(والدہ)"اِسپَسار"(بہن)"کیمیری"(عورت)"کومورو"(لڑکی)"مادیان"(گھوڑی)وغیرہ۔

(iii) اسم مشترک وہ اسم ہے جو نر اور مادہ دونوں کے لیے بولا جاتا ہے۔ جیسے"دُست"(دوست)"اژیلی"(بچہ)"پیرو"(رشتہ دار)"گوردوغ"(گدھا۔گدھی)"رَینی"(کتا۔کتی)وغیرہ۔

(iv) اسمِ بے جان وہ اسم ہیں جو بے جان چیزوں کے لئے بولے جاتے ہیں۔ مثلاً"گوم"(گندم)"دار"(لکڑی)"دور"(گھر)وغیرہ۔

(نوٹ: کھوار میں اسم کی تانیث و تذکیر سے فعل کی صورت اردو کی طرح بدلتی نہیں بلکہ فارسی اور انگریزی کی طرح فعل کی صورت وہی رہتی ہے خواہ فاعل مذکر ہو یا مونث، اسی وجہ سے بے جان چیزوں میں بھی تذکیر و تانیث کا فرق نہیں کیا جاتا۔)

کھوار میں مذکر و مونث حسبِ ذیل دو طریقوں پر آتے ہیں۔

(ا) مذکر اور مونث کے لیے علیحدہ علیحدہ کلمات مقرر ہیں۔

رشتہ داروں کے نام		اسمائے متفرقات	
مذکر	مونث	مذکر	مونث
تت (والد)	نان (والدہ)	لال (خان)	کائی (خانم)
بپ (دادا۔نانا)	واو (دادی۔نانی)	متیار (والئی ملک)	خونزہ (ملکہ)
برار (بھائی)	اسپسار (بہن)	موش (مرد)	کیمیری (عورت)
میک (چچا۔ماموں)	بیچ (پھوپی۔چچی۔مامی)	ڈق (لڑکا)	کومورو (لڑکی)
اشپاشور (سُسر)	اشپیریشی (ساس)	رَیشو (بیل)	لیشو (گائے)
موش (خاوند)	بوک (جورو)	استور (گھوڑا)	مادیان (گھوڑی)
جمار (داماد)	بروَژائیو (بہو)	نرکوکو (مرغا)	کاہک (مرغی)

ژاوُ(بیٹا)	ژوُر(بیٹی)	تیج بھوُ(بکرا)	پائے(بکری)
گومیت(سالا)	بروژایو(سالی)	شرا(مارخور)	میشرِیغ(ہرن)
		بَرن۔ویرکھالو(بھیڑ)	کیڑی(بھیڑی)

(۲) اسمائے مشترک کے ساتھ ''ڈق'' (لڑکا) ''کومورُو'' (لڑکی) ''موش'' (مرد) ''کیمیر ی'' (عورت) ''نَری'' (نر) ''استری'' (مادہ) لگا کر مذکر مؤنث ظاہر کرتے ہیں۔

متفرقات

مذکر	مونث	مذکر	مونث
ڈق دُست(دوست لڑکا)	کومورودُست(دوست لڑکی)	نری شونی رینی(کتا)	استری شونی رینی(کتی)
ڈق بیرو(رشتہ دار لڑکا)	کومورو بیرو(رشتہ دار لڑکی)	نری پوشی(بلا)	استری پوشی(بلی)
موش بیرو(رشتہ دار مرد)	کیمیری بیرو(رشتہ دار عورت)	نری غوڑبوئیک(نر پرندہ)	استری غوڑبوئیک(مادہ پرندہ)
نری خار گوردوغ(گدھا)	استری خار گوردوغ(گدھی)	نری موکوڑ(بندر)	استری موکوڑ(بندریا)

اسم کی قسمیں بلحاظِ تعداد

تعداد کے لحاظ سے اسم کی دو قسمیں ہیں۔اوّل واحد، دوم جمع۔

واحد وہ اسم ہے جو ایک چیز کے لیے بولا جائے اور جمع وہ اسم ہے جو ایک سے زیادہ چیزوں کے لیے بولا جائے۔

واحد سے جمع بنانے کا قاعدہ

(i) رشتہ داروں کے نام کے ساتھ ''گینی'' لگا کر جمع بنایا جاتا ہے۔کچھ مثالیں ان کی مختلف حالتوں کے ساتھ دی جاتی ہیں۔

واحد	جمع حالتِ فاعلی	جمع حالتِ مفعولی	جمع حالتِ اضافی	جمع حالتِ منادیٰ
نان(والدہ)	نان گینی	نان گینیاں	نان گینیاں	اے نان گینیاں
برار(بھائی)	برارگینی	برارگینیاں	برارگینیاں	اے برارگینیاں
اسپسار(بہن)	اسپسارگینی	اسپسارگینیاں	اسپسارگینیاں	اے اسپسارگینیاں

بپ (دادا۔نانا)	بپ گینی	بپ گینیاں	بپ گینیاں	اے بپ گینیاں
واو (دادی۔نانی)	واوگینی	واوگینیاں	واوگینیاں	اے واوگینیاں
میک (چچا)	میک گینی	میک گینیاں	میک گینیاں	اے میک گینیاں
نیچ (چچی)	نیچ گینی	نیچ گینیاں	نیچ گینیاں	اے نیچ گینیاں
اشپاشور (سُسر)	اشپاشور گینی	اشپاشور گینیاں	اشپاشور گینیاں	اے اشپاشور گینیاں
اشپریشی (ساس)	اشپریشی گینی	اشپریشی گینیاں	اشپریشی گینیاں	اے اشپریشی گینیاں
موش (خاوند)	موش گینی	موش گینیاں	موش گینیاں	اے موش گینیاں
بوک (جورو)	بوک گینی	بوک گینیاں	بوک گینیاں	اے بوک گینیاں
جمار (داماد)	جمار گینی	جمار گینیاں	جمار گینیاں	اے جمار گینیاں
روژیو (بہو)	روژئے گینی	روژائے گینیاں	روژائے گینیاں	اے روژائے گینیاں
ژاو (بیٹا)	ژاوگینی (ژیژاو)	ژاوگینیاں (ژیژاواں)	ژاوگینیاں (ژیژاواں)	اے ژاوگینیاں
ژور (بیٹی)	ژورگینی	ژورگینیاں	ژورگینیاں	اے ژورگینیاں
گومیت (سالا)	گومیت گینی	گومیت گینیاں	گومیت گینیاں	اے گومیت گینیاں

(ii) رشتہ داروں کے سوا باقی اسماء کے ساتھ ''ان'' لگا کر جمع بنایا جاتا ہے۔ اس قاعدے کے لیے ان باتوں کو مدّنظر رکھنا ضروری ہے:

(۱) حالتِ فاعلی میں اکثر اسماء کے ساتھ ''ان'' نہیں لگایا جاتا ہے بلکہ واحد کا صیغہ ہی قائم رہتا ہے، مگر فعل جمع کو ظاہر کرتا ہے۔

(۲) حالتِ مفعولی اور حالتِ اضافی میں واحد اسم کے ساتھ ''وْ'' علامت مفعولی یا اضافی آتا ہے، جب اسم جمع ہو تو ''ان'' علامتِ مفعولی یا اضافی ہوتا ہے۔

(۳) چونکہ جمع کی علامت ''ان'' ہے اور مفعولی اور اضافت کی علامت بھی ''ان'' ہے، اس لیے حالتِ مفعولی اور حالتِ اضافی میں ایک ''ان'' کو حذف کیا جاتا ہے اور صرف ایک ہی ''ان'' سے کام لیا جاتا ہے۔

(۴) جب اسم کے آخر میں ''ر'' ہوتو جمع بنانے کے لیے صرف ''ن'' لگایا جاتا ہے اور جب اسم کے آخر میں ''ک'' ہوتو اس کو حذف کر کے صرف ''ان'' لگایا جاتا ہے۔ جب اسم کا آخری حرف ہائے مختفی ہوتو اسے حذف کر کے ''ان'' لگا کر جمع بنایا جاتا ہے۔ (لیکن یہ قاعدہ عمومی ہے کلیہ نہیں)۔

واحد	جمع حالت فاعلی	جمع حالت مفعولی	جمع حالت اضافی	جمع حالتِ منادیٰ
ڈق (لڑکا)	ڈق	ڈقان	ڈقان	اے ڈقان
کتاب (کتاب)	کتاب	کتابان	کتابان	اے کتابان
بوئیک (پرندہ)	بوئیک	بوئیکان	بوئیکان	اے بوئیکان
استور (گھوڑا)	استور	استوران	استوران	اے استوران
کان (درخت)	کان	کانان	کانان	اے کانان
تھاغ (شاخ)	تھاغ	تھاغان	تھاغان	اے تھاغان
گیر (ارہ)	گیر	گیران	گیران	اے گیران
اژیلی (بچہ)	اژیلی	اژیلیان	اژیلیان	اے اژیلیان
کاہک (مرغی)	کاہک	کاہکان	کاہکان	اے کاہکان
کورسی (کرسی)	کورسی	کورسیان	کورسیان	اے کورسیان
پوشی (بلی)	پوشی	پوشیاں	پوشیاں	اے پوشیاں
ہوست (ہاتھ)	ہوست	ہوستان	ہوستان	اے ہوستان
پونگ (پاؤں)	پونگ	پونگان	پونگان	اے پونگان
ڈیک (ٹانگ)	ڈیک	ڈیکان	ڈیکان	اے ڈیکان
غیچھ (آنکھ)	غیچھ	غیچھان	غیچھان	اے غیچھان
کار (کان)	کار	کاران	کاران	اے کاران
دون (دانت) .	دون	دونان	دونان	اے دونان

چموٹ (انگلی)	چموٹ	چموٹان	چموٹان	اے چموٹان
شون (ہونٹ)	شون	شونان	شونان	اے شونان
لیشو (گائے)	لیشو	لیشان	لیشان	اے لیشان
چیلی بُختو (چڑیا)	چیلی بختو	چیلی بُختان	چیلی بختان	اے چیلی بختان
نرکوکو (مرغا)	نرکوکو	نرکوکان	نرکوکان	اے نرکوکان
بوغوزو (مینڈک)	بوغوزو	بوغوزان	بوغوزان	اے بوغوزان
شارا (مارخور)	شارا	شاران	شاران	اے شاران
خورا (چکی)	خورا	خوران	خوران	اے خوران
ہَوا (ہوا)	ہوا	ہوان	ہوان	اے ہوان
دردانہ (موتی)	دردانہ	درداران	درداران	اے درداران
دروازہ (دروازہ)	دروازہ	دروازان	دروازان	اے دروازان
پروانہ (پروانہ)	پروانہ	پروانان	پروانان	اے پروانان

اسم کی حالتیں

جب جملہ میں اسم کا تعلق کسی دوسرے اسم یا فعل کے ساتھ ہوتو اس کا نام حالت ہے۔کھوار میں اسم کی مندرجہ ذیل حالتیں پائی جاتی ہیں۔

(i) حالتِ فاعلی: وہ ہے کہ جملہ میں اسم کسی فعل کا فاعل واقع ہو، جیسے ''زید سبق رئیتی'' (زید نے سبق پڑھا) اس جملہ میں زید فاعل ہے اوراس کی حالت فاعلی ہے۔

(ii) حالتِ مفعولی: وہ ہے کہ جملہ میں اسم پر کوئی فعل واقع ہُوا ہو، جیسے ''استور گاز اویوئ'' (گھوڑے نے گھاس کھائی)۔ اس جملہ میں ''گاز'' کی حالت مفعولی ہے۔

(iii) حالتِ اضافی: وہ ہے کہ اسم مضاف یا مضاف الیہ واقع ہو، جیسے ''اشرفو استور'' (اشرف کا گھوڑا) اس ترکیب میں اشرف اور استور دونوں اسموں کی حالتِ اضافی ہے۔

(iv) حالتِ منادیٰ: وہ ہے کہ اسم کو کسی حرفِ ندا کے ذریعے پُکارا جائے، جیسے ''یاخُدا ای'' (یااللہ) ''اے برار'' (اے بھائی) ''اے ڈق'' (او لڑکے) وغیرہ۔

(v) حالتِ مجروری: وہ حالت ہے کہ اسم کا تعلق کسی فعل یا مشبہ فعل کے ساتھ ہو اور اسم کے بعد کوئی حرف جار واقع ہو، جیسے ''حمید کراچی ارہائی''. (حمید کراچی سے آیا) اور ''زید قلمیں نویشتئی'' (زید نے قلم سے لکھا) ان جملوں میں کراچی اور قلم کی حالت مجروری ہے۔

فعل

فعل وہ کلمہ ہے جس میں کسی کام کا کرنا یا ہونا یا سہنا پایا جائے، جیسے ''ژیبوین'' (کھاتا ہے) ''ریتئی'' (پڑھا) ''لُو دوئی'' (بولے گا) وغیرہ۔

فعل کی اقسام بلحاظ معنیٰ

(۱)۔ ''زید ہائی'' (زید آیا) ''بکر بغائی'' (بکر گیا) ''عمرو نشی تائی'' (عمرو بیٹھا)۔

(۲)۔ ''اکبر سبق ریتائے'' (اکبر نے سبق پڑھا) ''حامد اوغ پیتائی'' (حامد نے پانی پیا) ''محمود زمین کرینتائی'' (محمود نے زمین خریدی)۔

(i) فعل لازم: نمبر ا مثالوں میں ''ہائے'' (آیا) ''بغائے'' (گیا)۔ ''نشیتائے'' (بیٹھا) ایسے فعل ہیں جو فاعل پر ہی ختم ہو جاتے ہیں۔ انہیں مفعول کی ضرورت نہیں ایسے فعل، فعل لازم کہلاتے ہیں۔ پس فعل لازم وہ ہے جس میں کام کا اثر صرف فاعل تک محدود ہو۔

(ii) فعل متعدی: نمبر ۲ مثالوں میں ''ریتائے'' (پڑھا) ''پیتائے'' (پیا) ''کرنیتائے'' (خریدا) ایسے افعال ہیں جو صرف فاعل کے ساتھ مل کر اپنے پورے معنیٰ نہیں دیتے بلکہ اس کے لیے مفعول کی بھی ضرورت ہوتی ہے ایسے فعل، فعل متعدی کہلاتے ہیں۔ پس فعل متعدی وہ فعل ہے جس میں کام کا اثر فاعل سے گزر کر مفعول تک پہنچے۔

فعل متعدی کی اقسام

۱۔ ''بکر اوغ پیتائی'' (بکر نے پانی پیا) ''احمد لوپرائی'' (احمد بولا)

۲۔ ''استورو دیئیتم'' (میں نے گھوڑا دوڑایا) ''ڈقو دوراتریئیتم'' (میں نے لڑکے کو گھر پہنچایا)۔

۳۔ ''اَوہ فقیرو اُوغ پیئیتم'' (میں نے فقیر کو پانی پلایا) ''اوہ میرزو چکئی کاغذ نویشیئیتم'' (میں نے منشی سے خط لکھوایا)۔

(۱)۔نمبر۱ کی مثالوں میں ''پیتائے'' (پیا) ''لوپرئی'' (بولا) ایسے فعل ہیں جو اصل میں متعدی ہی بنائے گئے ہیں۔ایسے فعل متعدی الاصل کہلاتے ہیں۔

(۲)۔نمبر۲ کی مثالوں میں ''دیئتم'' (دوڑایا) اور ''تریئتم'' (پہنچایا) ایسے فعل ہیں جو لازم مصدر ''دئیک'' (دوڑنا) اور ''توریک'' (پہنچنا) سے بنائے گئے ہیں۔ایسے فعل متعدی بالواسطہ کہلاتے ہیں۔

(۳)۔نمبر۳ کی مثالوں میں ''پئیتم'' (پلایا) ''نویشئیتم'' (لکھوایا) ایسے فعل ہیں جن کے مصدر ایسے مصدروں سے بنائے گئے ہیں جو متعدی تھے یعنی مصدر ''پئییک'' (پلانا) سے فعل لازم آتے ہیں۔ان کو مصدر لازم کہتے ہیں اور جن مصدروں سے فعل متعدی آتے ہیں ان کو مصدر متعدی کہتے ہیں۔

مصدر سے متعدی اور متعدی المتعدی بنانے کی مثالیں

مصدر	دیک	نویشیک	ژبیک
معنی	دوڑنا	لکھنا	کھانا
اَمر	دَیَے	نویشے	ژبے
متعدی	دئیک	نویشئیک	ژبئیک
متعدی المتعدی	دیئییگ	نویشئیک	ژبیئیک
معنی	دوڑانا	لکھوانا	کھلانا

[نوٹ: بعض لازم مصدر ایسے بھی ہیں جو متعدی نہیں بن سکتے ایسے مصدروں کو مصدر لازم محدود کہتے ہیں۔جیسے ''بیک'' (جانا) ''اوسنیک'' (تیرنا) وغیرہ اور بعض متعدی مصدر متعدی المتعدی نہیں بن سکتے۔جیسے ''مہمیزئیک (کودنا)]

افعال ناقصہ

''خُدائی لوٹ اسور'' (خُدا بڑا ہے) ''تہ دور کورا شیر'' (تمہارا گھر کدھر ہے) ''استور و قیمت کندوری بوئی'' (گھوڑے کی قیمت کتنی ہوگی) ''سَیر شاعر اوشوئ'' (سیر شاعر تھا)۔

اوپر کی مثالوں میں ''آسور'' ہے۔جاندار کے لیے ''شیر'' ہے۔بے جان کے لیے ''بوئی'' (ہوگا) ''اوشوی'' (تھا) ایسے فعل ہیں جن میں کام کا کرنا نہیں پایا جاتا بلکہ ہونا یا ہو جائے کی کیفیت پائی جاتی ہے۔ایسے فعل، افعال ناقصہ کہلاتے ہیں۔

[**نوٹ:** یادرہے کہ جب ''اَسور'' (ہے) اور ''شیر''، ''اوشوی''، ''ایستئی'' (تھا) وغیرہ کسی فعل کا جز و ہو تو فعل ناقص نہیں رہتے۔ مثلاً ''گیتی اسور'' (آیا ہے) ''نویشی شیر'' (لکھا گیا ہے) ''کیہ وخت گیتی استئی'' (وہ کب آیا تھا) ''لاری کیہ وخت بی اوشوئی'' (لاری کب گئی تھی)]

فعل کی اقسام، فاعل کے معلوم یا نامعلوم کے لحاظ سے

''سلیم خط نویشتئی'' (سلیم نے خط لکھا)

''شپیک ژیبونو ہوئی'' (کھانا کھایا گیا)

پہلی مثال میں نویشتئی (لکھا) فعل ہے اور سلیم فاعل ہے جو معلوم ہے۔ دوسری مثال میں ''ژیبونو ہوئی'' (کھایا گیا) فعل ہے لیکن فاعل معلوم نہیں۔

فعل معروف: جس فعل کا فاعل معلوم ہو، اس کو فعل معروف کہتے ہیں۔ مثلاً ''نویشتئی'' (اس نے لکھا)۔

فعل مجہول: جس فعل کا فاعل معلوم نہ ہو اس کو فعل مجہول کہتے ہیں، جیسے ''ژیبونو ہوئی'' (کھایا گیا)۔ چونکہ فعل لازم کا مفعول نہیں ہوتا، اس لیے فعل مجہول ہمیشہ متعدی ہی سے بنے گا۔

فعل کی اقسام بلحاظ اثبات ونفی

اثبات ونفی کے لحاظ سے فعل کی دو قسمیں ہیں۔ فعل مثبت وفعل نفی (تفصیل کے لیے دیکھئے فعل کی اقسام بلحاظ زمانہ)۔

(۱) جس فعل میں کام کا ہونا پایا جائے، وہ فعل مثبت کہلاتا ہے۔ مثلاً ''کوریتئی'' (اس نے کیا) ''کورار'' (وہ کرے) ''کوروین'' (وہ کرتا ہے) ''کوروئی'' (وہ کریگا) ''کورے'' (تم کرو)۔

(۲) فعل منفی بنانے کے لیے مثبت فعل کے پہلے ''نو'' (نہیں یا نہ) مفتوح بڑھاتے ہیں۔ مثلاً ''نوژیبوئی'' (وہ نہیں کھائے گا) ''نوپیر'' (وہ نہیں پیئے گا) ''نونویشیر'' (وہ نہیں لکھے گا) ''نونویشیس'' (تو نہیں لکھے گا) نفی ہیں۔

فعل کی اقسام بلحاظ زمانہ

زمانہ کے لحاظ سے فعل کی چھ قسمیں ہیں۔ (i) ماضی (ii) مضارع (iii) حال (iv) مستقبل (v) امر (vi) نہی۔

[نوٹ: کھوار میں ضمیر متصل فعل کے ساتھ استعمال ہو کر زمانہ اور ضمیر کے جمع یا واحد وغیرہ ہونے کی حالت معلوم کرتے ہیں۔]

(i) ماضی: فعل ماضی بنانے کے لیے مصدر کے صرف ''ک'' کو ہٹا کر ضمیر متصل لگایا جاتا ہے۔ مثلاً نویشیک مصدر کے

''ک'' کو ہٹا کر ''تئ''، ضمیر متصل لگانے سے واحد غائب اور ماضی زمانے کی حالت معلوم ہوتی ہے۔ ''تن'' لگانے سے جمع غائب ''تو'' لگانے سے واحد مخاطب ''تمی'' لگانے سے جمع مخاطب بن جاتا ہے۔ واحد متکلم اور جمع متکلم کے لیے زمانہ ماضی میں ''تم'' لگتا ہے۔

گردان

واحد غائب	جمع غائب	واحد مخاطب	جمع مخاطب	واحد متکلم	جمع متکلم
نویشتئ	نویشتنی	نویشتیو	نویشتمی	نویشتیم	نویشتیم
اس نے لکھا	انہوں نے لکھا	تو نے لکھا	تم نے لکھا	میں نے لکھا	ہم نے لکھا
کیشتی	کشتیی	کیشتتو	کیشتمی	کیشتم	کیشتم
اس نے ہل چلایا	انہوں نے ہل چلایا	تو نے ہل چلایا	تم نے ہل چلایا	میں نے ہل چلایا	ہم نے ہل چلایا

فعل ماضی کی اقسام

فعل ماضی کی آٹھ قسمیں ہیں۔ (۱) ماضی مطلق (۲) ماضی قریب (۳) ماضی بعید (۴) ماضی استمراری (۵) ماضی شکیہ (۶) ماضی احتمالی (۷) ماضی شرطی (۸) ماضی تمنائی۔

(۱) ماضی مطلق: ماضی مطلق بنانے کے لیے مصدر کے ''ک'' کو ہٹا کر ''تئ'' لگانے سے واحد غائب اور ''تنی'' لگانے سے جمع غائب ''تو'' لگانے سے واحد مخاطب ''تمی'' لگانے سے جمع مخاطب ''تم'' لگانے سے واحد متکلم اور جمع متکلم کا صیغہ بن جاتا ہے۔

(گردان) ماضی مطلق

واحد غائب	جمع غائب	واحد مخاطب	جمع مخاطب	واحد متکلم	جمع متکلم
نویشتئ	نویشتَنی	نویشتیَو	نویشتمی	نویشتَم	نویشتم
اس نے لکھا	انہوں نے لکھا	تو نے لکھا	تم بنے لکھا	میں نے لکھا	ہم نے لکھا
کیشتئ	کیشتیئ	کشتیو	کیشتیتمی	کیشتیتم	کیشتیتم
اس نے ہل چلایا	انہوں نے ہل چلایا	تو نے ہل چلایا	تم نے ہل چلایا	میں نے ہل چلایا	ہم نے ہل چلایا

(۲) ماضی قریب: ماضی قریب بنانے کے لیے مصدر کے ''ک'' کو ہٹا کر ''اسور'' اضافہ کرنے سے واحد غائب ''اسونی'' لگانے سے جمع غائب ''اسوس'' لگانے سے واحد متکلم ''اسومی'' لگانے سے جمع متکلم ''اسوم'' لگانے سے واحد متکلم ''اسوی'' لگانے سے جمع متکلم کا صیغہ بن جاتا ہے۔

گردان ماضی قریب

واحد غائب	جمع غائب	واحد مخاطب	جمع مخاطب	واحد متکلم	جمع متکلم
نویشی اسور	نویشی اسونی	نویشی اسوس	نویشی اسومی	نویشی اسوم	نویشی اسوی
اس نے لکھا ہے	انہوں نے لکھا ہے	تو نے لکھا ہے	تم نے لکھا ہے	میں نے لکھا ہے	ہم نے لکھا ہے
کیٹشی اسور	کیٹشی اسونی	کیٹشی اسوس	کیٹشی اسومی	کیٹشی اسوم	کیٹشی اسوی
اس نے ہل چلایا ہے	انہوں نے ہل چلایا ہے	تو نے ہل چلایا ہے	تم نے ہل چلایا ہے	میں نے ہل چلایا ہے	ہم نے ہل چلایا ہے

(۳) ماضی بعید: ماضی بعید بنانے کے لیے مصدر کے ''ک'' کو ہٹا کر ''روشوئی''، ضمیر متصل لگانے سے واحد غائب ''روشونی'' لگانے سے جمع غائب ''روشو'' لگانے سے واحد مخاطب ''روشتمی'' لگانے سے جمع مخاطب ''روشتم'' لگانے سے واحد متکلم اور جمع متکلم کا صیغہ بن جاتا ہے۔

گردان ماضی بعید

واحد غائب	جمع غائب	واحد مخاطب	جمع مخاطب	واحد متکلم	جمع متکلم
کیٹشیر وشوئی	کیٹشیر وشونی	کیٹشیر وشو	کیٹشیر وشتمی	کیٹشیر وشتم	کیٹشیر وشتم
اس نے ہل چلایا تھا	انہوں نے ہل چلایا تھا	تو نے ہل چلایا تھا	تم نے ہل چلایا تھا	میں نے ہل چلایا تھا	ہم نے ہل چلایا تھا
نویشیر وشوی	نویشیر وشونی	نویشیر وشو	نویشیر وشتمی	نویشیر وشتم	نویشیر وشتم
اس نے لکھا تھا	انہوں نے لکھا تھا	تو نے لکھا تھا	تم نے لکھا تھا	میں نے لکھا تھا	ہم نے لکھا تھا

(۴) ماضی استمراری: ماضی استمراری بنانے کے لیے مصدر کے ''یک'' کو ہٹا کر ''اواوشونی''، ضمیر متصل لگانے سے جمع غائب ''اواوشو'' لگانے سے واحد غائب ''اواوشونی'' لگانے سے جمع غائب ''اواوشو'' لگانے سے واحد مخاطب ''اواوشتمی'' لگانے سے جمع مخاطب اور ''اواوشتم'' لگانے سے واحد متکلم اور جمع متکلم کا صیغہ بن جاتا ہے۔

گردان ماضی استمراری

واحد غائب	جمع غائب	واحد مخاطب	جمع مخاطب	واحد متکلم	جمع متکلم
نویشاواوشوئی	نوشاواوشونی	نویشاواوشو	نویشاواوشتمی	نویشاواوشتم	نویشاواوشتم
وہ لکھ رہا تھا	وہ لکھ رہے تھے	تو لکھ رہا تھا	تم لکھ رہے تھے	میں لکھ رہا تھا	ہم لکھ رہے تھے
کیشیاواوشوئی	کیشیاواوشونی	کیشیاواوشو	کیشیاواوشمی	کیشیاواوشتم	کیشیاواوشتم
وہ ہل چلا رہا تھا	وہ ہل چلا رہے تھے	تو ہل چلا رہا تھا	تم ہل چلا رہے تھے	میں ہل چلا رہا تھا	ہم ہل چلا رہے تھے

(۵) ماضی شکیہ: ماضی کے کسی صیغے میں فعل سے پہلے ''البت'' مفتوح لگایا جائے تو ماضی شکیہ بن جاتا ہے۔ ذیل کی گردان میں ماضی قریب کو شکیہ بنایا گیا ہے۔

گردان ماضی شکیہ

واحد غائب	جمع غائب	واحد مخاطب	جمع مخاطب	واحد متکلم	جمع متکلم
البت نویشی اسور	البت نویشی اسونی	البت نویشی اسوس	البت نویشی اسومی	البت نویشی اسوم	البت نویشی اسومی
اس نے لکھا ہوگا	انہوں نے لکھا ہوگا	تو نے لکھا ہوگا	تم نے لکھا ہوگا	میں نے لکھا ہوگا	ہم نے لکھا ہوگا
البت کیشی اسور	البت کیشی اسونی	البت کیشی اسوس	البت کیشی اسومی	البت کیشی اسوم	البت کیشی اسومی
اس نے ہل چلایا ہوگا	انہوں نے ہل چلایا ہوگا	تو نے ہل چلایا ہوگا	تم نے ہل چلایا ہوگا	میں نے ہل چلایا ہوگا	ہم نے ہل چلایا ہوگا

(۶) ماضی شرطی: ماضی شرطی بنانے کے لیے مصدر کے ''یک'' کو ہٹا کر مجہول لگانا چاہیے اور پھر واحد غائب کے صیغے میں ''سیر''، جمع غائب کے لیے ''سنی''، واحد مخاطب کے لیے ''سو''، جمع مخاطب کے لیے ''سیمی''، واحد متکلم اور جمع متکلم کے لیے ''سم'' لگانا چاہیے۔

گردان ماضی شرطیہ

واحد غائب	جمع غائب	واحد مخاطب	جمع مخاطب	واحد متکلم	جمع متکلم
نویشے سیر	نویشے سنی	نویشے سو	نویشے سیمی	نویشے سم	نویشے سم
اگر وہ لکھتا	اگر وہ لکھتے	اگر تو لکھتا	اگر تم لکھتے	اگر میں لکھتا	اگر ہم لکھتے

کیٹھیے سیر	کیٹھیے سَی	کیٹھیے سو	کیٹھیے سیمی	کیٹھیے سم	کیٹھیے سم
اگر وہ ہل چلاتا	اگر وہ ہل چلاتے	اگر تو ہل چلاتا	اگر تم ہل چلاتے	اگر میں ہل چلاتا	اگر ہم ہل چلاتے

(۷) **ماضی تمنائی:** ماضی تمنائی بنانے کے لیے مصدر کے ''ک'' کو ہٹا کر ''را'' لگانا چاہیئے اور فعل سے پہلے لگانا اس صیغے میں ضروری ہے۔

واحد غائب	جمع غائب	واحد مخاطب	جمع مخاطب	واحد متکلم	جمع متکلم
ہسہ نویشرا	ہتت نویشرا	تو نویشرا	ہسہ نویشرا	اوہ نویشرا	اسپہ نویشرا
وہ لکھتا	وہ لکھتے	تو لکھتا	تم لکھتے	میں لکھتا	ہم لکھتے
ہسہ کیٹھیرا	ہتت کیٹھیرا	تو کیٹھیرا	ہسہ کیٹھیرا	اوہ کیٹھیرا	اسپہ کیٹھیرا
وہ ہل چلاتا ہوتا	وہ ہل چلاتے ہوتے	تو ہل چلاتا ہوتا	تم ہل چلاتے ہوتے	میں ہل چلاتا ہوتا	ہم ہل چلاتے ہوتے

''نویشکا پرانی'' ایک ایسا صیغہ ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ ماضی میں فعل شروع ہو گیا ہے۔ مثلاً ''نویشیکا پرانی'' (اس نے لکھنا شروع کیا) ''نویشکا پرانی'' (انہوں نے لکھنا شروع کیا) ''نویشیکا پراؤ'' (تو نے لکھنا شروع کیا) ''نویشیکا پھر یتمی'' (تم نے لکھنا شروع کیا) ''نویشیکا پھر یتیم'' (میں نے یا ہم نے لکھنا شروع کیا)۔

(ii) فعل مضارع: فعل مضارع کا صیغہ کھوار میں نہیں ہے۔ اس کی جگہ ''بیرائی'' کا صیغہ استعمال ہوتا ہے۔ بیرائی جس فعل کے بعد آ جائے تو اس سے یہ مطلب لیا جاتا ہے کہ فعل زمانہ ماضی میں واقع ہوا تھا۔ اگر فعل کے واقع ہونے کا علم بعد میں ہو جائے۔ ''محمود کوریرو بیرائی'' اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ محمود نے کیا ہے مگر اس نے کیا تھا ''احمد اور یَیرو بیرائی''، مجھے معلوم نہیں تھا کہ احمد سویا ہے، مگر وہ سویا تھا۔

(iii) فعل حال: وہ فعل ہے جس میں موجودہ زمانے میں کسی کام کا کرنا یا ہونا پایا جائے۔ زمانہ حال میں بعض افعال اور ضمیر متصل بغَیر قاعدہ کے آ جاتے ہیں۔ بعض افعال کی صورت تو اتنی تبدیل ہو جاتی ہے کہ یہ پہچاننا بھی مشکل ہوتا ہے کہ اس کا مصدر کیا ہے۔ اس لیے فعل حال بنانے کے لیے کوئی خاص قاعدہ مقرر کرنا غلط ہے مگر پھر بھی جو عام اصول ہے وہ درج کیا جاتا ہے۔ فعل حال بنانے کے لیے مصدر کے آخری ''ک'' کو ہٹا کر ''ران'' لگانے سے واحد غائب ''نیان'' لگانے سے جمع غائب ''س'' لگانے سے واحد مخاطب ''مِین'' لگانے سے جمع مخاطب ''من'' لگانے سے واحد متکلم اور ''سین'' لگانے سے جمع متکلم

بن جاتا ہے۔

گردان فعل حال

واحد غائب	جمع غائب	واحد مخاطب	جمع مخاطب	واحد متکلم	جمع متکلم
نویشران	نویشنیان	نویشس	نویشمین	نویشمن	نویشمین
وہ لکھتا ہے	وہ لکھتے ہیں	تو لکھتا ہے	تم لکھتے ہو	میں لکھتا ہوں	ہم لکھتے ہیں
کشیران	کشنیاں	کیشین	کیشمین	کیشمین	کشیسن
وہ ہل چلاتا ہے	وہ ہل چلاتے ہیں	تو ہل چلاتا ہے	تم ہل چلاتے ہو	میں ہل چلاتا ہوں	ہم ہل چلاتے ہیں

(iv) فعل مستقبل: فعل مستقبل بنانے کے لیے مصدر کے ''ک'' کو ہٹا کر ''ر'' واحد غائب ''نی'' لگانے سے جمع غائب ''س'' لگانے سے واحد مخاطب ''می'' لگانے سے جمع مخاطب ''م'' لگانے سے واحد متکلم اور ''سن'' لگانے سے جمع متکلم کا صیغہ بن جاتا ہے۔

گردان فعل مستقبل

واحد غائب	جمع غائب	واحد مخاطب	جمع مخاطب	واحد متکلم	واحد متکلم
نویشیر	نویشینی	نویشیس	نویشمی	نویشیم	نویشمی
وہ لکھے گا	وہ لکھیں گے	تو لکھے گا	تم لکھو گے	میں لکھوں گا	ہم لکھیں گے
کیشیر	کیشینی	کیشیس	کیشمی	کیشیم	کیشمی
وہ ہل چلائے گا	وہ ہل چلائیں گے	تو ہل چلائے گا	تم ہل چلاو گے	میں ہل چلاؤ نگا	ہم ہل چلائیں گے

(v) فعل امر: مثلاً ''اوریئر'' (وہ سو جائے) اور ''کوراز'' (وہ کرے)۔

(vi) فعل نہی: فعل نہی بنانے کے لیے ''مو'' (مت) مفتوح بڑھاتے ہیں۔ مثلاً ''موژیبار'' (وہ نہ کھائے) ''موپیار'' (وہ نہ پیئے) ''مونویشے'' (مت لکھو) ''مونویشور'' (مت لکھو) جمع فعل نہی ہیں۔

نوٹ نمبرا: سوالیہ بنانے کے لیے فعل کے آخری حرف کے بعد الف لگایا جاتا ہے۔ مثلاً نویشیتیا'' (کیا میں نے لکھا) ''نویشی اسورا'' (کیا اس نے لکھا) ''نویشیر وشویا'' (کیا اس نے لکھا تھا) ''نویشئیو وشویا'' (کیا وہ لکھ رہا

(۲) حروف جار جعلی: اکثر الفاظ بطورِ اسم آتے ہیں اور حرفِ جار کے معنی دیتے ہیں۔ ایسے حروف کو حروفِ جار وضعی بھی کہتے ہیں۔

1.6۔ اردو کے ساتھ لسانی ربط و تعلق

زبان کی واضح تعریف یوں ہے کہ زبان انسانی خیالات اور احساسات کی پیدا کی ہوئی تمام عضوی اور جسمانی حرکتوں اور اشاروں کا نام ہے۔ اس کی ابتداء کب اور کہاں ہوئی یہ ایک پیچیدہ مسئلہ ہے۔ لیکن دنیا کی زبانوں میں سب سے اہم آریائی زبانیں ہیں اردو اور کھوار دونوں زبانوں کا تعلق آریائی زبانوں کے "ہند ایرانی" گروہ سے ہے۔

زبانیں ہمیشہ اپنے تاریخی اور سماجی تقاضوں کے زیرِ اثر فطری طور پر پیدا ہوتی اور صدیوں کے مسلسل عمل سے پروان چڑھتی ہیں۔ آریائی زبانوں میں اکثر زبانوں کی باہمی لسانی ہم آہنگی آج بھی ان کے بنیادی رشتے کی نشان دہی کرتی ہے اردو اور کھوار، دو ایسی ہی زبانیں ہیں۔ دونوں نے عربی اور فارسی سے فیضان حاصل کیا ہے۔ دونوں کی اہم لسانی اور ادبی روایتوں میں ایک خاص قسم کا اشتراک ملتا ہے اور دونوں کا سماجی، سیاسی اور تہذیبی پس منظر ایک ہے۔ صدیوں کی یگانگت کے علاوہ تقسیمِ ملک کے بعد دونوں زبانوں کو ایک دوسرے کا قرب حاصل ہے اس لیے ان میں گہرا ربط پایا جاتا ہے۔

تقابلی مطالعے کر کے اردو اور کھوار کے حروف و حرکات کے اشتراک پر اگر غور کیا جائے تو دونوں زبانوں کے حروف و حرکات میں عجیب و غریب اشتراک پایا جاتا ہے۔ اردو میں شامل عربی، فارسی اور ہندی حروف بالکل اسی نسبت سے کھوار میں بھی موجود ہیں جبکہ کھوار زبان میں چند اضافی حروف ہیں جن کا سبب صرف علاقائی اور جغرافیائی اثر ہے۔ کھوار چونکہ پہاڑوں میں گھرے ہوئے لوگوں کی زبان ہے اس لیے اس میں قدیم اثرات اردو کی نسبت زیادہ ہیں اور یہ اصوات کھوار میں اب تک قائم و دائم ہیں جبکہ اردو میدانی علاقے میں بولی جاتی ہے اور دوسری اقوام اور زبانوں سے اس کا اختلاط زیادہ ہے اس لیے اس میں یہ اصوات باقی نہیں رہیں۔ حرکات و علل میں دونوں زبانیں جڑواں بہنیں معلوم ہوتی ہیں۔

اردو کھوار صوتیات کو سامنے رکھا جائے تو جو نتیجہ نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ اردو کھوار میں بنیادی اصوات ایک جیسی ہیں۔ کھوار کی خاص اصوات اپنی الگ پہچان رکھتی ہیں مگر اردو کے ساتھ ان کا اختلاف قریب کا ہے بعید کا نہیں۔ اردو کھوار کے مصوتے بالکل یکساں ہیں جبکہ مصمتوں میں کہیں کہیں خفیف سا فرق ہے، جسے ماہر لسانیات کے سوا کوئی محسوس نہیں کر سکتا اور اتنا فرق تو ایک زبان کی مختلف بولیوں میں بھی موجود ہوتا ہے۔ عربی کے متشابہ الصوت حروف کا مسئلہ اردو اور کھوار دونوں میں یکساں طور پر موجود ہے مگر جدید زمانے میں عربی کے متشابہ الصوت حروف دونوں زبانوں کے لیے لازمی جزو بن گئے ہیں

دونوں زبانوں کے صوتیاتی جدولوں کو آمنے سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو قرابت سامنے نظر آتی ہے۔

تقابلی لسانیات میں صوتی تبدیلیوں کا مطالعہ بڑی دلچسپ چیز ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ صوتی تبدیلیوں کے انکشاف ہی سے تقابلی لسانیات کی بنیاد پڑی تو غلط نہ ہوگا۔ دور دراز خطہ ہائے زمین پر بولی جانے والی مختلف بولیوں میں ایسے الفاظ کا سراغ جو مختلف ہونے کے باوجود اپنے اندر اشتراک اور یگانگی کے اجزاء چھپائے ہوئے تھے، ماہرین لسانیات کی سوچ کو اس طرف مبذول کرنے کا باعث ہوا کہ انسانی گروہوں کی طرح زبانوں میں بھی خاندان اور رشتہ داری کے تعلقات ہیں۔ جدید لسانیات میں صوتی تبدیلیوں پر خصوصی توجہ صرف کی جارہی ہے۔ ماہرین نے اس کی اہمیت اور افادیت کا مختلف پہلوؤں سے جائزہ لیا ہے۔ اردو کھوار کے لسانی جائزے میں صوتی تبدیلیوں کا جائزہ لیا جائے تو ان میں زمانے، معاشرے اور جغرافیائی حالات کے تحت تبدیلیاں ضرور آئی ہیں لیکن اصل و ماخذ کا اندازہ پہلی نظر میں ہوتا ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

اردو	کھوار	اردو	کھوار	اردو	کھوار
ستون	ٹھون	توا	تاوَ	چاقو	چاکو
کھلیاں	کھول	مہمان خانہ	ہمت خانہ	قہوہ	کوا
پلید	پھلیت	چپاتی	چپوتی	مئی	بوئے
پودا	پھوردو	سوچ	سُوچ	کوتوال	کوچ وال
بچارہ	بچارہ	سوتی	سوتھی	بارود	باروت
تمیز	تھمیز	دانت	دون	دس	جوش
مسجد	مغژید	میخ	مخ	مامور	نامہ وار
ہڑتال	ہرتال	توبڑا	توبرا	اگربتی	وربتی
مئی	بوئے	مچھلی	ماسی	بھوں	بروَ
باہر	بیری	تمباکو	تماکو	شہنائی	سرنائی
مخمل	بخمل	کافور	کفور	جوان	ژون
پانچ	پونچ	جگہ	ژاغہ	دوراہا	جوراہا

سرنگ	ثرونگ	سینگ	ثرنگ	زانو	زان
ستارہ	استاری	پیشانی	پشانی	آواز	ہواز
کمر	کریم	آنسو	اشرو	اٹھ	اوشٹ
نواسہ	نویسو	سال	سل	دریا	دریاح
بالشت	ڈبشٹ	چار	چھور	بچھڑا	بچھوڑ
سات	سوت	دم	روم	پلک	پھتوک
پنیر	پندیر	لاکھ	لاک	گرہن	گراہ
کہنہ	قوہنہ	پیراہن	پیران	بھنگ	بونگ
گھاس	گاز	چپل	چپیڑ	ڈھول	دول
بسترہ	بشترہ	لفظ	لوظ	آسان	اسقان
زیادہ	زیات	چادر	چادار		

مندرجہ بالا چند مثالیں مشتے نمونے از خروارے ہیں، ان سے آپ دونوں میں الفاظ کی سطح پر قرابت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ بیشتر تبدیلیاں اعضائے صوت کی تکمیل و ترتیب سے آتی ہیں جبکہ کچھ تبدیلیاں جغرافیائی اثر سے بھی ہیں۔ بہت کم زبانیں اتنی قربتیں رکھتی ہیں۔

اردو کھوار کے تقابلی مطالعے میں تشکیلیات (Morphology) کی اہمیت سے بھی انکار ممکن نہیں۔ لفظ سازی کے مشترک پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے اردو کھوار کے لفظی سرمائے کا جائزہ لینے کے اس نتیجے پر پہنچا جا سکتا ہے کہ دونوں زبانوں نے مختلف زبانوں کے الفاظ سے اپنا خزانہ بھرا ہے، مگر دونوں زبانوں کا اپنا الگ الگ مشترک سرمایہ الفاظ بھی ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دونوں کے ذاتی مشترک الفاظ اور تشکیل الفاظ قریباً قریباً ایک طریقہ سے وجود میں آتے ہیں اور یہ بات ان کے قدیمی قرب کی طرف اشارہ کرتی ہے، چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

دونوں زبانوں میں مصدر سے اسم کا کام لیا جاتا ہے۔

اردو	کھوار
آنا جانا	گیک بیک
مرنا جینا	بریک اژیک
لینا دینا	گانئیک دیک

اردو کھوار میں اکثر مصدر ہی حاصل مصدر کا کام دیتا ہے۔

اردو	کھوار
دوڑنا، دوڑ	دیک، دے
جاگنا۔ جاگ	انگاہیک۔ انگاہ
بھولنا۔ بھول	روخسیک۔ روخسی
گھومنا۔ گھوم	غیر دیک۔ غیر دی

اردو میں مادے پر ''ت'' کا اضافہ کر دیا جاتا ہے جبکہ کھوار میں ''ک'' کا

اردو	کھوار
لکھنا۔ لکھتا	نویشی۔ نویشک
چلنا۔ پھرنا۔ چلتا۔ پھرتا	کوسی۔ کوسیک

دونوں زبانوں میں مادے پر ''ی'' کے اضافے سے اسم فاعلی بنالیا جاتا ہے۔

شکار۔ شکاری	شکار۔ اشکاری اوسناک۔ اسناتری (تیراک)

دونوں زبانوں میں اسم صفت پر یائے معروف بڑھا کر بھی اسم ذات بنالیا جاتا ہے۔

اردو	کھوار
بھلا سے بھلائی	جام سے جامی
برا سے برائی	شوم سے شومی

چور سے چوری	چھوغ سے چھوغی

دونوں زبانوں میں کبھی اس کے برعکس اسم ذات یا اسم کیفیت پر یائے معروف بڑھا کر صفت یا فاعلیت کے معنی پیدا کر لیے جاتے ہیں۔

اردو	کھوار
دکان سے دکانداری	دکان سے دوکانداری
رشتہ سے رشتہ داری	رشتہ سے رشتہ داری
قرض سے قرض داری	وام سے وام داری

یائے نسبتی کا استعمال دونوں زبانوں میں یکساں ہے۔

اردو	کھوار
روگ۔روگی	روچھیک۔روچھی (چرنا)

دونوں زبانوں میں اسماء پر ''ی'' کے اضافے سے الفاظ بنا لیے جاتے ہیں۔

اردو	کھوار
مزہ۔مزہ دار	ادخار
پانہار	سوست ار
ہونہار	کوشت ار

ترکیب کے ذریعے لفظ سازی کے بعض طریقے دونوں زبانوں میں مشترک ہیں۔ اس میں دو مستقل بالذات لفظوں کو پہلو بہ پہلو رکھ کر ایک مرکب لفظ جو بمنزلہ مفرد ہوتا ہے، بنالیا جاتا ہے۔ اس قبیل کے کچھ الفاظ جو دونوں زبانوں میں کلًا یا جزواً مشترک ہیں درج کیے جاتے ہیں۔ یہ الفاظ مشتے نمونے از خروارے کا حکم رکھتے ہیں۔ یہ مثالیں تمام تر ہندی مرکبات کی ہیں۔ عربی، فارسی مرکبات کی کچھ مثالیں بعد میں الگ پیش کی جائیں گی۔

کھوار	اردو
پاک تازہ	بھلاچنگا
روک تھام	روک تھام
کھٹ پٹ	کھٹ پٹ
جانچ پڑتال	جانچ پڑتال
چوئیں چوئیو	راتوں رات

اردو کی طرح کھوار میں عربی فارسی مرکبات کثرت سے جوں کے توں داخل ہو گئے ہیں۔ ذیل میں کچھ مرکبات پیش کئے جاتے ہیں جو کھوار کتب ورسائل سے دوران مطالعہ جمع کئے گئے ہیں۔ یہ مرکبات اردو میں بھی مستعمل ہیں اگر تلفظ میں کہیں فرق ہے تو اردو کا تلفظ قوسین میں درج کر دیا گیا ہے۔

(با) باوفا، باوجود، باعزت،

(بے) بے روزگاری، بے مثال، بے چارہ، بے وفا، بے حد، بے پناہ، بے مروت۔

(نا) ناقابل برداشت، ناجائز، نایاب، ناکام، ناانصافی، ناممکن۔

(غیر) غیر آباد، غیر ملکی۔

شرمندہ، شادی شدہ، شہرت یافتہ، جوابدہ، مقرر شدہ، تربیت یافتہ، ترقی یافتہ، پرہیزگار، آبادکار، زبان کار، مالدار، تھانیدار، کارخانہ دار، عہدیدار، رفتہ رفتہ، جداجدا، جوق در جوق، خواہ مخواہ، روبرو، سال بسال، درجہ بدرجہ، وقت بوقت، ذمہ داری، خوداعتمادی، چارہ جوئی، فرق بندی، جراتمندی، نکتہ چینی، منصوبہ بندی، نیک نیتی، تشریف آوری، خوش اسلوبی، عزت افزائی، خوش قسمتی، رہنمائی، سنسنی خیز، زوال پذیر، دلچسپ، خوبصورت، ہتھیار بند، رضامند، حیرت انگیز، دہشت انگیز، فتنہ انگیز، سبز پوش، کارآمد، دلفریب، خوشنما، جلوہ افروز، برعکس، درپیش، خطرناک، پونچ سالہ (پانچ سالہ)، تقریر تاثیر (تقریر میں تاثیر)، کارکن، سیاست دان۔

اس طرح کے لاتعداد مرکبات دونوں زبانوں میں یکساں مستعمل ہیں۔ عربی فارسی لاحقوں سے مرکب تمام کے تمام الفاظ اردو کھوار میں یکساں رائج ہیں۔

زبانوں کا وجود صرف ونحو سے قائم ہوتا ہے۔ اس حوالے سے دیکھا جائے تو دونوں زبانیں تمام حالتوں میں مطابقت رکھتی ہیں۔ ان کے الفاظ وافعال ایک ہی اصول کے تحت وجود میں آتے ہیں اور عربی گرامر کے تتبع نے ان میں مزید

قرب پیدا کیا ہے۔ تاہم جنس (تذکیر وتانیث) میں قدرے اختلافات پائے جاتے ہیں اور کھوار میں یہ انگریزی سے زیادہ قریب ہیں۔ دنیا کی ہر زبان دوسری زبانوں سے الفاظ مستعار لیتی ہے اور ان الفاظ کو اپنے دامن میں جگہ دے کر ان سے اپنے بیان کی قوت میں اضافہ کرتی ہے۔ جس زبان میں یہ صلاحیت موجود ہو وہ زبان دوسری زبانوں کی بہ نسبت ترقی یافتہ کہلاتی ہے۔ اردو اور کھوار میں ہندی، عربی، فارسی اور انگریزی کے مشترک بے شمار الفاظ رائج ہیں۔ اردو اور کھوار کی یہ مشترکہ خصوصیت ہے کہ جو بھی الفاظ اردو نے اپنائے وہی الفاظ اسی شکل وصورت میں کھوار نے بھی اپنائے۔ یہ ایک اور واضح ثبوت ہے جس سے ہمارے موضوع پر روشنی پڑتی ہے۔

کھوار پر ایک زمانے میں سنسکرت کی حکمرانی رہی ہے، پھر اس زبان پر اوستا کے اثرات سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس زبان کے علاقوں کی سرحدیں اوستا بولنے والے لوگوں کی سرحدوں سے ملتی ہیں۔ اوستا کے بعد فارسی زبان نے کھوار زبان پر اپنے اثرات ڈالے اور یہاں کے مقامی شعراء اور خواص فارسی زبان کو شاعری اور دفتری ضرورت کے لیے استعمال کرنے لگے۔ جس سے کھوار زبان پر فارسی کا اثر گہرا ہوتا چلا گیا۔ علاقائی زبانوں یعنی اصل دردزبانوں، شنا، کلاشا، بروشسکی کا اثر بھی اس زبان پر ہمیں نظر آتا ہے۔ ان زبانوں کے ساتھ کھوار بولنے والوں کا اختلاط صدیوں پر محیط ہے۔ کھوار پر اثر انداز ہونے والی ایک اور زبان پشتو ہے۔ تجارت کی غرض سے اس خطے میں جہاں کھوار بولی جاتی ہے وہاں صرف پشتون اقوام ہی آئیں۔ اس لئے معاملات، خرید وفروخت اور سماجی ناموں میں کھوار الفاظ کی پشتو کے ساتھ اکثر مشابہت ملتی ہے۔ اس پس منظر کے ساتھ ساتھ اردو میں شامل فارسی اثرات اور مذہب کے حوالے سے اُردو اور کھوار میں عربی اثرات دونوں زبانوں کے رشتے کو مضبوط تر کرتے ہیں۔ چترال اب چونکہ پاکستان کا حصہ ہے اور چترال میں اردو بول چال کی دوسری بڑی زبان ہے، اس لیے بھی کھوار پر اردو اثرات واضح طور پر ہمیں نظر آتے ہیں اور پیشن گوئی کی جاسکتی ہے کہ مستقبل میں دونوں زبانوں کے لسانی روابط مزید مستحکم ہوں گے اور ان کے باہمی فاصلے کم ہوتے چلے جائیں گے۔

1.7۔ کھوار صوتیات

ہر زبان کا ایک صوتی نظام ہوتا ہے اور اس کے مخصوص مصوتے (Vowels) اور مصمتے (Consonants) ہوتے ہیں ان کے علاوہ کوئی نئی اور اجنبی آواز زبان میں شامل نہیں کی جاسکتی۔

کھوار کے مصوتے اور مصمتوں کو اگلے صفحات پر دیئے گئے جدولوں سے وضاحت کے ساتھ سمجھا جاسکتا ہے۔

(Khowar Consonantal Phonemes) کھوار مصمتے

	دولبی Bila bial	لب دنتی Labio - Dental	دنتی Dental	لثوی Alveolar	معکوسی Retraflex	تالوئی Palatal	نرم تالوئی Velar	پیش حلقی Uvular	گلوئی Glottal
Stops بندشی غیر صبتی / Vl. unasp غیر منفوس	p پ		t ت		T ٹ	C چ	k ک	q ق	Q ☆ ق
غیر صبتی منفوس / Vl. aspirate	Ph پھ		th تھ		Th ٹھ	Ch چھ	KH کھ		
صبتی غیر منفوس / vd. unasp	b ب		d د		D ڈ	j ج	g گ		
vd. asp مصبتی منفوس	bh بھ		dh دھ		dh ڈھ	jh جھ	gh گھ		
Nasal / vd انفی مصبتی	m م			n ن			n ں		
vi x Fricatives غیر مصبتی / صفیری		f ف		s س	ݰ / S ش	s ح / z	x خ		h ہ
vd. مصبتی	v و			L ل	z ژ		y گ		
Laterals - vd. / مصبتی پہلوئی				r ر	ڑ	l			
مصبتی ونگی / Flaps vd.									
Semi vowels	w و					y ی			

ڈاکٹر ایلینا بشیر ''ق'' کو پیش حلقی میں رکھتی ہیں۔ دراصل کھوار میں گلوئی ہے۔ جیسے قنقنوز، قف وغیرہ

☆ فرک کاری رصیفریہ۔ نیم الفجاریہ☆☆

(جدول نمبر۲)

کھوار مصمتے(Affricates)

	Alveolar Apico		Platal		Retroflex	
Vb. unasp	ts	څ	c	چ	c	چؕ
Vl. asp	rsh	څھ	ch	چھ	ch	چؕھ
vd. unasp	dz	ځ	j	ج	j	حؕ

☆قومی انگریزی اردو لغت، ڈاکٹر جمیل جالبی، مقتدرہ قومی زبان

☆☆کشافِ اصطلاحات لسانیات، ڈاکٹر الٰہی بخش اختر اعوان، مقتدرہ قومی زبان، ص29

(جدول نمبر۳)

(Khowar vowels Phonemes) کھوار مصوتے

	Front		Control		Back	
	اگلے		بچلے		پچھلے	
	غیر مدور	مدور	غیر مدور	مدور	غیر مدور	مدور
	i ا					u اُو
	I ا					v ا
	e اے					o اُو
			o آ			
	E آے					s اُو
			a آ			

(Rounded) مدور (unrounded) غیر مدور

کھوار میں ''ی'' اور ''وٗ'' دونوں نیم مصوتے ہیں۔ اردو یا دوسری زبانوں کے مقابلے میں کھوار کے صوتی نظام پر بہت کم کام ہوا ہے۔ کھوار کی کچھ مخصوص آوازیں بھی ہیں جو کھوار میں ہیں اور دوسری زبانوں میں نہیں ہیں یہ مخصوص آوازیں مندجہ ذیل ہیں۔

ڇ، ݱ، ݰ، ݲ، ݳ، ݜ۔

ݱ، ݳ، ݜ، یہ تینوں آوازیں سخت تالو کی مدد سے ادا کی جاتی ہیں۔ زبان کا سرا مڑے بغیر اوپر کے تالو سے لگتا ہے۔ سانس ہونٹوں سے باہر آتی ہے۔

ڇ: اس کا مخرج بھی سخت تالو ہے لیکن زبان کا سرا مڑے بغیر اوپر کے تالو سے لگتا ہے۔ سانس ہونٹوں سے باہر آتی ہے۔

ݰ۔ ݲ: ان دونوں کا مخرج نرم تالو ہے۔ زبان کا سرا تالو اور دانتوں سے چمٹ جاتا ہے اور سانس باہر نکلتی ہے۔ ان آوازوں کے علاوہ کھوار میں ''ݰ'' کی آواز کو بھی مخصوص طریقے سے ادا کیا جاتا ہے۔ اس کا مخرج نرم تالو ہے مگر زبان کا سرا نہیں مڑتا بلکہ زبان اوپر کے تالو کے ساتھ دانتوں سے چمٹ جاتی ہے، سانس ہونٹوں سے باہر آتی ہے۔ اس طرح اس کا تلفظ ''ل'' اور ''ݰ'' کے مابین کیا جاسکتا ہے۔

کھوار صوتیوں کی فہرست میں جن سات اصوات کا تذکرہ نہیں کیا گیا ہے وہ یہ ہیں۔ ث۔ ذ۔ ص۔ ض۔ ط۔ ظ اور ح۔ یہ دراصل عربی علامتیں اور حروف ہیں اور کھوار رسم الخط کا ایک حصہ سمجھی جاتی ہیں۔ عربی کی بنیادی آوازیں ہونے کی حیثیت سے ان کو کھوار اصوات میں جگہ نہیں دی گئی ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ کھوار میں بے شمار عربی الفاظ ملتے ہیں جن کو اپنی اصلی شکل وصورت میں قائم رکھا گیا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ عربی کے جو الفاظ کھوار میں عام طور پر استعمال ہوتے ہیں یقیناً کھوار زبان کا حصہ ہیں کیونکہ ان کو اگر نکال دیا جائے تو یہ زبان نامکمل رہ جائے گی لیکن سوال ان کے تلفظ اور ان کی آوازوں کا اہم ہے۔ ظاہر ہے دوسری زبانوں کی بنیادی آوازوں کو برقرار رکھنا مشکل ہے۔ اکثر ایک نئی زبان کی آواز دوسری زبان میں جا کر اس ماحول کے مطابق بدل جاتی ہے لیکن یہ تبدیلی صرف ماہر لسانیات ہی محسوس کر سکتے ہیں۔

کھوار میں تین انفی مصمتے م، ن اور ل ہیں۔

''وٗ'' اور ''ی'' دونوں حروف ایسے ہیں جو کبھی مصمتہ اور کبھی مصوتہ کی صورت میں استعمال ہوتے ہیں۔ یہ آوازیں نیم مصوتے (Semi Vowels) کہلاتی ہیں۔ کھوار میں ان کی مثال یہ ہے۔

و: لوڑاو۔ ہوساوَ۔ (دیکھتے ہوئے۔ ہنستے ہوئے)

ی: پیچھی۔اوچھی (گرمی۔سبزہ)

کھوار میں عربی فارسی کے دخیل مصوتے

کھوار میں عربی الفاظ کی مخصوص علامتیں۔ت۔ذ۔ص۔ض۔ط۔ظ استعمال ہوتی ہیں۔یہ عربی کی بنیادی آوازیں ہیں اور کھوار میں ان کو کھوار کی بنیادی آوازوں میں تبدیل کرلیا جاتا ہے، جیسے:

الف: ذ۔ض اور ظ کو ''ز'' کی آواز سے ادا کرتے ہیں۔

ب: ث۔ص کو ''س'' کی آواز سے ادا کرتے ہیں۔

ج: ط کو ''ت'' کی آواز سے ادا کرتے ہیں۔

اس طرح 'ح' غ اور ف کی آوازیں بھی کھوار آوازوں میں بدل جاتی ہیں۔عام لوگ جن میں ان پڑھ اور جاہل شامل ہیں وہ ع کی آواز کو ''ء'' کی آواز سے بھی ادا کرتے ہیں۔کھوار مصوتے (اعراب حروف علت وغیرہ)۔

کھوار مصوتوں پر بحث کرنے سے پیشتر اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ جہاں تک کھوار اعراب (Short Vowels) کا تعلق ہے یہ سب کے سب یعنی زیر، زبر، پیش اردو کی طرح کھوار میں بھی مستعمل ہیں اور اس طرح لکھی جاتی ہیں اور اردو فارسی کی طرح ان کو عام عبارتوں میں حذف بھی کیا جاتا ہے۔

اردو کی طرح کھوار میں مد، شد اور جزم یا سکون (ً) کی علامتیں بھی مروج ہیں۔کھوار میں ''مد'' کو اردو اور فارسی کی طرح طول دے کر ادا نہیں کیا جاتا بلکہ مختصر طور پر ادا کیا جاتا ہے، جیسے آسمان سے اسمان، آفتاب سے افتاب وغیرہ۔''شد'' والے الفاظ کھوار میں بہت کم ہیں۔

بَل (Stress)

دنیا کی اکثر زبانوں کی طرح بَل کھوار میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔غلط رکن پر زور دینے سے معنی بدل جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر ''اوے تام'' اگر پہلے رکن پر زور دے کے بولا جائے تو معنی ہوتے ہیں ''لے گیا'' اور آخری رکن ''تام'' پر زور سے معنی بنتے ہیں ''میں نے پرویا''۔

عربی کے وہ کلمات جن کے پہلے رکن پر زور ہوتا ہے جیسے رحمت، دولت اور آخر میں ''ت'' ہوتی ہے، کھوار میں ان کلمات کے آخری رکن پر زور ہوتا ہے۔

کھوار مصوتے

۱۔ و(o)(و)۔گو۔زور

۲۔ و(u)خور۔پھور

۳۔ و(o)(ہ)پھوردو۔تھورو

۴۔ ی(c)شیر۔میر

۵۔ ی(i)رونزی۔ہوسی

۶۔ ی(a)پاشیر،تارئیر

۷۔ ہ(h)دادہ۔میدہ

۸۔ آ(a) کار۔آس۔واس

۹۔ ا(a)پھار۔وار

۱۰۔ و(مجہول مختصر)۔سوز وساز۔عہدہ

کھوار مصمتے

۱۔ خالص ہندی آوازیں: پھ۔بھ۔ٹھ۔چھ۔کھ۔دھ۔ڈھ۔جھ۔ٹ۔ڈ۔ڑ۔ڑھ۔

۲۔ خالص فارسی: ژ

۳۔ خالص عربی: ق

۴۔ ہندی فارسی مشترک پ۔ب۔ت۔ج۔چ۔د۔ر۔س۔ش۔ک۔گ۔ل۔م۔ن۔و۔ہ۔ی۔

۵۔ہندی عربی مشترک: ا۔ب۔ت۔ج۔ح۔خ۔د۔ر۔ز۔س۔ش۔ک۔ل۔م۔ن۔و۔ہ۔ی۔

۶۔فارسی عربی مشترک: ب۔ت۔ج۔ح۔خ۔د۔ر۔ز۔س۔ش۔ح۔خ۔ف۔ق۔ک۔ل۔م۔ن۔و۔ہ۔ی۔

۷۔ہندی فارسی عربی مشترک: ب۔ت۔ج۔د۔س۔ش۔ک۔ل۔م۔ن۔و۔ہ۔ی۔

۸۔کھوار کے اپنے حروف: ڇ۔ځ۔څ۔ݱ۔ݰ۔ݲ۔

۹۔کھوار میں زائد حروف: ذ۔ض۔ط۔ظ۔ث۔ح۔

کھوار کا صوتیاتی نظام ایک مکمل وجود رکھتا ہے اور دخیل مصوتوں کو اپنے رنگ میں رنگ چکا ہے اور یہ ایک زندہ زبان

کی سب سے بڑی دلیل ہوتی ہے کہ وہ دخیل الفاظ اور آوازوں کو اپنے مزاج اور ترکیب کے مطابق ڈھال لے۔ کھوار میں شامل اضافی آوازیں اس کی دیرینہ روزی کا پتہ دیتی ہیں۔

[نوٹ: حروفِ تہجی اور املا، چند بنیادی قواعد، اردو کے ساتھ لسانی ربط و تعلق اور کھوار صوتیات سے متعلق، یونٹ کا یہ حصہ (صفحہ نمبر 109 تا 156) بادشاہ منیر بخاری کا تحریر کردہ ہے]

1.8۔ ابتدائی بول چال کے چند جملے اور گنتی

اردو	کھوار
☆ آپ کا نام کیا ہے؟	تہ نام کیاغ؟
میرا نام خوشحال خان ہے۔	مہ نام خوشحال خان۔
☆ آپ کیا کام کرتے ہیں؟	تُو کیاغ کوسان؟
میں پڑھتا ہوں۔	اوا ریمان۔
☆ آپ کیسے ہیں؟	کیچہ اسوس؟
میں اللہ کے فضل و کرم سے بالکل ٹھیک ہوں۔	اللہ ہومہربانی جَم اَسوُم۔
☆ اور سنائیں آپ کا کیا حال ہے؟	خُور رِکیچہ شیر؟
میں بالکل خیریت سے ہوں۔	بِلکُل خَیر وِسوُ رَہ اسوُم۔
☆ آپ کے والد کیا کرتے ہیں؟	تَہ تَت کیاَ کویان؟
وہ ملازمت کرتے ہیں۔	مُلاَزمَت کویان۔
☆ آپ کا گھر یہاں سے کتنی دور ہے؟	تَہ دُور ہَمَ اَرَ کَندُ رِی دُودِیری شیر؟
زیادہ دور نہیں ہے، یہ سڑک سیدھی میرے گھر کی طرف جاتی ہے۔	یُو دُودِیری نِکیہَیہَ راہ سِید ھَامَہ دُراتاَریان۔
☆ میری طبیعت ٹھیک نہیں کیا آپ مجھے کسی ڈاکٹر کا پتہ بتا سکتے ہیں؟	مہ طَبِعَیت دِش شیر تُو ڈاکٹر ولُو مَتے دِکو بوسا؟
آپ سرکاری ہسپتال جائیں جو وہ سامنے نظر آ رہا ہے۔	تُو سرکاری ہسپتالہ بُو غے پھَار ہیرا پروشٹہ رِشیر۔

☆ گرمی بہت زیادہ ہے پیدل جانا ممکن نہیں۔	گرمی بوشیر پیدل ہکونو بوم۔
آیئے میں آپ کو گاڑی میں چھوڑ آتا ہوں۔	گیئے اوا تان موٹراتہ ہا تیرہ تجھی گوم۔
☆ بہت بہت شکریہ: اچھا پھر ملیں گے۔	بوشکریہ: جام واپاشیسی۔
آپ کا بھی شکریہ: خدا حافظ۔	تہ دی بوشکریہ خدایار۔

گنتی

اردو	کھوار	اردو	کھوار
ایک	ای	پندرہ	جوش پونج
دو	جو	سولہ	جوبچھوئے
تین	ترو ئے	سترہ	جوہسوت
چار	چھورر چور	اٹھارہ	جوش اوشٹ
پانچ	پونج	انیس	جوش نیوف
چھ	چھوئے	بیس	بی شیر
سات	سوت	تیس	بشیر جوش
آٹھ	اوشٹ	چالیس	جوبیشیر
نو	نیوف	پچاس	جوبی شیر جوش
دس	جوش	ساٹھ	تروئی بیشیر
گیارہ	جوش ای	ستر	تروئی بیشیر جوش
بارہ	جوہجو	اَسی	چور بیشیر
تیرہ	جوش ترو ئے	نوے	چور بیشیر جوش
چودہ	جوبچور	سو	شور

2- کھوار ادب (قدیم وجدید)

کھوار کا ذخیرۂ ادب تین حصوں پر مشتمل ہے اور تینوں حصے الگ الگ حیثیت رکھتے ہیں۔ پہلا حصہ لوک ادب سے متعلق ہے جو سینہ بہ سینہ چلی آنے والی روایات سے عبارت ہے۔ دوسرا حصہ کلاسیکی ادب ہے جس میں اہم شعراء کے لازوال شہ پارے آتے ہیں۔ تیسرا حصہ جدید ادب سے متعلق ہے جو نظم ونثر کے نئے رجحانات پر مشتمل ہے۔

2.1- لوک ادب

کھوار لوک ادب تین ہزار سال پرانی داستانوں، پہیلیوں، ضرب الامثال اور قصے کہانیوں پر مشتمل ہے تاہم اس کا بہت کم حصہ حیطہ تحریر میں لایا جاسکا ہے۔ اردو میں پہلی بار 1968ء میں پروفیسر اسرار الدین نے کھوار کے لوک ادب کی طرف توجہ دی۔ ان کا تحقیقی مضمون کھوار ادب کے زیرعنوان پنجاب یونیورسٹی کے سلسلہ ادبیات مسلمانان پاک وہند میں شائع ہوا۔ اس کے بعد لوک ادب پر غلام عمر چترال کی کتاب ''لوک کہانیاں'' 1984ء میں لوک ورثہ اسلام آباد نے شائع کی۔ کھوار کا لوک ادب 5 قسم کے مواد پر مشتمل ہے۔

O ضرب الامثال اور پہیلیاں O طویل داستانیں O مختصر قصے کہانیاں O گیت O ڈرامے اور ناٹک

کھوار کے لوک ادب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں عشق ومحبت کا ذکر تو ہے مگر دشمنی، رقابت اور اس قسم کی روایات کا کوئی تذکرہ نہیں ہے نیز کہانیوں، پہیلیوں اور گیتوں میں ذہانت، ذکاوت اور ذہنی استعداد کو پرکھنے یا جانچنے کے نفسیاتی اشارے ملتے ہیں۔ اکثر کہانیوں کا مرکزی خیال ہی ذکاوت وذہانت کا امتحان ہوتا ہے۔ دوسری چیز جو کھوار کے لوک ادب میں نمایاں نظر آتی ہے، وہ قدرتی مناظر کی بے مثل عکاسی ہے۔ ایک اور خصوصیت کھوار کے لوک ادب کی وہ روایت ہے جس میں مصر کی ملکہ، یونان کے طبیب، کابل کے امیر، روم کے غلام زنگیوں کے حملے اور دوسرے استعاروں کا جا بجا اور برمحل استعمال ہوتا ہے۔ کھوار لوک کہانیوں کی ایک نمایاں خصوصیت یہ بھی ہے کہ کہانی یا داستان شروع کرنے سے پہلے چند جملوں میں بتایا جاتا ہے کہ یہ محض تخلیقی اور گھڑی ہوئی کہانی ہے۔ حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ آغاز کے روایتی جملے اس طرح ہوتے ہیں۔

''میں تم سے جھوٹ بولوں تو مجھ سے جھوٹ بولے۔ دن رات سے جھوٹ بولے۔ رات دن سے جھوٹ بولے۔ جس نے پہلے جھوٹ بولا وبال اُسی پر ہو۔ ہوا یا نہیں ہوا، تھا یا نہیں تھا، کہتے ہیں کہ ایک بادشاہ تھا............''

اسی طرح کہانی کے اختتام پر دو روایتی جملے آتے ہیں۔ داستان گو کہتا ہے ''خوب کھایا پیا، دروازے کے کنڈے میں انگور پکے تھے۔ مجھے لنگڑا گھوڑا ملا'' یعنی جھوٹ کے پاؤں کہاں؟ گویا داستان سناتے ہوئے بھی کھوار کا کہانی کار اور تخلیق کار سچ کا دامن ہاتھ سے جانے نہیں دیتا اور جھوٹ جھوٹ میں بھی سچ بول دیتا ہے۔

معراج الدین نے کھوار داستانوں پر کام کیا ہے۔ ڈاکٹر ایلینا بشیر نے بھی داستانوں کو یکجا کرنے میں خاصی محنت کی ہے۔لوک گیتوں میں ایک صنف سخن ''اشور جان'' کھوار ادب کی منفرد صنف ہے۔ یہ آزاد نظم کی ایک صنف ہے۔ ہر عہد کے لوگوں نے اس میں اضافہ کیا ہے اور کسی بھی عہد میں اس کی مقبولیت میں کمی نہیں آئی۔ اشور جان کی مثال یہ ہے۔

اوا پھار نیسیتام
مہ خوش تان شرانہ
خوش کپال اخلیر ان
کھوشی شوکو یاں
پوشی موز یخو مہ شوشوکویان
شومو ہوسکیو بازو
دیشو ہوسکیو بازو
نہ شرینہ اونگیران
نہ چھو چو بویان

ترجمہ: اتفاق سے میرا وہاں سے گزر ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں، محبوبہ اپنے صحن میں زلفوں کو کنگھی کر رہی ہے۔ رقیب کھڈی پر کپڑا بن رہا ہے۔ رقیب کو دیکھ کر میرا جی چاہتا ہے کہ اسے تھپڑ ماروں۔ کاش رقیب کے بازو پر دانہ نکل آئے۔ کاش اس کے بازو پر فالج ہی گرے۔

2.2۔ کلاسیکی ادب

کھوار کا کلاسیکی ادب بھی گیتوں ہی کی صورت میں محفوظ ہے اور اس کا دائرہ گذشتہ تین سو برسوں پر محیط ہے۔ اتالیق محمد شکور غریب (1695-1772ء) کو کلاسیکی شعراء میں اولیت کا درجہ حاصل ہے۔ علم عروض کی روشنی میں عربی اور فارسی روایات کے مطابق کھوار میں غزل کہنے کی ابتدا غریب ہی نے کی۔ غزل کا نمونہ یہ ہے:۔

پریشان تہ مشکاو کسیم ران غریب

کس وناکسانتے غیروم چھوئی انوس

ترجمہ: غریب! تیری تلاش میں پریشان دربدر پھر رہا ہوں اور ہر کس وناکس کے آگے تیرے لئے سوالی بنتا ہوں۔

اتالیق محمد شکور غریب، بیک وقت مصاحب شہ، جنگجو، شمشیرزن اور اہل قلم بھی تھے۔ انہوں نے ہند، بدخشان، خُراسان اور ایران کے سفر بھی کئے۔ ایک طویل مثنوی کے اندر سفر کے احوال بیان کیے۔ ان کی کلیات میں نقشبندی اولیاء کی شان میں منقبتیں بھی ملتی ہیں۔ چترال کی تعریف بھی کرتے ہیں مگر اہل وطن سے شاکی بھی نظر آتے ہیں۔ غزلیات میں ایران و خراسان کے بڑے شعراء کا رنگ ملتا ہے۔

ان کی کلیات کے آخر میں چند قطعات اور اشعار ''بُلغت چتراری'' کے زیرعنوان دیئے گئے ہیں جبکہ کھوار کی چند غزلیات بھی شامل ہیں۔ چند ایک میں کھوار اور فارسی کو ملایا گیا ہے، مثلاً:

اے دِل تو یکی سیر بعالم نو کو روسکو

یک چند تماشائے دِش وجم نو کوروسکو

ترجمہ: اے دِل! تم ایک دِن دُنیا کی سیر کیوں نہیں کرتے۔ دُنیا میں اچھے اور بُرے حالات کا تماشا کیوں نہیں کر لیتے۔

بیدل کہ اوشوئے موش نو تر یر عز تہ ہرگز

عزت کہ تہ خوش تان سورو رستم نو کوروسکو

ترجمہ: آدمی بزدِل ہو تو کبھی عزت نہیں پاسکتا اگر تجھے عزت پسند ہے تو اپنے آپ کو رستم کیوں نہیں بنا لیتے!

ان کے ہاں کھوار میں بعض ردیف کے بغیر بھی غزلیں ملتی ہیں۔

کورومن ہر چھویو اواپیش وپس تا بہ سحر

شوروغوغا تہ بچن اے ماہ لقا رشک قمر

ترجمہ: اے میرے محبوب! میں ہر رات صبح ہونے تک تیری یاد میں آگے پیچھے سوچتا رہتا ہوں اور

فریاد وفغاں کرتا ہوں ۔ کیوں نہ کروں تم چاند ہو بلکہ چاند کیلئے بھی باعث رشک ہو۔

مرزا محمد سیر چترال میں مہیار کے نام سے مشہور ہیں ۔ ان کی پیدائش 1754ء اور وفات کا سن 1838ء ہے۔ فارسی میں رزمیہ داستان ''شاہنامۂ سیر'' اور ''دیوان غزلیات'' ان کی یادگار ہیں (ح۔۱۰)۔ کھوار میں ڈیڑھ سو اشعار پر مشتمل گیت ''یار من ہمیں'' ان کا کلاسیکی ادب پارہ ہے جو عشق مجازی اور حقیقت کا رنگ لئے ہوئے ہے۔ ان کا کلام وارث شاہ، رحمان بابا اور شاہ لطیف کے کلام کی طرح مرد وزن اور چھوٹے بڑے کی زبان پر ہے۔ کلام کا نمونہ اس طرح ہے۔

کورا کورو برون شیبونیان کورہ زوموریژ باریکی یرے

کورا کوودرے مہ ماریس مہ لوانو باک شریکی یرے

ترجمہ:۔ کہیں ہرے بھرے کھیت اور گھاس آتے ہیں، کہیں نازک پہاڑی پگڈنڈیاں ہیں۔ اے میرے خودسر محبوب! کہیں کسی گھاٹی میں گرا کر میری جان ہی ضائع کروگے۔

کورینین کوری بغائے مرزا مہ سیارو لو ژور یرے

سا گہت دیتی شیر ٹھونا مہ سیتا رو لو ژور یرے

ترجمہ: مرزا مہ سیار کو دیکھو کہاں سے کہاں جا پہنچا۔ میرے ستار کو دیکھو۔ کب سے کھونٹی پر آویزاں ہے، اب کوئی اسے نہیں بجاتا۔

زومو سورین بغاتم پیچ قونو سورین بغاتم یرے ۔

زروخ زروخ کیڑاوٗ بغاتم اشروان مژاوٗ بغاتم یرے

ترجمہ: اے میرے محبوب! میں نے پہاڑوں کو چھان مارا، تپتے انگاروں پر میں نے پاؤں رکھے۔ روتے ہوئے گذرا اور آنسو پونچھتے ہوئے گذرا مگر تجھے میرے حال پر رحم نہ آیا۔

اگر محبوب سے نفس مراد لیا جائے تو اس میں مولانا روم اور خواجہ میر درد کا سا رنگ نظر آتا ہے۔ شاید اسی وجہ سے پروفیسر فتح محمد ملک نے ان کی شاعری کو شیراز، خراسان اور ہند کی صوفیانہ شاعری کا حسین امتزاج قرار دیا ہے (ح۔۱۱)۔

''یار من ہمیں'' ان کا مشہور رومان بھی ہے جسے سریلی دھن میں گایا جاتا ہے اور چھوٹے بڑے، مرد، عورت، رِند، زاہد سب کو اس کا کچھ نہ کچھ حصہ یاد ہوتا ہے۔ گویا اسے عوامی گیت کا درجہ حاصل ہے۔ اس کا نسخہ دستیاب نہیں بس سینہ بہ سینہ منتقل ہوتا چلا آ رہا ہے۔

تجمل شاہ محوی بھی کھوار کے کلاسیکی شعراء میں اہم مقام رکھتے ہیں۔ 1790ء میں پیدا ہوئے 1843ء میں شہید ہوئے۔ ان کا دیوان فارسی میں ہے۔ کھوار میں غزلیات اور قطعات مشہور ہیں۔ دیگر کلاسیکی شعراء کے مختصر کوائف یہ ہیں۔

جبین 1860-1790ء (رزمیہ گیت محمود شہ) آمان 1940-1872ء (گیت) زیارت خان زیرک 1978-1886ء (گیت) گل اعظم خان 1940-1880ء (گیت) حبیب اللہ فدا برنسوی 1976-1901ء (دیوان غزلیات) باچہ خان ہما 1979-1910ء (دیوان غزلیات) مرزا فردوس فردوسی 1975-1897ء (دیوان) بابا ایوب 1998-1921ء (دیوان) میر گل 1997-1916ء (دیوان) عزیز الرحمٰن بیغش 1998-1930ء (دیوان)۔

کلاسیکی شعراء کے متاخرین میں باچہ خان ہما نے غزل میں فن اور ہنر کے کمالات دکھائے۔ ان کا کلام صنائع و بدائع سے پُر اور لطائف و ظرائف سے مملو ہے۔ وہ عالمِ دین اور اہل دِل بھی تھے۔ شگفتہ مزاجی ان کی شخصیت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ کلیات کا قلمی نسخہ موجود ہے۔ مشکل پسند شاعر ہیں۔ عربی کے ثقیل الفاظ بھی استعمال کرتے ہیں۔ محاکات میں اپنے گاؤں کے پہاڑوں، میدانوں اور دیگر مناظر کا ذکر کرتے ہیں۔ اپنے گاؤں کے ایک ننگ دھڑنگ گھومنے والے پاگل مجید کے نام کو جا بجا استعارہ کے طور پر لاتے ہیں۔ چونکہ صوفیا نے مضامین عشق کے لئے سلوک کا لفظ استعمال کیا ہے اس لئے ہما نے غزل کو ''سلوک'' کا نام دیا ہے۔ نمونہ ءکلام:

تہ پوشی کہ عریان نو ہوئے مجید مثل
نو عالم فاضل حافظ طرار پاشیمان

ترجمہ: (اے محبوب!) جو شخص تیرے حُسن کا نظارا کر کے مجید کی طرح اپنے کپڑے پھاڑ نہ دے، میں اس کو عالم، فاضل، حافظ اور ہوشیار نہیں مانتا۔

عقل غرُابو کورارکوریا تا ریتائے
تھے مجید و غون ہوشار بغاتم

ترجمہ: عقل نے کوّے کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ اس لئے میں مجید کے راستے پر چلا اور ہوش کو چھوڑ مدہوشی کا راستہ اختیار کیا۔

2.3۔جدید ادب

کھوار کے جدید ادب کا دور بیسویں صدی کے نصف آخر سے شروع ہوتا ہے۔اس دور میں مختلف اصناف ادب، نظم، نثر، افسانہ، ڈرامہ، ناول، انشائیہ وغیرہ کھوار میں مقبول ہوئے۔شہزادہ حسام الملک نے جدید ادب کی بنیاد رکھی۔ پروفیسر اسرار الدین، ولی زار خان ولی، غلام عمر، امین الرحمٰن چغتائی، رحمت اکبر خان رحمت، محمد چنگیز خان طریقی، امیر خان میر، ناجی خان ناجی، شیر ولی خان اسیر اور نئی نسل کے دیگر ادیبوں، شاعروں نے اس کو پروان چڑھایا۔

2.3.1-افسانہ

نثری اصناف میں زیادہ کام کہانی پر ہوا ہے۔افسانہ نگاری میں اولیت کا سہرا پروفیسر اسرار الدین اور ولی زار خان ولی کے سر ہے۔''جمہور اسلام کھوار'' کے ذریعے جن دیگر ممتاز افسانہ نگاروں کی تخلیقات سامنے آئیں ان میں گل مراد خان حسرت، شیر ولی خان اسیر، امین الرحمٰن چغتائی، گل نواز خان خاکی، ممتاز حسین اور یوسف شہزاد کے افسانے قابل ذکر ہیں۔ یوسف شہزاد نے 1990ء میں کھوار افسانوں کا مجموعہ''افسانان کتاب'' مرتب کیا جس میں منتخب افسانہ نگاروں کی 21 کہانیاں شامل ہیں۔انتخاب اور ترتیب میں روایتی کہانی سے لیکر علامتی کہانی تک کھوار افسانے کے ارتقائی مدارج کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔کھوار میں ابتدا میں روایتی افسانے لکھے جاتے رہے جن میں عشق و محبت اور غربت و امارت کی بنیادوں پر کہانی کا تانا بانا بُنا گیا ہوتا تھا۔بعد میں جدید افسانہ نگاروں نے عصری مسائل کو علامتی اسلوب میں کہانی کا موضوع بنایا۔گل مراد خان حسرت کا افسانہ''ای چھوتیار''(ایک ہی مٹی سے)اس کی اچھی مثال ہے۔اس افسانے میں کہانی چند درختوں کے گرد گھومتی ہے جو ایک دوسرے پر اپنی نسلی برتری جتاتے ہیں اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔آخر میں ایک اور درخت مداخلت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تم سب ایک ہی مٹی سے ہو،تمہاری جڑیں اسی میں پیوست ہیں اور یہ مٹی ہی تمہاری اصل پہچان ہے۔ممتاز حُسین کا افسانہ''مُریئہ''(زنگ آلود) ایک اور عمدہ مثال ہے جس میں ایک ایسے جذباتی نوجوان کی کہانی بیان کی گئی ہے۔جو طالب علمی اور بے روزگاری کے زمانے میں قوم کی خدمت کا بے پناہ جذبہ رکھتا تھا لیکن بڑے عہدے پر فائز ہونے کے بعد سب کچھ بھول جاتا ہے۔اس افسانے میں قلم کو اس کے جذبوں کی علامت کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔آب و تاب اور چمک دمک والا ایک قلم اس کی میز پر قلمدان میں سجایا ہوا ہے مگر اس کے استعمال کا موقع ہی نہیں آتا اور بالآخر ایک دِن وہ دیکھتا ہے کہ قلم زنگ آلود ہو چکا ہے۔

2.3.2-ڈرامہ

کھوار میں ناٹک اور روایتی کھیلوں کا رواج کافی قدیم ہے۔''باروازی'' اور''اڑوک سرچ'' کی طرح اور بھی کئی ناٹک زمانہ قدیم سے مروج ہیں۔انجمن چترال کے زیر اہتمام 1960ء کی دہائی میں جشن چترال کے اجراء کے بعد جدید ڈرامے کا تعارف ہوا۔ریڈیو کے لئے مکمل ڈرامے پروفیسر اسرارالدین اور ولی زار خان ولی نے لکھے۔

2.3.3- نظم

کھوار نظم میں جو پیش رفت ہوئی ہے وہ نثر سے زیادہ وقعت رکھتی ہے۔نظم کی مختلف اقسام رباعی، مخمس، مسدس، مثلث اور قطعات کے علاوہ آزاد نظم کے تخلیق کار بھی پیدا ہوئے۔اس میدان میں گل نواز خاکی، سلطان علی، صالح نظام، مبارک خان، عبدالولی خان عابد، محمد عرفان عرفانؔ، محمد جناح الدین پروانہ اور دیگر ہمعصر شعرأ نے نام پیدا کیا۔جدید نظموں میں زیادہ تر معاشرتی مسائل کو موضوع بنایا گیا ہے۔بعض موضوعات پر شعرأ نے جوابی نظمیں لکھ کر مزید نکھار پیدا کیا ہے۔صوفیانہ شاعری، عارفانہ کلام اور اصلاحی نظموں کو کیسٹوں کے ذریعے بھی خاصی مقبولیت ملی ہے۔

2.3.4-غزل

کھوار میں غزل کی عمر نظم اور گیتوں کے مقابلے میں کم ہے، تاہم یہ صنف شاعروں کی خصوصی توجہ کا مرکز ضرور ہے۔ قدماء اور کلاسیکی شعرأ میں مرزا محمد سیئر اور باچہ خان ہما کا جو مقام تھا، جدید عہد کے غزل گو شعراء میں امین الرحمٰن چغتائی کا وہی مقام ہے۔ان کے ہاں کلام پر قدرت، خیالات میں تنوع، جدت اور بیان میں ندرت کا وہی حال ہے جو قدیم اساتذہ کا تھا۔ اگرچہ گیت بھی لکھے، نظمیں بھی کہیں، ہجو بھی کہی لیکن غزل کو انہوں نے ایک خاص رنگ و آہنگ بخشا۔طویل بحروں اور مشکل زمینوں میں غزلیں کہیں اور ان میں رنگ جمایا۔''تھک تھکی'' کے نام سے ان کا مجموعہ کلام حال ہی میں شائع ہوا ہے۔نمونہ کلام:

وابشارمہ سارگانس کو کہ تہ میکدہ کیوالی

ھسے رند چیغ کوراک کا تہ شرابو پی الستو

ترجمہ: محبوب! تم مجھ سے کیوں پوچھتے ہو کہ تمہارا میکدہ کونسا ہے؟ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ازل کے روز تیرے عشق کا جام چڑھا کر آپے سے باہر ہونے والا عاشق کون ہے جو چیخ چیخ کر تیرے عشق کا دعویٰ کرتا ہے۔

نہ دی نقد ہ مہ جیپونہ حو پیکو دوم دارکہ

اوا ژوت بیلی نیشیروتہ یہ بزمہ تن نشتو

ترجمہ: اے محبوب نہ ہی میں دولت کے انبار کا مالک ہوں۔ نہ مجھے جُوا کھیلنے کے داؤ آتے ہیں۔

میں تو کب سے تیری بزم میں اپنی نشست سے ہاتھ دھوئے بیٹھا ہوں۔

ذاکر محمد زخمی، فضل الرحمٰن شاہد، سعادت حسین مخفی، جمشید حسین عارف اور محمد چنگیز خان طریقی جدید غزل کے ممتاز شعراء ہیں۔ تخیل اور تغزل کے ساتھ ساتھ فنی لحاظ سے بھی ان کی کھوار غزل کو فارسی اور اُردو غزل کا ہم پلہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

چترال کی جن خواتین نے کھوار کی مختلف اصناف پر قلم اٹھایا ہے' ان میں سیدہ حیات' بیگم نسیم اور گلشاد انصاری کے نام قابل ذکر ہیں۔ بچوں کے ادب پر کھوار میں جو کام ہوا اس میں نظمیں، پہیلیاں، مزاحیہ مضامین، لطیفے اور بچوں کی کہانیاں شامل ہیں مگر ابھی یہ سارا مواد مختلف رسالوں اور جریدوں میں بکھرا پڑا ہے۔

2.3.5- تحقیق

کھوار ادب کے حوالے سے تحقیقی مضامین اور مقالات کی ابتداء شہزادہ محمد حسام الملک نے کی۔ زبان کی ہیئت اور قدامت پر ان کے غیر مطبوعہ مقالات اور مطبوعہ مضامین کا ایک وسیع ذخیرہ موجود ہے۔ پروفیسر اسرار الدین نے لوک ادب اور ڈرامے پر تحقیقی کام کیا۔ 1987ء کے بعد انجمن ترقی کھوار کے سیمیناروں اور مذاکروں میں زبان وادب کے مختلف پہلوؤں پر جو مقالے پڑھے گئے وہ سب الگ الگ کتابی صورتوں میں شائع ہوئے۔ سوانح نگاری کے ضمن میں گل نواز خاکی نے 1976ء میں پشاور سے بابائے قوم قائداعظم محمد علی جناح کی سوانح ''میرِ کارواں'' کے نام سے شائع کی۔ ترجمے کے سلسلے میں وزیر علی شاہ نے سب سے زیادہ کام کیا۔ انہوں نے گلستان سعدی اور باغ و بہار کا ترجمہ کر کے جمہور اسلام کھوار میں قسط وار شائع کروایا۔ مولانا قاری بزرگ شاہ الازہری کے قرآن پاک اور نماز کی کتاب کے تراجم شائع ہوئے۔ مولانا عبدالرحیم چترالی اور مولانا پیر محمد چشتی نے چند ابتدائی پاروں کے ترجمے ''جمہور اسلام کھوار'' میں شائع کرائے۔ رحمت عزیز خان چترالی نے علامہ اقبال کے منتخب کلام کا کھوار میں ترجمہ کیا جسے 1999ء میں اقبال اکادمی لاہور نے کتابی صورت میں شائع کیا۔ محمد عرفان نے ''کلیاتِ محوی'' کے آخر میں دیا گیا تجمل شاہ محوی کا کھوار کلام کا اردو میں ترجمہ کیا۔ اسی طرح کھوار سے اردو اور اردو سے کھوار میں ترجمے کا کام جاری ہے۔ محمد عرفان نے قصیدہ بردہ شریف بھی عربی سے کھوار میں ترجمہ کیا۔ اُن کی کتاب ''آخرتو پونڈی'' چہل احادیث کا کھوار ترجمہ ہے۔ جمہور اسلام کے لئے بہت سے علماء نے احادیث کے ترجمے کیے جو مختلف گوشوں

میں بکھرے ہوئے ہیں۔

3- خود آزمائی

1- کھوار زبان، زبانوں کے کس خاندان سے تعلق رکھتی ہے؟ مفصل روشنی ڈالیے۔

2- کھوار پر تحقیقی کام کے حوالے سے مستشرقین کی خدمات کا مختصر جائزہ پیش کریں۔

3- کھوار میں واحد اور جمع بنانے کے قواعد تحریر کریں اور ان کی چند مثالیں دیں۔

4- ''کھوار اور اُردو کے لسانی ربط و تعلق'' کے عنوان سے ایک مضمون اپنے الفاظ میں قلم بند کیجیے۔

5- کھوار میں عربی اور فارسی کے دخیل مصوتوں کے متعلق ایک نوٹ تحریر کریں۔

6- کھوار لوک ادب کے بارے میں آپ کے مطالعے کا نچوڑ کیا ہے؟ مفصل لکھیے۔

7- کھوار کے کلاسیکی اور جدید ادب پر تفصیلی روشنی ڈالیے۔

8- درج ذیل جملوں کا کھوار ترجمہ کیجیے۔

(الف) آپ کا نام کیا ہے؟

(ب) آپ کیا کرتے ہیں؟

(ج) آپ کیسے ہیں؟

(د) آپ کا بھی شکریہ۔ خدا حافظ

حوالہ جات

(ح۔1)= ایلینا بشیر' کھوار اینڈ اریئیل لنگوسٹکس' اسرارالدین، پروسیڈنگز آف سیکنڈ انٹرنیشنل ہندوکش کلچرل کانفرنس کراچی، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس' 1996ء، صفحات 166، 167، 178

(ح۔2)= گریئرسن، لنگوسٹک سروے آف پاکستان، لاہور، ایکوریٹ پبلشرز، طبع ثانی 1980ء، صفحات 10، 11، 133، 178

(ح۔3)= لیٹنر جی ڈبلیو، لینگوئجز اینڈ ریسز آف دردستان، (V2904) لندن، انڈیا آفس اینڈ اورینٹل ریکارڈز، برٹش لائبریری، 1876ء

(ح۔4)= جان بڈالف 'ٹرائبس آف دی ہندوکش، کراچی، انڈس پبلی کیشنز، 1977ء، (باراول، لندن، 1880ء)۔

(ح۔5)= عنایت اللہ اسیر' گل مراد خان حسرت، کھوارروبچے ناصرالملکو کردار، مجموعہ مقالات سیمینار، ۱۹۹۰ء، پشاور، انجمن ترقی کھوار' چترال' 1990ء، ص119 '121

(ح۔6)= مورگنسیٹرن، جارج، رپورٹ آن اے لنگوسٹک مشن ٹو نارتھ ویسٹ انڈیا، اوسلو، انسٹیٹیوٹ سامن لگ ننڈی، (C 111-1)1932ء

(ح۔7)= نقیب اللہ رازی' کھوارزبان وادب، پشاور، انجمن ترقی کھوار' 1997ء' ص 81

(ح۔8)= ولی زارخان ولی، کھوارترقیار ریڈیو پاکستانو کھوار پروگراموچہ تریچھیر اخبار وحصہ، کھوارادب، پشاور' انجمن ترقی کھوار' 1989ء' ص 81

(ح۔9)= عنایت اللہ فیضی' کھوار سیکھیے، پشاور، انجمن ترقی کھوار چترال، 1988ء، صفحات 8-10

(ح۔10) = غلام عمر' بابا سیر' اسلام آباد' لوک ورثہ' ۱۹۸۳ء' صفحات 13-15

(ح۔11) = فتح محمد ملک، پروفیسر' یونیٹی اینڈ ورائٹی ان دا صوفی پوئٹک ٹریڈیشن، دا لیگیسی آف بابا سیر، سٹل ریخت امٹراوڈ، صفحات 51۔641

مجوزہ کتب برائے مطالعہ

1- نقیب اللہ رازی' کھوارزبان وادب، پشاور، انجمن ترقی کھوار' 1997ء

2- عنایت اللہ فیضی' کھوار سیکھیے، پشاور، انجمن ترقی کھوار چترال، 1988ء

3- بادشاہ منیر بخاری، اُردو اور کھوار کے لسانی روابط، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، 2003ء

یونٹ نمبر 7

بروشسکی زبان وادب

تحریر : شیر باز علی خان برچہ
نظر ثانی واضافہ : غلام قادر بیگ

فہرست

صفحہ نمبر

یونٹ تعارف

عزیز طلبہ وطالبات!

اس یونٹ کا تعلق بروشسکی زبان وادب سے ہے۔ یہ زبان شمالی علاقہ جات کے تین مختلف خطوں ہنزہ، نگر اور یاسین میں بولی جاتی ہے۔ اس یونٹ میں بروشسکی کے لسانی جغرافیے، لہجوں، لسانی گروہ، حروفِ تہجی ورسم الخط، مستعار الفاظ و اُن کا پس منظر اور اس زبان کے کلاسیکی ولوک ادب کے علاوہ جدید شاعری اور نثری سرمائے سے متعلق موضوعات بھی شامل ہیں۔ پاکستانی زبانوں کا طالب علم ہونے کے ناطے آپ اس یونٹ اور اس کے آخر میں تفصیلی مطالعے کے لئے درج شدہ کتب کی مدد سے اس کا بھرپور مطالعہ کیجئے۔

مقاصد

اس یونٹ کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

1۔ بروشسکی زبان کی ابتدا، اس کے لسانی جغرافیے اور لسانی گروہ کے بارے میں جان سکیں اور ان کی وضاحت کر سکیں۔

2۔ بروشسکی کے مختلف لہجوں، حروفِ تہجی اور رسم الخط سے آگاہی حاصل کر سکیں۔

3۔ بروشسکی زبان میں مستعار الفاظ اور ان کے پس منظر کے متعلق جان سکیں۔

4۔ بروشسکی ادب کی مجموعی صورت حال سے آگاہ ہو سکیں۔

5۔ روزمرہ استعمال کے چند ابتدائی بروشسکی جملے بول سکیں۔

1۔ بروشسکی زبان

1.1۔ بروشسکی کا محل وقوع اور مختلف لہجے

بروشسکی، شمالی علاقہ جات کے تین مختلف خطوں ہنزہ، نگر اور یاسین میں بولی جاتی ہے۔ ہنزہ اور نگر گلگت سے ساٹھ میل کے فاصلے پر انتہائی شمال میں واقع ہیں۔ ستر کی دہائی سے پہلے یہ علاقے نیم خودمختار تھے اور یہاں مقامی راجگان کی حکمرانی تھی۔ یہ دونوں سابقہ ریاستیں بالکل آمنے سامنے واقع ہیں اور بیچ میں ایک دریا بہتا ہے۔ تیسرا بروشو علاقہ یاسین کہلاتا ہے جو ڈیڑھ سو سال پہلے آزاد علاقہ تھا۔ یاسین گلگت کے انتہائی شمال مغرب میں واقع ہے جسے ڈوگروں نے فتح کیا۔ تینوں علاقوں کا لہجہ مختلف ہے، لیکن سمجھنے میں چنداں دشواری پیش نہیں آتی۔ ہنزہ میں مروّج لہجہ ''ہنزوسکی'' (Hunzuski)، نگری لہجہ ''کھجونا'' (Khajuna) اور یاسینی لہجہ ''ورچھکوار'' (Werichikwar)، ''بولتم'' (Boltum) اور ''یسینسکی'' (Yasiniski) کے نام سے معروف ہے۔ ہنزہ نگر والے اپنی بولی کو مشاسکی بھی کہتے ہیں جس کا مطلب ہے اپنی زبان۔

بروشسکی گو کہ مرکزی حصے کی زبان ہے تاہم بالائی ہنزہ گوجال کے بعض گاؤں آئین آباد، نظیم آباد، خیبر سوست بالا و پائین، جمال آباد، خیر آباد اور مسگر کے علاوہ زیریں ہنزہ کے قریہ جات خضر آباد، حسین آباد اور خانہ آباد بالا میں بھی بروشسکی بولنے اور سمجھنے والوں کی خاصی تعداد آباد ہے۔ وادی ءِ نگر میں تھول، نلت، چھلت، مناپن، براور بڈلس پر مشتمل شِنا علاقوں کے سوا مرکزی حصے کی زبان بروشسکی ہے۔ نگر کے شنا بولنے والے علاقوں کے باشندے بھی بروشسکی بخوبی سمجھتے اور بولتے ہیں۔ یاسین کے اکثریتی علاقے کی زبان بروشسکی ہے البتہ یہاں کھوار بولنے والے بھی کم نہیں جبکہ درکوٹ گاؤں میں بروشسکی اور وخی دونوں زبانیں بولی جاتی ہیں۔ ان علاقوں کے بعد ضلع غذر (Ghizer) کے گاؤں بار جنگل، چٹور کن، پکورا اور گلوداس میں بھی مجموعی طور پر سینکڑوں بروشو گھرانے آباد ہیں۔

92-1891ء کی اینگلو بروشو جنگ کے خاتمے کے بعد یہ علاقے زیادہ دیر اپنی انفرادیت برقرار نہیں رکھ سکے۔ انگریزوں نے اپنی فارورڈ پالیسی کے تحت اور دوستانہ تعلقات استوار کرنے کے لئے والیان ہنزہ و نگر کو کشمیر، گلگت اور مضافات میں جاگیریں عطا کیں جن کی آباد کاری کے لئے بہت سے ہنزہ کے بروشو خاندان، متم داس (موجودہ رحیم آباد)، دنیور، سلطان آباد اور اوشی کھنداس میں بس گئے۔ گذشتہ صدی کی تیسری دہائی کے بعد مرکزی گلگت، نومل، پنیال اور بلتستان میں بھی بہت سے بروشو افراد نے زمینیں خرید لیں۔ یہی وجہ ہے کہ گلگت میں انہیں دیاسپورا (Diaspora) سمجھا جاتا

ہے۔ 1940ء کے بعد بروشو طالع آزما بہتر مستقبل کی تلاش میں صنعتی وتجارتی لحاظ سے نہ صرف خوشحال شہروں بمبئی اور کراچی بلکہ پاکستان کے کم وبیش ہر بڑے شہر میں بھی جا بسے۔ کراچی میں اب بھی بروشو خاندانوں کی ایک کثیر تعداد رہائش پذیر ہے۔ گزشتہ مردم شماری کے مطابق ہنزہ کی آبادی اڑتالیس ہزار سے زیادہ جبکہ نگر کی آبادی باون ہزار سے زیاد ہے۔ یاسین کی آبادی بھی چوبیس ہزار سے کم نہ ہوگی۔۔ ہنزہ، نگر اور یاسین سے نقل مکانی کر کے گلگت میں آباد شدہ بروشو افراد کی تعداد بھی تیس ہزار کے قریب ہوگی۔ مردم شماری میں چونکہ لسانی تناسب کا اظہار نہیں کیا گیا تھا، اس لئے ایک اندازے کے مطابق بروشو افراد کی تعداد ڈیڑھ اور دو لاکھ کے درمیان ہوسکتی ہے۔

1.2۔ صوتی تنوع

گو کہ تینوں بروشو وادیوں کے لوگ ایک دوسرے کی بولیاں بخوبی سمجھتے ہیں پھر بھی دیگر زبانوں کی طرح مکانی بعُد اور دیگر عوامل کے باعث ہنزوسکی، کھجونا اور ورچھکوار میں لہجوں کا فرق موجود ہے۔ ورچھکو کے مقابلے میں ہنزوسکی اور کھجونا میں کافی مماثلت ہے۔ سیدش وارورما کے بقول کھجونا میں بعض صوتیاتی اور صرف ونحو کی قدیم صورتیں برقرار ہیں، جبکہ ہنزوسکی نے کئی نئے الفاظ اپنا لئے ہیں۔ دوسری طرف کھجونا لغوی اعتبار سے شِنا سے زیادہ متاثر ہے، اس لیے کہ پرانے زمانے میں نگر کے افراد کا گلگت آنا جانا نسبتاً زیادہ رہا ہے۔ شینا علاقہ سے اس میل جول کا زبان پر اثرات مرتب ہونا ایک فطری امر ہے۔

مرکزی ہنزہ کے اندر خالص بروشو علاقوں کے مابین تکلمی صورت (Speech Form) میں 94 سے 99 فیصد مماثلت پائی جاتی ہے۔ ہنزہ اور نگر کے مابین 85 سے 88 فیصد اور ہنزہ اور یاسین کے مابین قریب قریب 50 سے 55 فیصد لغوی مماثلت پائی جاتی ہے۔

بروشو حلقوں میں تکلمی تنوع کے مظہر چند جملے

حلقہ گنش	حلقہ مَدَل تَکَنَم	نگر	یاسین	اردو ترجمہ
اُن اَم نچو اَیاس؟	اُن اَم نچا اَیاس؟	اُم اَم گلہ اَیاس؟	اُن اَنے ہرُوم با اَیاس؟	بہن تم کہاں جارہی ہو؟
سیُو رر یڈیوڈوکویلو ما؟	سیُو رر یڈیوڈوکویَلہ ما؟	سیُو رر یڈیوڈوکویلو بَما؟	سائیک ریڈیوگولتوسَل ایتوم بَما؟	کیا کل ریڈیو سنا تھا؟
ُاوے جوٹ پَٹ گراتون۔	ُاوے جوٹ پَٹ گراتان۔	ُاوے جوٹ پَٹ گراتوبان۔	وَغی یو گراتومان۔	وہ بچے ناچے ہیں۔
مِی ہَرَن کھش ایتون۔	مِی ہَرَن کھش ایتان۔	مِی ہَرَن کھش ایتوبان۔	مِی ہَرَن بِسمِل ایتومَان۔	ہم نے بیل ذبح کیا۔
بَرَے نہ گرَونی غَنی چَونا؟	بَرَے نہ گرَونی غَنی چَانا؟	بَرَے نہ گرَونی غَنی چُوبانا؟	غَانَا گرگو یوغَنی چُومانا؟	دیکھو تو باراتی دکھائی دے رہے ہیں؟
قُلپ دیلو بےتِل گولو؟	قُلپ دیلا بےتِل گولا؟	غُن دیلوبا بےتِل گولُو با؟	تِل ایتوُم بَا بےتِل گولا؟	تالا لگا دیا ہے یا بھول گئے ہو؟

دروازے کے پاس کیا کرر ہے ہو؟	ہینِک اِپئی ہُو تان ایچُوم با؟	ہینِک قُچی بیسَن ایچُو با؟	ہینِک ایَپہ چی بیسَن ایچا؟	ہینِک ایَپہ چی بیسَن ایچو؟
چیئر مین نے گاؤں کا دورہ کیا ہے۔	چیئر مینے گرسم ہیشودورہ اِیتوم بائی۔	چیئر مینے گرَ ے دورہ اِیتوبائی۔	چیئر مینے گرَ ے دورہ ایتائی۔	چیئر مینے گرَ ے دورہ ایتوئی۔
کیا راجہ نے درباری چوغہ پہنا ہے؟	تھمے جمو یولوم بیٔ آ بے؟	تھمے چپَن یولوبیٔ آ؟	تھمے چپَن بیلایا؟	تھمے چپَن بیلویا؟

1.3۔ بروشسکی زبان کے اوّلین تحقیق کار

گزشتہ صدی کے وسط تک بروشو علاقہ مستور تھا اور علمی وتہذیبی مراکز سے دوری کے باعث اس پر تحقیقی کام بالکل نہیں ہوسکا تھا۔ 1854ء کے آس پاس ایک جغرافیہ دان جنرل کننگھم (Gen. Cunningham) نے پہلی مرتبہ اس زبان کے بارے میں جدید تقاضوں کے مطابق تحقیق کے لئے راستہ کھولا۔ اس نے بتایا کہ یہ زبان اسی شکل وصورت میں ہے، جیسی تیرھویں صدی میں تھی۔ اس کے بعد اس میدان میں دو اور یورپی حضرات لیفٹیننٹ کرنل جان بڈلف (Lt. Col. John Biddulph) اور جی ڈبلیو لیٹنر (G. W. Leitner) نے قدم رکھا۔ جان بڈلف 81-1878ء کے دوران گلگت میں برٹش ایجنسی کے قیام کے سلسلے میں بحیثیت افسر بکار خاص متعین تھا۔ وہ سرکاری افسر سے زیادہ ایک محقق ثابت ہوا۔ لہٰذا وہ تندہی سے تحقیق میں لگا رہا اور تقریباً تین برس کی محنت شاقہ کے بعد اس کی تصنیف (Tribes of Hindukush) کے نام سے 1880ء میں منظرِ عام پر آئی۔ اس کتاب میں جان بڈلف نے کئی دوسری علاقائی بولیوں کے علاوہ بروشسکی گرامر اور اس کے متعلقات کا کافی حد تک مطالعہ کیا ہے۔ مذکورہ بالا ہر دو محققین نے نگری بروشسکی پر کام کیا ہے۔ اس زمانے میں ریاست ہنزہ اور برطانوی ہند کے درمیان شدید مخالفت تھی اور فرنگی محققین ہنزہ جانے میں خطرہ محسوس کرتے تھے، لہٰذا نھوں نے گلگت میں موجود نگری حضرات سے استفادہ کیا۔ یہ کہنے میں البتہ کوئی باک نہیں کہ یہی وہ غیر ملکی تھے جنہوں نے پہلی مرتبہ اس زبان پر تحقیق کا آغاز کیا۔ اس دوران ایک اور برطانوی مہم جو اور مساحت کار لیفٹیننٹ جارج ہیورڈ (Lt. G. Hayward) نے اپنے مختصر قیام اور سفر یاسین کے دوران یاسینی بروشسکی پر سطحی سا کام کیا یعنی اس کا کام یاسینی بروشسکی کے اصل الفاظ کی فہرست بندی تک محدود ہے۔ جی ڈبلیو لیٹنر کی کتاب "The Hunza Nagar Handbook"، 1889ء میں طبع ہوئی۔ اس کتاب میں فاضل محقق نے بروشسکی صرف ونحو اور ذخیرۂ الفاظ یکجا کرنے کے سلسلے میں کافی محنت کی۔ اس کے بعد گزشتہ صدی کی تیسری دہائی میں ڈی ایل آر لاریمر (D.L.R Lorimer) نے اس کام کو مزید آگے بڑھایا۔ موصوف 24-1920ء تک گلگت میں پولیٹیکل ایجنٹ کی حیثیت سے فرائض انجام دیتے رہے۔ لاریمر کی کتاب "The Burushaski Language" کے نام سے تین جلدوں میں اوسلو، ناروے سے شائع ہوئی۔ اس کتاب میں

معتد بہ ذخیرۂ الفاظ کے علاوہ وضاحتی مضامین بھی شامل ہیں۔ بعد کے محققین نے لاریمر کی اس کاوش سے خوب فائدہ اٹھایا۔ اس طرح 1941ء میں سدیشوار ورمانے "Studies in Burushaski Dialectology" کے نام سے ایک مقالہ تحریر کیا جس میں ہنزہ اور نگری بروشسکی کا موازنہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

گذشتہ برسوں میں بھی بہت سے ماہرین لسانیات نے اس حوالے سے کام کیا ہے جس سے بروشسکی زبان کی پیچیدگیاں سُلجھانے میں کافی مدد ملی۔ وی این توپوروف (V.N Toporov) نے بھی "Burusheski Typology" اور "Burusheski & Yasinian Languages" کے عنوانات سے بالترتیب 1971ء اور 1991ء میں دو مقالے لکھے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ غیر ملکیوں میں سب سے نمایاں کام جرمن پروفیسر ہرمن برگر (Prof. H. Berger)، نے 1961ء سے 1985ء کے درمیان کیا۔ ان کا تمام کام ورچکواریعنی یاسینی بروشسکی پر ہے۔ ان کی کتاب "Das Yasin Burushaski" کے عنوان سے 1974ء میں جرمنی سے شائع ہوئی۔ پروفیسر برگر کا سب سے یادگار تحقیقی کام پہلی بروشسکی۔ جرمن ڈکشنری کی تدوین ہے۔ آپ نے اس ڈکشنری میں اپنے جمع شدہ الفاظ کے علاوہ ڈاکٹر علامہ نصیر الدین ہنزائی اور لاریمر کے کئی ہزار الفاظ شامل کئے ہیں۔ اس طرح دونوں محققین اس ڈکشنری کے Co author's قرار پائے۔ یہ ڈکشنری ہائیڈل برگ یونیورسٹی جرمنی سے شائع ہوئی۔ اس قطار میں اب مونٹریال یونیورسٹی کے ڈاکٹر ایلینی ٹائیفو (Dr. Elienne Tiffou) اور وائی مورین (Y. Morin) کے علاوہ مشی گن یونیورسٹی کے پروفیسر پیٹر ایڈون ہک (Prof. Peter Edvin Hook)، محترمہ ایلینا بشیر اور بی تکنن (B. Tikkanen) بھی شامل ہو چکے ہیں۔ ان تمام محققین نے اپنے اپنے انداز سے کام کیا ہے۔ ڈاکٹر ٹائیفو Dr. Tiffou بروشسکی کہاوتوں پر مشتمل نادر کتاب "Hunza Proverbs" کے مُولف ہیں۔ انھوں نے اس کتاب میں پروفیسر برگر، لاریمر، پروفیسر مورین (Prof. Morin) اور ڈاکٹر نصیر الدین ہنزائی کی جمع شدہ کہاوتوں کو شامل کر کے ان کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ اس کتاب کو یونیورسٹی آف کیلگری کینیڈا نے شائع کیا ہے۔ بروشسکی زبان پر تحقیق کے سلسلے میں مقامی محققین میں ڈاکٹر نصیر الدین ہنزائی کا نام سرِفہرست ہے۔ انھوں نے اس زبان کے لئے پہلی دفعہ اردو حروفِ تہجی کا تعین کیا اور آٹھ اضافی حروف کا استعمال کیا۔ آپ کے جمع شدہ چالیس ہزار الفاظ پر مشتمل پہلی ''بروشسکی اردو ڈکشنری''، بروشسکی ریسرچ اکیڈمی، کراچی یونیورسٹی اور لغت بورڈ کی مشترکہ کوششوں سے اشاعت کے مراحل میں ہے۔

1.4۔ لسانی گروہ

مقامی عالم اور دانشور حاجی قدرت اللہ بیگ اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

''........بروشسکی زبان کی پیدائش کے متعلق قطعی طور پر کوئی رائے قائم نہیں کی جاسکتی۔اس لئے کہ ماہرین لسانیات اس زبان کے بارے میں ہماری کوئی مدد نہیں کرتے......''(ح۔۱)

معروف مؤرخ رشید اختر ندوی، اوّلین بروشو آبادکاروں کے بارے میں بتاتے ہیں:

''... ہمارے نزدیک جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کیا ہے شمالی علاقہ جات کی پہلی آبادکار قوم سومیری ہے۔اس قوم نے عراق سے جبراً ہجرت پر مجبور ہوکر اور یہاں بس کر اپنے نام کا بڑا شہر بسایا جوان دنوں دریائے ہنزہ کے بائیں طرف نگر میں ایک چھوٹی سی بستی کی شکل میں موجود ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے سنہری گلیشیئر سے کسی قدر آگے کی سمت واقع ایک اٹھارہ ہزار فٹ بلند مقام کو اپنا نام دیا اور یہ نام اب تک ''سومایر'' ہے۔اسے کسی نے تبدیل نہیں کیا......''(ح۔۲)

ڈاکٹر سیّد محمد یوسف بخاری اپنی تصنیف ''کشمیری اور اُردو زبان کا تقابلی مطالعہ'' میں لکھتے ہیں:

''......جیسا کہ گریئرسن نے کہا ہے قدیم لوگ جن کو پساچہ لوگوں نے بے خانماں کر دیا تھا وہ لوگ تھے جن کی اصل زبان بروشسکی تھی۔سینتی کمار چیٹر جی نے اس کی توثیق کی ہے۔ان کے بیان کے مطابق بروشسکی کشمیر کے پہاڑی علاقوں میں بولی جانے والی وہ پہلی زبان ہے جس کی چند نسلی خصوصیات آسٹرک سے ملتی ہیں۔اس کے معنی یہ ہوئے کہ آسٹرک سے مل کر اس زبان کا خمیر اٹھا ہے۔اس سارے علاقے میں جہاں پساچہ زبانیں بولی جاتی ہیں یعنی گلگت، ہنزہ، نگر وغیرہ میں کوئی دو ہزار قبل مسیح ایک زبان بولی جاتی تھی جس کو بروشسکی کہتے تھے''(ح۔۳)

ایک مغربی ماہر لسانیات، سٹیفن آر ولسن (Stephen R. Wilson) اپنی تازہ ترین تصنیف "A Look at Hunza Culture" میں اپنی تحقیق کا نچوڑ یوں پیش کرتے ہیں:

"Another thought is that the Burusho people may be the descendant of an ancient kingdom located north west of the indus called Kamboja whose language as far back

as the 7th Century B.C was different from that of the rest of the north India. Interestingly an archiac name of the Hunza is Kanjut and the name of the currently used 'Pig Latin' from of Burushaski 'Khajhuna' could Kamboja, Kanjut and Kajunoo all be related (R-4)

پیٹر سی بیک سٹارم (Peter C. Back Starm) ڈی ایل آر لاریمر (D.L.R Lorimer) کا حوالہ دیتے ہوئے کہتے ہیں:

"Very little is known of the history of the Burusho or their language. Some have supposed that Burushaski was once over a much wider area. and that it has been restricted to its present narrow confines by pressures from surrounding linguistic groups. Burushaski itslef is a language isolate and as yet there is no conclusive evidence relating it to any language family. Various theories have been put forward in this regard. The most frequently heard theory puts Burushaski with the caucasion languages and with basque. V.N. toporov citing various lexical and morphological similarities goes a step further and proposes that the Yasinian languages of Eastern Siberia, most of which are now extinct may also be included in the same ancient family. He suggests these languages may be the only remnants of a language chain

which once stretched in the latitude direction from the atlantic deep into Central Asia" (R.5)

بروشسکی زبان کے شہرۂ آفاق جرمن ماہر پروفیسر ڈاکٹر ہرمن برگر (Prof. Dr. Herman Berger) کا خیال ہے کہ کاکیشئن کے ساتھ اس زبان کی موافقت بہت معمولی ہے۔ دوسری طرف پروفیسر ٹائیفو (Prof. Tiffou) بروشوقوم کو کاکیشیین ہی قرار دیتے ہیں، لیکن خاصے محتاط انداز میں۔

بروشسکی زبان کی قدامت کے حوالے سے ایک ثبوت ہمیں لدّاخ (ہندوستان) کے مشہور مؤرخ کاچوسکندر خان کی کتاب ''قدیم لدّاخ تاریخ وتمدن'' میں ملتا ہے:

''گلگت کا تبتی نام بروشل یا بروشا ہے۔ مؤخر الذّکر نام کا ماخذ غالباً ہنزہ نگر میں بولی جانے والی بروشسکی زبان ہے'' (ح۔6)

اس بات کو مزید سمجھنے کے لئے بلتستان کے ایک معروف محقق سیّد محمد عباس کاظمی کی تحقیق بھی ہماری مدد کرتی ہے:

''...... بروشال کوئی افسانوی نام یا جگہ نہیں بلکہ یہ موجودہ خطۂ گلگت کا قدیمی اور اصلی نام ہے۔ بروقپا، بروشا یا بروشل دراصل بروشال کے تبتی لہجے ہیں۔ بلتستان میں ایک قدیم کلاسیکی لوک گیت ''بروشل پا'' یعنی بروشال والا کے نام سے معروف ہے۔ تاریخی حوالوں، روایات اور مشاہدے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قدیمی اور تاریخی بروشال میں موجودہ گلگت، ہنزہ، نگر، استور، گور، دارئل، ینیال، گوپس اور یاسین کے علاوہ شمالی یا بالائی چترال شامل تھے۔ اس پورے خطّے میں رہنے والوں کی زبان بروشسکی تھی۔ لوگوں کو بروشو کہتے تھے اس لئے اس پورے خطہ کو بروشال کہا جاتا تھا۔ یہ کوئی بدیسی نام نہیں بلکہ مقامی نام تھا جو کہ تبت تک معروف ہو چکا تھا۔ جہاں تک ''گلگت'' نام کا تعلق ہے اس کا اطلاق اس پورے خطہ پر نہیں بلکہ موجودہ سب ڈویژن گلگت پر ہوتا تھا، لیکن مُرورِ زمانہ بروشال آہستہ آہستہ متروک ہوا اور گلگت نام کا اطلاق پورے خطّے پر ہوا......'' (ح۔7)

وی وی بارتھولڈ (1849ء۔1930ء) ترکستانی تہذیب وتمدن کے سکّہ بند عالم گزرے ہیں۔ انہیں ترکستان کا گبن (Gibbon) بھی کہا جاتا ہے۔ وسط ایشیاء پر ان کی کتاب کا انگریزی ترجمہ وی اینڈ ٹی منورسکی نے کیا ہے۔ ان کی تحقیق سے بروشسکی زبان کی اصلیت کھوجنے میں خاصی آسانی پیدا ہوگئی ہے۔ وہ بتاتے ہیں کہ:

''ترکستان کے ہر دو حضری و بدوی باشندوں کا تعلق ان اہالیانِ فارس سے ہے جنہوں نے دنیا میں سب سے پہلے بادشاہت کی بنیاد رکھی۔ ہر چند کہ ایرانیوں کے حقیقی وطن کے بارے میں اب تک شکوک و شبہات ہیں، لیکن تادمِ تحریر جمع شدہ شواہد اور اعداد و شمار اس بات کے مظہر ہیں کہ ایرانی (جیسا کہ بعد میں ترکوں نے بھی کیا) مشرقی یورپ میں جا کر آباد ہوئے۔ یہ وہی لوگ تھے جنہیں بحر اسود کا سیتھین بھی کہا جاتا ہے۔ پرشیا کے قدیم ترین باشندوں کا اتا پتا تاریخ کے کسی موڑ پر شمال مشرق کی طرف گم نظر آتا ہے، لیکن یہ لوگ جنوب مغرب میں ایک طویل عرصے تک آباد رہے۔ اب یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اس گم گشتہ نسل کا سلسلہ جفیتیوں (Japheids) سے ملتا ہے۔ ''جفیتی'' کی اصطلاح پروفیسر این مار (1864 تا 1934ء) کی ہے، اور ان لوگوں کے لئے استعمال ہوتی رہی ہے جو غیر سامی الاصل تھے اور جن کی نسل کی باقیات اب جارجیا اور کاکیشیا میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ اس جفیتی شاخ کی ایک زبان اب ہندوکش کے جنوب میں واقع علاقہ کنجوت میں بولی جاتی ہے۔ اب یہ نہیں معلوم کہ یہ لوگ مقامی ہیں یا کہیں دور سے ہجرت کر کے یہاں آن بسے ہیں...... (ح۔8)

پروفیسر ایمری اولاح (Prof. Imre Olah) کا تعلق ہنگری سے ہے اور اس وقت نیویارک امریکہ میں درس و تدریس کے سلسلے میں قیام پذیر ہیں۔ ایمری اولاح اور بابائے بروشسکی علاّمہ نصیر الدین نصیر ہنزائی و اسلم ندیم ہنزائی کے مابین عالمانہ سطح پر خط و کتابت کا سلسلہ ایک عرصہ سے جاری ہے۔ یہ خطوط بروشسکی زبان کے حوالے سے تحقیق کے لئے ایک مفید ماخذ کا درجہ رکھتے ہیں۔ پروفیسر ایمری اولاح، علاّمہ نصیر الدین نصیر صاحب کے نام اپنے ایک مراسلہ میں لکھتے ہیں:

> ".......I have discovered a location of very ancient people whose name resembles Burushoo, who once lived in a very important copper minning region of Northern Anatolia....." (R-9)

اسلم ندیم ہنزائی (لیکچرار فیڈرل گورنمنٹ انٹر کالج ہنزہ علی آباد) کے نام موصوف ایک اور مراسلہ میں لکھتے ہیں:

> "........I find it very revealing that many scholars are of the opinion that Burusho of Northern Areas are Huns migrated

from Mangolia and that Allama Sahib himself is in favour of the above theory. Remember about 2200 years ago Mangolia was the original home of the Huns!! The Mangools are only late comers" (R-10)

ڈاکٹر علامہ نصیرالدین ہنزائی اپنے ایک تحقیقی مقالے میں لکھتے ہیں کہ:

''بروشسکی قدیم زمانے میں وسط ایشیاء میں واقع توران "Tooran" کے ایک وسیع علاقے میں پروان چڑھی، جہاں لکھنے پڑھنے کا رواج موجود تھا، لیکن کسی آفت یا تہذیبی حملے نے بروشو کو بے دخل کیا اور وہ ہنزہ نگر اور یاسین یا گلگت میں آباد ہوئے۔ اس تحقیق کی حمایت میں یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ ہاتھی، شیر جیسے کئی جنگلی جانوروں کے نام بروشسکی زبان میں موجود ہیں مگر موجودہ بروشو معاشرے میں پائے نہیں جاتے، شاید بروشسکی قدیم زمانے میں کسی زیادہ میدانی اور وسیع علاقے کی زبان رہی ہو جہاں یہ جانور اس وقت پائے جاتے تھے۔''

ان معتبر علمائے السنہ کی تحقیق سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ بروشسکی بولنے والے اس علاقے کے قدیم باشندے نہیں ہیں بلکہ قفقاز سے لے کر منگولیا تک کے کسی علاقے سے یہاں آئے۔ ایک تحقیق کے مطابق یہ لوگ سومیری ہیں۔ دوسری تحقیق یہ بتاتی ہے کہ بروشو سفید ہنوں کی اولاد ہیں۔ تیسری رائے کی رو سے یہ لوگ تورانی ہیں۔ ایک اور حقیقت یہ ہے کہ ماضی بعید میں بروشو علاقہ موجودہ دائرے تک محدود نہیں تھا بلکہ خاصا پھیلا ہوا تھا۔ جب جنوب سے آریائی جتھوں کا حملہ شروع ہوا تو ان نئے حملہ آوروں نے بروشسکی بولنے والوں کو اپنے رنگ میں رنگ لیا یا انتہائی شمال کی طرف دھکیل دیا۔ آج بھی شمالی علاقہ جات کے غیر بروشو علاقوں میں متعدد جگہوں کے نام بروشسکی میں ہیں۔ مثلاً بروم دوئی، سَقم مَل / اشکومن، چمر کنڈ / چھمر کھن / بُرکھن، غشومَل، ہہ حل، حلِ پی، حلِ مش، حُلتوشِنک، اُلتوشِنک، برمَس وغیرہ۔

ایک قدر مشترک جو جملہ ماہرین السنہ کی تحقیق میں پائی جاتی ہے یہ ہے، کہ بروشسکی کا تعلق ہند ایرانی، ہند یورپی، سامی یا چینی ترکستانی گروہ سے نہیں ہے بلکہ یہ فینو یوگرک یا یورال التائی سلسلے کی کڑی ہے۔

1.5۔ حروفِ تہجّی اور رسم الخط

بروشو علاقہ جات فلک بوس اور برف پوش پہاڑوں کے دامن میں واقع ہیں۔ایک عرصے تک یہ بیرونی اثرات سے محفوظ و مامون رہے۔اس نارسائی نے جہاں بروشسکی کو اختلاط سے محفوظ رکھا وہاں ایک خسارہ یہ ہوا کہ یہاں کے لوگوں کا تہذیب یافتہ اقوام اور علمی مراکز سے سابقہ نہیں پڑا۔نتیجہ یہ کہ قرنوں تک یہاں علم وآگہی کا چراغ روشن نہیں ہو سکا اور سناٹا رہا۔ پاس پڑوس کی مہذب اور ترقی یافتہ قومیں انہیں وحشی اور جنگلی کہتی تھیں۔اس لئے کہ یہ لوگ جنگ وجدل کے بلا کے ماہر مانے جاتے تھے۔

انیسویں صدی کے نصف اوّل کے اختتام کے ساتھ ہی وکٹورین انگلستان کے صیغہ خاص کے اہل کاروں نے زار روس کی ہندوستان کی طرف پیش قدمی کی روک تھام کے لئے پہلی مرتبہ بروشو علاقوں کا رخ کیا۔ یہ فرنگی اہلکار محض فوجی یا سرکاری افسر ہی نہیں تھے بلکہ اپنے زمانے کے مانے ہوئے مستشرق بھی تھے۔ انہوں نے بروشو علاقوں کی تہذیب و تمدن،لسانیات،جغرافیہ،بشریات اور تاریخ کا بھی عمیق مطالعہ کیا۔ان کی عالمانہ کاوشیں سرکاری خفیہ رپورٹوں،سفرناموں اور گزیٹیئرز کی شکل میں معلومات کا انمول خزانہ ثابت ہوئیں۔یہی غیر ملکی وہ اوّلین محقق تھے جنہوں نے بروشسکی زبان پر پہلی مرتبہ کام کیا۔ان مستشرقین نے ہی پہلی مرتبہ بروشسکی کے حروف تہجی رومن ٹائپ میں متعارف کرائے۔ان علاقوں میں چونکہ اول تا آخر ناخواندگی کا راج تھا اس لئے ان مغربی اسکالروں کے کام سے مقامی افراد استفادہ نہیں کر سکے۔اس کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی گئی کیونکہ روزی روٹی کے حصول کے سلسلے میں بروشسکی کا کوئی کردار نہیں تھا لہٰذا ان غیر ملکیوں یعنی جارج کننگھم،لیٹنر،بڈلف،لاریمر،ہرمن برگر،گرئیرسن،سدیش وارورما،سینتی کمار چٹرجی،ٹائیفو اور سکائی ہاک کا تحقیقی کام غیر ملکی جامعات کے کتب خانوں کا ایک بھولا بسرا حصہ بن گیا،لیکن اس کمی کا کماحقہ ازالہ مقامی محققین نے کیا جن میں تقدم کا سہرا بابائے بروشسکی علاّمہ نصیر الدین نصیر ہنزائی کے سر جاتا ہے۔اس کے علاوہ حاجی قدرت اللہ بیگ مرحوم اور غلام الدین غلاؔم نے بھی کافی کام کیا۔تینوں نے الگ الگ حروفِ تہجی اپنے لئے مقرر کئے اور اپنی بروشسکی مطبوعات میں ان کو استعمال کیا۔ تاہم ڈاکٹر علامہ نصیر الدین نصیر ہنزائی کے حروف زیادہ قابل فہم ہیں۔اس لئے کہ ان حروف کو کراچی یونیورسٹی،بروشسکی ریسرچ اکادمی،اور خود بروشو قوم کی ایک کثیر تعداد نے پسند اور قبول کیا۔ان تمام ماہرین نے اُردو ٹائپ کو ہی اختیار کیا ہے۔

1.6۔ بروشسکی کی مخصوص اصوات

بروشسکی کی چند مخصوص اصوات جو اُردو و ہندی حروف کے دائرے میں نہیں آتیں،ان کو احاطۂ تحریر میں لانے کے

لئے مذکورہ محققین نے انہی حروف پر زائد حرکات واشکال کا اضافہ کرکے کام چلایا،لیکن یہ بھی اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ مخصوص مقامی اصوات کی ادائیگی کے لئے متعلقہ اور مصدقہ حروف کا معاملہ تا حال حل طلب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ریڈیو پاکستان کی بروشسکی سروس سے منسلک حضرات جو مترجم، معلّن اور مسوّدہ نویس کی حیثیت سے تخلیقی خدمات انجام دے رہے ہیں، اپنے من پسند انداز سے سکرپٹ لکھتے ہیں۔ البتہ ایک قدر مشترک ضرور ہے کہ یہ تمام لوگ اُردو حروف کو اظہار کا ذریعہ بناتے ہیں جو اُردو خواں حضرات کے لئے خاصا سہل ہے۔ ذیل میں ڈاکٹر نصیر الدین نصیر ہنزائی کے وضع کردہ حروفِ تہجی ملاحظہ ہوں:

بُروشسکی حرپُڈ

حرپ	لفظ	ترجمہ	حرپ	لفظ	ترجمہ
ا	اُٹ	اُونٹ	خ	خلک	ھُما
ب	بُش	بِلّی	څ	څک	سینا
پ	پُوّن	صُراحی	د	دمن	مالک
ت	تِن	ہڈی	ڎ	ڎڎک	ڈھول
ٹ	ٹوّک	سالم	ذ	ذات	ذات، خاندان
ث	ثباپ	ثواب	ڈ	ڈِیوّ/ ڈِوُ	کالی چڑیا
ج	جُوّ	سلام	ر	رل	تیار
چ	چق	چبانا	ڑ	سڑک	سڑک
ڃ	ڃوّر، ڃوّر	جلدی	ز	زَل	ہلنا / ہلانا
ح	حرام	حرام	ژ	ژگگوُین	نمبردار

حرپ	لفظ	ترجمه	حرپ	لفظ	ترجمه
س	سِرمکٹ	کرامات	ڭ	دڭ	نیند
ش	شوٗقُم	وسیع	گ	گر	شادی
ݜ	ݜِقم رکٹ	سبز رنگ	ل	لیٚݜ	نگینہ
ص	صندوٗق	صندوق	م	منخ	تیشہ
ض	ضوورت	ضرورت	ن	نیروٗنا آکٹ	قوسِ قزح
ض	ضِمن	چڑیا	ں	غوٗں غوٗں	کبوتر کی آواز
ط	طُوٗطیٗ (طُ۔طِ)	طوطا	و	وارِش	ڈھکنا
ظ	ظالِم	ظالم	ہ، ھ	ہَر/ھر	بیل
ع	عَلَم	جھنڈا	ء	ئرے بس	اب بس کر
غ	غُرقُن	مینڈک	ی	نیٗ	جا
ف	فِنچ	بلاّ	ي	دَيِ	موٹا
ق	قَو	بُلانا، دعوت	ے	بیرُم ؟	کتنا ؟
ک	کور	نمار			
پھ	پھیریٗ	بھنور	ـَ	زبر	زبر
تھ	تھاٗ (۱۰۰)	سَو	ـِ	زیر	زیر
ٹھ	ٹھریٗ	گیند	ـُ	پیش	پیش
چھ	چھموٗ	مچھلی	ـْ	ساکن	ساکن
کھ	کھوٗار	ضیافت	ـّ	تشدید	تشدید

ڈاکٹر (اعزازی) نصیرالدین نصیر ہنزائی صاحب کے مطابق بروشسکی زبان کے حروفِ علّت اگرچہ اساسی طور پر تین ہیں یعنی ''الف''، ''و'' اور ''ی''، لیکن یہی بنیادی حروف دو اور تین کی علامتوں کی مدد سے پندرہ شاخوں میں بٹ کر اس زبان کے درست وصحیح تلفظ کی امکانیت پیدا کر دیتے ہیں۔ مثلاً ''الف'' جب حرفِ علّت کے طور پر آتا ہے تو اس کی تین قسمیں ہوتی ہیں (اُ، اَ، آ)۔ پہلا 'الف' عربی، فارسی اور اُردو کے عام 'الف' کے مطابق آواز دیتا ہے۔ دوسرا 'الف' مختصر آواز دیتا ہے جو کہ تقریباً زبر کے برابر ہوتی ہے۔ اس اعتبار سے اسے الف مقصورہ بھی کہا جا سکتا ہے۔ تیسرے 'الف' کو ذوالجثین کہنا چاہیے کیونکہ اس کی آواز دو ٹکڑوں میں بٹ کر سامنے آتی ہے اور نسبتاً طویل ہوتی ہے۔ اسی طرح واؤ کی پہلی آواز اُردو کے واؤ جیسی ہے۔ دوسری آواز پیش کی طرح مختصر ہے اور تیسری آواز معمول سے ذرا لمبی اور دو ٹکڑوں میں ہے۔

چند ایک مثالیں ملاحظہ کیجئے:

۱۔	کاٹ	کاٹ۲	کاٹ۳
ترجمہ:	ساتھ	تلچھٹ	عہد و پیمان
۲۔	چھاک	چھاک۲	چھاک۳
ترجمہ:	کانٹے	قے	ٹپکنا
۳۔	ناس	ناس۲	ناس۳
	اے بُو	بُو	تھوڑی سی بُو

نمبر شمار	جدید حروف	علامت	لفظ	ترجمہ	جملہ	اردو ترجمہ
۱	ڇ	۴ = ::	ڇن	سیدھا	ڇن نمہ ہُورُو	سیدھے ہو کر بیٹھو۔
۲	ڿ	∴	اڿوٗ	بھائی	اڿوٗ منوکورَن بُی	میرا بھائی شریف ہے۔
۳	ڎ	∴	ڎر	سنتری	غَقَس ڎر منی می	کاغذ پھٹ گیا۔
۴	ژ	∴	ژاٗو	بیزار	بغرق سیس ڎُم جہ ژاٗو	شریر لوگوں سے میں بیزار۔
۵	ݜ	۴ = ::	ݜر	شاخ	ݜرحہ وَلی بِی	شاخ گر گئی ہے۔
۶	ڞ	∴	ڞا	ہمیشہ	سِندہ ڞا ایَس گومَی با؟	دریا پار کر سکتے ہو؟
۷	ڭ	∴	دڭ	نیند	دڭ دی یلہ جہ گوچھہ یَم	نیند آ گئی ہے میں تو سو گیا۔
۸	ۑ	۴ = ::	ایاٗ	میرے باپ	ایاٗ بُٹ میرایمانوئ	باپ بہت بوڑھا ہو گیا ہے۔

بروشسکی میں آٹھ آوازیں ایسی ہیں جو اُردو حروفِ تہجی سے ادا نہیں ہوسکتیں۔ چنانچہ ان مخصوص اصوات کی ادائیگی کے لئے علامہ نصیر الدین ہنزائی نے درجِ ذیل حروف وضع کئے ہیں:

1۔ ݘ	2۔ ݗ	3۔ ڙ
4۔ ڙ	5۔ ݭ	6۔ ݜ
7۔ ڱ	8۔ ؠ	

جن حروف کے اندر یا اُوپر یا نیچے ۴ (چار) کی علامت لگی ہے وہ چار نقطوں کے معنی میں ہے یعنی بجائے اس کے کہ اوپر نمبر شمار 1، 5 اور 8 پر دیئے گئے تین حُروف کو اس طرح لکھا جائے: چ، س، ي، اسکی بجائے آسانی کے لئے انہیں یوں لکھا جائے گا:

ݘ، ݭ، ؠ

حاجی قدرت اللہ بیگ کے تیار کردہ حروف:

نمبر شمار	حروف	لفظ	جملہ	اردو ترجمہ
۱۔	TSH-(ستھ)	TSHN	TSHN NUMA HURU	سیدھے ہو کر بیٹھو۔
۲۔	3-	A3O	A30 MAJOKURAN BAI	میرا بھائی شریف ہے۔
۳۔	TS-(تس)	TSAR	ĠAQAS TSAR MANIMI	کاغذ پھٹ گیا۔
۴۔	Ż(ژے)	ŻAO	BAĠARQ SIS TSUM JEŻAO	شریر لوگوں سے میں بیزار۔
۵۔	Ṡ (شے)	ṠAR	ṠAR XA WALI BI	شاخ گر گئی ہے۔
۶۔	3H	3HA	SINDA 3HA ATAS GO MAI BA?	دریا پار کر سکتے ہو؟
۷۔	(گش)	DA	DAN DI BILA JE GUCHAYAM	نیند آئی ہے میں تو سو گیا۔
۸۔	X(خ)	XUDA	XUDA HIN BAI	خدا ایک ہے۔

حاجی قدرت اللہ بیگ اپنے وقت کے معروف عالمِ دین سکالر اور مورخ تھے۔ قدیم ہنزہ کی تاریخ پر ان کی کتاب ریفرنس بک کی حیثیت رکھتی ہے۔

غلام الدین غلام نے مقامی اصوات کی صحیح ادائیگی کے لئے جو حروف وضع کئے ہیں یہ ہیں:۔

نمبرشمار	حروف	لفظ	جملہ	اردو ترجمہ
۱۔	ژ	ژَن	ہِن ںمہ ہُورُو	سیدھے ہو کر بیٹھو۔
۲۔	څ	اڅو	اڅو منوکوُرَن بَیَ	میرا بھائی شریف ہے۔
۳۔	ڎ	ڎَر	غقس ڎَر منی می	کاغذ پھٹ گیا۔
۴۔	ژ	ژاوَ	بغرق سیس ڎُم جہ ژاوَ	شریر لوگوں سے میں بیزار۔
۵۔	ݜ	ݜر	ݜرخہ وَلی بِ	شاخ گر گئی ہے۔
۶۔	څھ	څھا	سِندَہ څھاایتَس گومَئی با؟	دریا پار کر سکتے ہو؟
۷۔	ݣ	دَݣ	دَݣ دی بِلہ جہ گوُ چھ یم	نیند آ گئی ہے میں تو سو گیا۔
۸۔	يٓ	اَيٓء	اَيٓء بُٹ میپر ایمانائ	باپ بہت بوڑھا ہو گیا ہے۔

2۔ چند بنیادی قواعد

زبانوں کے انسائیکلوپیڈیا کے مطابق بروشسکی زبان کا شمار دنیا کی اُن بارہ زبانوں میں ہوتا ہے جو نہ صرف انتہائی قدیم ہیں بلکہ اپنی انفرادی لسانی خصوصیات کی وجہ سے ان کا دنیا کے کسی بھی لسانی گروہ سے رشتہ نہیں بنتا۔ اس لئے ماہرین کا خیال ہے کہ یہ سیکھنے اور لکھنے کے لحاظ سے کافی مشکل اور پیچیدہ زبان ہے۔ تاہم یہاں اس زبان کے چند قواعد پیش کئے جاتے ہیں:

مصدر: بروشسکی میں مصدر کی پہچان ''س'' ہے۔ یہاں امر سے مصدر بنانے کی چند مثالیں درج کی جاتی ہیں:

امر	معنی	مصدر	معنی
اِخر	توڑو	اِخَرس	توڑنا
دیول	اُڑاوَ	دیوَلس	اُڑانا
رِگرمن	لکھو	رِگرمنس	لکھنا
ھُلجہ	سوار ہو جاوَ	ھُلجیَس	سوار ہونا
دُمَر	مانگو	دُمَرَس	مانگنا

غَتَن	پڑھو	غَتَنَس	پڑھنا

امر، نہی، فاعل اور مفعول:

امر	مصدر	نہی	فاعل	مفعول
ہُرُٹ	ہُرُٹس	اوھروٹ/ اورُٹ	ہُرُٹس انے	ہُرُٹم
بیٹھو	بیٹھنا	نہ بیٹھ	بیٹھنے والا	بیٹھا ہوا
بالت	بالتَس	اپالت	بالتَس انے	بالتم
دھولو	دھولینا	مت دھولو	دھونے والا	دھویا ہوا

واحد جمع

بروشسکی زبان کی پیچیدگیوں میں سے ایک مشکل یہ بھی ہے کہ واحد جمع کا قانون چیزوں کے گروپ کے حساب سے اکثر بدلتا رہتا ہے، اس کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ مثلاً چند چیزوں کے آخر میں واؤ لگانے سے جمع بن جاتا ہے۔

واحد	اردو معنی	جمع	اردو معنی
ھَر	بیل	ھَرو	بہت سے بیل
فَل	اناج کا دانہ	فلو	بہت سے دانے
سَر	خرگوش/ دھاگہ	سَرو	بہت سے خرگوش/ دھاگے

کچھ واحد الفاظ کے ساتھ ''ج'' اور ''واؤ'' بڑھانے سے جمع کا صیغہ بن جاتا ہے۔

ھَل	لومڑی	ھلجو	لومڑیاں
تل	کبوتر	تلجو	بہت سے کبوتر

بعض واحد الفاظ کی جمع بنانے کے لئے ''م'' اور ''ڑ'' کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ مثلاً:

طوطا	طوطا	طوطامد	طوطے
شُقا	چوغا	شُقامد	چوغے

''ی''اور''ک''بھی جمع کی علامات ہیں:

بُل چشمہ بُل یک چشمے

کہیں کہیں حرف ''ک''،جمع کی علامت بھی بن جاتی ہے۔مثلاً:

تِک مٹی تلکِ

دلک گوبر دلکِک

کہیں کہیں الفاظ کو جمع بنانے کے لئے''چ''اور''ک'' کا اضافہ کیا جاتا ہے۔مثلاً:

ھوی سبزی ھوی چک سبزیاں

تاہم کچھ چیزوں کے لئے واحد بطور جمع بھی استعمال ہوتا ہے۔مثلاً:

ھوی منڈیا رِدیمی سبزی منڈی پہنچ گئی۔

یہاں''ھوی''،جمع کے طور پر استعمال ہوا ہے۔

فعل وفاعل

واحد اور جمع میں فعل اپنے فاعل کے مطابق ہوگا۔مثلاً:

ہَغُر دیمی گھوڑا آیا۔

ہغُر شودومیے گھوڑے آئے۔

مذکر مؤنث

بروشسکی زبان میں جو پیچیدگیاں پائی جاتی ہیں،ان کے اثرات مذکر ومؤنث کے قانون پر بھی مرتب ہوتے ہیں۔ اس میں دوسری زبان کی طرح کسی لفظ میں ایک یا دو حروف کا اضافہ کرنے سے وہ مذکر سے مؤنث نہیں بنتا ہے۔گویا زیادہ تر مذکر اور مؤنث الفاظ میں کوئی قدر مشترک نہیں ہے۔جیسے:

مذکر	معانی	مؤنث	معانی
ہِر	مرد	گُوس	عورت

ہِلِس	لڑکا	دَسِن	لڑکی
کاکو/ کاکا	بڑے بھائی	اَچو/ کاکی	بڑی بہن
ٹھم	بادشاہ	غِنِش	ملکہ

اس زبان کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ تمام پرندوں میں نام کے لحاظ سے مذکر اور مؤنث کی تمیز نہیں پائی جاتی۔ اسی طرح حرام جانوروں میں بھی مذکر اور مؤنث کی تمیز نہیں۔ اگر ہم کسی کتے کی بات کریں تو بروشسکی میں مذکر کتا اور مؤنث کتا کہنا پڑے گا، لیکن عجیب بات یہ ہے کہ حلال جانوروں میں یہ اصول مختلف ہے۔ جیسے:

ھلْدین	بکرا	ہچیرؔ	بکری
ھَر	بیل	بُوھ	گائے

بروشسکی میں مذکر مؤنث کا تعین کرنے میں ضمائر کا بڑا عمل دخل ہے۔ زیادہ تر الفاظ کے ساتھ سابقہ کے طور پر ایک یا ایک سے زیادہ حروف جوڑنے سے لفظ کو مذکر اور مؤنث بنایا جاتا ہے۔ جیسے:

اسم	جنس	واحد غائب	واحد حاضر	واحد متکلم
	مذکر	ائ ریک(اس کا ہاتھ)	گوُریک(تیرا ہاتھ)	اَریک(میرا ہاتھ)
ایک (ہاتھ)	مؤنث	مُوٗریک(اس کا ہاتھ)	گوریک(تیرا ہاتھ)	اَریک(میرا ہاتھ)
اخت (منہ)	مذکر	ائ خت	اُوٗخت	اَخت
	مؤنث	مُوٗخت	اُوٗخت	اَخت
ڈِم (جسم)	مذکر	ای ڈم	گوڈم	اَڈم
	مؤنث	موٗڈم	گوڈم	اَڈم

ان مثالوں میں لفظ ''ریک'' کے ساتھ 'ائ' لگانے سے مذکر ہو جاتا ہے جبکہ 'موٗ' لگانے سے مؤنث۔ گویا کم و بیش جسم کے تمام اعضاء کے بارے میں تذکیر و تانیث کا یہی اصول کارفرما ہے۔

فعل و فاعل تذکیر و تانیث کے مطابق ہوں گے۔ جیسے:

هِرانِ دیمی	= ایک آدمی آیا۔	گُوسَن دُوموموں	= ایک عورت آئی

گھر کے افراد اور رشتہ داروں کے لئے الفاظ

بروشسکی میں خاندان کے افراد یا قریبی رشتے داروں کے لئے محدود الفاظ پائے جاتے ہیں۔ جیسے:

والد	=	اباؔ	والدہ	=	مَمَا
دادا	=	دادو	دادی	=	اَپی
بھائی	=	اَچُوؔ/کا کُو/کَکا	بہن	=	اَچُوؔ/کا کی / یاسن
بیٹا	=	ایئی	بیٹی	=	اَی
چچا/ ماموں/ خالو	=	نَنَا	ممانی	=	نَنَا (تذکیر و تانیث دونوں کے لئے ننا استعمال ہوتا ہے)

ان رشتوں کے علاوہ نانا، نانی، خالو، خالہ، بھتیجا، بھتیجی، سُسر، ساس وغیرہ کیلئے الگ تھلگ الفاظ نہیں پائے جاتے ہیں۔ داماد اپنے سُسَر کیلئے ابا یعنی ابآ اور ساس کیلئے مَما یعنی اَماں کا لفظ استعمال کرتا ہے۔

بروشو روایات کے تحت بیوی خاوند کو نام لے کر نہیں پکار سکتی۔ وہ اپنے کسی بیٹے کا نام لے کر خاوند کو مخاطب کرتی ہے تاہم خاوند اپنی بیوی سے اس کے نام یا کسی بیٹی کا نام لے کر پکار سکتا ہے۔

اسمِ فاعل، کوین/گوین = علامتِ فاعل

اسم فاعل، کُو ین، یا گوین کو کسی لفظ کے آخر میں لگانے سے فرد کے پیشے، رشتے یا کسی اور صفت کو ظاہر کیا جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ علامتِ فاعل ہے۔ جیسے:

ھَغر گُوین	=	راکب، شہسوار، سوار
سُوکوین	=	جدِ اعلیٰ کی نسل سے رشتہ دار مرد
مَرو گُوین	=	دریا کی ریت سے سونے کے ذرّات نکالنے والا
درابی کوین	=	رسّہ کَش۔ رسّہ کشی کرنے والا
یٹکوین	=	ملازم نہر
تم گوین	=	شناور/ تیراک

بَلگوین = عیال دار کنبے والا

ژنگ گوین = نمبردار

سابقہ اور لاحقہ کی مثالیں:

بروشسکی میں سابقہ کی مثالیں تکرار سے ملتی ہیں۔ جیسے:

سَہ اسقُر = سورج مکھی یہاں ''سہ'' سے مراد سورج ہے جو لفظ اسقر کیلئے سابقہ کا کام دے رہا ہے۔ اسی طرح:

ملی غیئک = وہ انگور جو دوا کا کام دے۔ یہاں 'ملی' (دوا) سابقہ ہے۔

اسی طرح لاحقے بھی کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ مثلاً:

یارے	=	نیچے	یارکُم	= نیچے سے (یہاں کم لاحقہ ہے)
یٹے	=	اوپر	یٹکُم	= اوپر سے (یہاں بھی کم لاحقہ ہے)
اِخت	=	منہ	اِخچی	= منہ کے اندر (یہاں چی لاحقہ کا کام دے رہا ہے)

بروشسکی میں عبرانی اور عربی مصادر کی موجودگی

بروشسکی کا شمار دنیا کی قدیم ترین زبانوں میں ہونے کی ایک اور دلیل یہ ہے کہ اس میں عبرانی اور عربی مصادر بھی موجود ہیں۔ معروف عالم دین ولسانی محقق ڈاکٹر علامہ نصیر الدین نصیر ہنزائی اپنی بروشسکی کتاب ''دیکرن'' میں لکھتے ہیں:

''ئیلکِنس یا ایلکِنس اگر چہ یہ ظاہراً ایک بروشسکی مصدر لگتا ہے، لیکن جب آپ پر اس کی تفصیلی حقیقت روشن ہو جائے گی تو یقیناً آپ کو اس کی قدامت، بناوٹ اور معنی سے بڑی حیرت ہوگی کہ ''ئیل'' عبرانی زبان میں خدا کو کہتے ہیں جیسے جبرائیل کے معنی ہیں مردِ خدا یا بندۂ خدا۔ بس اسی 'ئیل' سے بروشسکی کا لفظ ''ئیلکنس' بنا جس کے معنی ہیں عبادت، پرستش، تعریف وغیرہ۔ عبرانی زبان سامی زبانوں کی ایک اہم شاخ ہے۔

بروشسکی میں عربی مصادر موجود ہونے کی کئی مثالوں میں سے ایک لفظ ''مَسَاس'' ہے، جس کے معنی چھونا ہے۔ عجیب اتفاق ہے کہ یہی مصدر عربی زبان میں بھی مصدر کے طور پر موجود ہے۔ بروشو معاشرے میں عربی الفاظ کی آمد، علاقے میں اسلام کی دعوت کے ساتھ ممکن ہوا، لیکن دونوں زبانوں کے کچھ مصادر کا مشترک ہونا انتہائی حیران کن بات ہے۔

3۔ بروشسکی میں مستعار الفاظ اور ان کا پس منظر

ہر چند کہ بروشسکی کو ایک الگ تھلگ زبان کہا جاتا ہے پھر بھی سماجی میل جول کے باعث دوسری ہمسایہ زبانوں سے اثر لینا اور ان پر اثر انداز ہونا ایک فطری عمل ہے چناچہ بروشسکی بھی اس عمل سے مبّرا نہیں اور اس میں بھی ایک معقول ذخیرۂ الفاظ پایا جاتا ہے جو دیگر زبانوں سے مستعار ہے۔ یہاں ان کا الگ الگ تجزیہ پیش کیا جاتا ہے:

3.1۔ سومیری الفاظ

مشہور مؤرخ رشید اختر ندوی اپنی کتاب ''شمالی پاکستان'' میں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ ''اس علاقے میں آباد ہونے والا اولین انسانی گروہ سومیری ہی ہے۔ یہ گروہ وقت کے شدائد سے تنگ آ کر یہاں آیا، لیکن اسے وطن کی یادستاتی رہی اور اسی حوالے سے انہوں نے یہاں جس مقام کو ''سومیر'' یا ''سومایار'' کا نام دیا۔ وہ آج بھی گلگت کے سب ڈویژن نگر کا ایک گاؤں ہے۔'' یہی وجہ ہے کہ آج بھی چند ایک سومیری الفاظ معمولی ردوبدل کے ساتھ بروشسکی میں مستعمل ہیں:

سومیری لفظ	بروشسکی لفظ	معنی
ME	می	ہم
KUR/KOR	کور	پہاڑ یا پہاڑی غار
KAR	کار	ٹہلنا
AKK	ہک	ایک
GUZ	غوسانوم	لمبا
GASAN	گسَن	ایک شہزادی
NIR/IR	ہِر	آدمی

3.2۔ ہندی الفاظ

ہندوستان کے کشان خانوادے کے تیسرے بادشاہ کنشک (120ء۔160ء) کے دور میں شمالی علاقہ جات کی ثقافت، مذہب اور لسانیات پر ہندی اثرات تیزی سے مرتب ہونے شروع ہوئے۔ اس بادشاہ نے کشمیر، شمالی علاقہ جات، افغانستان، کاشغر اور ملحقہ علاقہ جات کو فتح کیا تھا۔ اس دور کے سنگی نقوش چلاس اور ہنزہ میں جا بجا پائے جاتے ہیں جس کے باعث بروشسکی پر ہندی کے اثرات بھی موجود ہیں اور اس میں آج بھی ہندی کے کئی الفاظ مستعمل ہیں:

ہندی	بروشسکی	معنی
بھاشا	بھاش	زبان، بولی

دیش	دِش	جگہ،وطن
استھان	استان	زیارت،مقبرہ
گرگر (Girgir)	گرگرِ	مسور کی دال
گرام	گرَم	قصبہ،گاؤں
گوتی	گوتی/ گوٹی	برادری،خاندان،گھرانہ/نشان
تھان	تھان	جگہ /ایک سو
جات	جات	ذات،نسل

3.3۔ ترکی الفاظ

چینی وروسی ترکستان کے ساتھ بروشال (بروشووطن) کے گہرے سیاسی وسماجی روابط رہے ہیں۔ انگریزوں کی آمد سے پہلے بروشور یاستوں میں غلاموں کی تجارت عام تھی۔ بروشوجنگجواطراف واکناف کی ریاستوں پرلشکرکشی کر کے سینکڑوں لوگوں کو یارقند،ثمرقند بدخشاں اور کاشغر میں فروخت کرتے اور دام کماتے۔ یہ کاروبار قبیح تھا،لیکن ترکستان کے ساتھ ثقافتی ساجھے داری کا ایک بڑا ذریعہ تھا۔اس راہ سے بروشسکی زبان میں ترکی الفاظ کا خاصا ذخیرہ در آیا۔ چند الفاظ ملاحظہ ہوں:

ترکی	بروشسکی	معنی
بیگ	بیگ	معروف نام/سردار
تریک	تورق	سفیدے کی ایک خاص قسم جس کا رنگ سفید ہوتا ہے۔
ایلچی	ایلچی	سفیر/نمائندہ
یرغہ	یرغہ	تیز روگھوڑا
اولاغ	اولاق	مال مویشی
اقسقال	استقال	بزرگ یا سردار
چپن	چپن	چوغہ۔ درباری پیراہن

3.4۔ انگریزی الفاظ

1876ء میں گلگت میں برطانوی پولیٹیکل ایجنسی قائم کی گئی۔1892ء میں اینگلو بروشو جنگ برپا ہوئی جس میں بروشور یاستیں ہنزہ،نگر مفتوح ہوئیں۔یہیں سے انگریزی الفاظ مقامی زبان میں در آئے جو آج بھی مستعمل ہیں۔

انگریزی	بروشسکی	معنی
Attention	اٹین چھن	توجہ
Cup	کوپ	چاء کی پیالی
Commissarate	کمسریٹ	فوج کا شعبہ رسد
Agency	ایجنسی	دفتر آڑھت/دفتر نمائندہ
Transport	تنسپوٹ	نقل وحمل
Transfer	تنسفر	تبدیلی
Wireless	ورلس	لاسلکی آلہ
Tension	ٹنشن	تناؤ
School	سکول	اسکول

3.5۔ عربی، فارسی، اردو اور گجراتی الفاظ

بروشال نگر سے اکثر لوگ حج وزیارت کے لئے نجف اشرف اور مکہ معظّمہ جایا کرتے تھے۔ جبکہ ہنزہ سے حصول علم کے لئے لوگ بدخشاں جاتے تھے۔ بروشال میں عربی و فارسی الفاظ کے دخول کا سبب یہی حجاج کرام اور دیگر لوگ ہیں۔ اردو اور پنجابی الفاظ اس وقت سرایت کر گئے جب ان علاقہ جات میں ڈوگرہ افواج نے ڈیرے ڈالے اور 1893ء میں اسکول کا آغاز ہوا۔ یوں بروشسکی میں اس وقت بیشمار الفاظ شامل ہو کر اس بولی کا حصہ بن چکے ہیں۔ دوسری طرف اسماعیلی دینی تعلیمات کے واسطے سے چند ایک گجراتی الفاظ بھی بروشسکی کا جزو بن چکے ہیں۔ چند الفاظ ملاحظہ ہوں۔

استاد، امید، بہشت، پیدل، شفا، بستہ، زیارت، صوفی، بھائی، مولوی، مقدمہ، چاندرات، فٹافٹ، سولہ آنہ صحیح، چار سو بیس، زلزلہ، یار، کتاب، کاپی، پنسل، خطبہ، حکومت، جماعت، بھائی، دیدار، تشریف، سفر، دورہ، بری، ملازم، ملزم، تھانہ، تفتیش، پیشی، دفتر، منشی، مدرسہ، ٹھاٹ بھاٹ، جلسہ، لاٹھی چارج، حکم، تختہ، دھوکہ، موچی، دھوبی، مرمت، مکھی، حاضری، بندوبست، شریف، انتقال، دفن، سجدہ گاہ، جلوس، دفعہ، کمینہ، برابر، تاریخ، روغن، پردہ، برقعہ، چادر، دوست، کمبل، باجا، وکیل، مکان، کرایہ، رسید، دکاندار، آسمان، زمین، ڈاک، شفاخانہ، امی، دادا، الماری، میوہ، اصطبل وغیرہ۔

3.6۔ سنسکرت الفاظ

بروشسکی زبان کا جہاں قدیم زمانے میں عربی، فارسی، بلتی، شنا، وخی اور کھوار زبانوں سے الفاظ مستعار لینے یا

دینے کے حوالے سے رشتہ رہا ہے وہاں اس زبان اور سنسکرت میں بھی چند مشترک الفاظ پائے جاتے ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں بروشال اور سنسکرت معاشروں کے مابین لوگوں کی آمد ورفت اور لسانی تعلق رہا ہے۔

سنسکرت	ترجمہ	بروشسکی	ترجمہ
کپالی	کھوپری/حصہ/نصیب	گپَل	پیشانی/سر/نصیب
بھاشا	بولی/زبان	باسٔ	بولی زبان
سوم	چاند/قمر/ماہ	سُومؤ	چاند/دوست/محبوب
پُن	نیک کام، عمدہ کام	پُن/پُنوٗ	فرشتہ/نیک آدمی
سری/شری	ایک عزت کا خطاب	شری ڈُکو	گھر کا مقدس ستون
گرام	گاؤں/بستی	گِرم	گاؤں/بستی/قریہ
مَنو	مرد	مَنو	مرد/بہادر/نام
ایکہ	ایک	ھِک	ایک
آکاش	آسمان	ایاش/ایَئش	آسمان/سماء
شُکرَ	زہرہ، ناہید، یومِ آدینہ	شکرو	روزِ جمعہ

4۔ کلاسیکی ولوک ادب

بروشسکی ادب کے کسی نمونے کو کلاسک کہنا شاید قبل از وقت ہو۔ بروشسکی زبان انیسویں صدی کے وسط تک تنہائی کا شکار رہی۔ ایسی صورت میں ادب کا فروغ اور ترقی ناممکنات میں سے تھی۔ البتہ یہ زبان لوک ادب سے مالا مال ہے جن میں پہیلیاں، لوریاں، کہانیاں، ضرب الامثال، محاورے اور اقوال شامل ہیں۔ ان اصناف پر مستشرقین اور ڈاکٹر ہنزائی نے تفصیل سے کام کیا۔ بروشسکی لوک ادب کی ان اصناف کے چند نمونے ملاحظہ ہوں:

(i) پہیلیاں

1۔ مموغین کہ ملتُکس غین بے سن؟ (مراد) بُش کہ بَل

ترجمہ دودھ چور گھی چور کیا مطلب؟ بلی اور لومڑی

2۔ مومی بچہ روم، موئیؔ سغی سوم بے سن؟ شُن کہ غئینگ

ترجمہ ماں کھردری بیٹی ملائم کیا مطلب؟

(ii) ضرب الامثال

1۔ ہلئے دَرُو وَر تا سامان۔

ترجمہ لومڑی کے شکار کے لئے چیتے کے شکار کی سی تیاری۔

مراد چھوٹے بڑے کام کے لئے یکساں دوڑ دھوپ کی ضرورت ہوتی ہے۔

2۔ ہَرَ رکہ ہرُ گوہغُورَ رکہ ہرُ گو۔

ترجمہ بیل کے لئے بھی اُترائی گھوڑے کے لئے بھی اُترائی۔

مراد مشکلات سب کے لئے برابر۔

3۔ ہکشکیٹ اُولوکہ سَمے ہولے۔

ترجمہ دروازے سے آمد روشندان سے خروج۔

مراد اشیائے ضرورت ٹکتی نہیں ہیں۔

(iii) نیک دعائیں

قدیم زمانے میں بروشسکی میں ''نیک دعاؤں'' کے استعمال کا ایک مستقل رواج تھا۔ بڑے بوڑھے رات کے وقت سونے سے قبل گھروں پر جا کر دستک دیتے ہوئے دعائیں دیتے تھے۔ انہیں مقامی زبان میں ''شاپچنگ'' کہا جاتا تھا۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

1۔ تھاوتھاوٗپی ایک سو افراد کا باپ اور ایک سو افراد کا دادا ہونا نصیب ہو جائے۔

مراد، کثرت آل وعیال والا ہو جائے۔

2۔ خدایے گورشوٗ ہایتس خدا آپ کا بھلا کرے۔

3۔ خدارِضا، پیغمبر رضا، پیر رضا ارواح رضا اللہ تعالیٰ، پیغمبرِ اکرمؐ، پیر اور ارواح تجھ سے راضی ہوں۔

4۔ تھوہل گوجو مین شُر وجو (اے پروردگار!) مجھے نیا لباس اور قدیم رزق دے۔

5۔ دشمن گورٹس یارے دشمن تیرے پاؤں تلے ہو جائے۔

6- داکے اُنے تخت بخت تھاُم منس — تیرا تخت سلطنت اور بخت مزید بلند ہو جائے۔

7- گوبیٹم خدیی امنسا — تجھ سے واری جاؤں (قربان جاؤں)۔

8- گو یک یٹم گوچھر یٹُم — تیرا نام آسمانی اور تیری آواز آسمانی۔

9- مُلک ڈم بلا مِتھن مِنس — ملک وملت سے بلا دور ہو جائے۔

10- اُن تھا تھوَس گُٹو تھا مینَ — تو سو بار جدید ہو جائے (مگر) تیرا لباس سو بار پرانا ہو جائے (یعنی لمبی عمر پائے)

iv-ایک قدیم لوری

اوش ایں اوش ایں اوش ایں اوش ایں
جا اپا بانا جا گری بانا۔
جِی یےِ دَن بانا شُکرَے چھلِ بانا۔
(لوری کے لئے مقامی طرز کا ایک مقبول سُر)
تو میرا باوا تو میری روشنی۔
تو میرا سنگِ جان تو میرا آبِ قند۔
اوش ایں اوش ایں اوش ایں اوش ایں
جا لعلِ گس بانا جا اَلچنِ گری بانا
جا اشنگنۃ اے شَت بانا جا اَفہَ غو بانا
تیرا مول لعل وجواہر تو میرا نور نظر
تو میری پشت کی طاقت ہے تو میرے بڑھاپے کی لاٹھی ہے

رگر یئے بئیت (پہاڑی بکری کا گیت)

بروشولوک ادب میں ''رگر یئے بئیت'' ایک مقبول لوک گیت ہے۔ یہ دراصل ایک قریب المرگ زخمی پہاڑی بکری

اوراس کے بچے کا مکالمہ ہے۔ پہاڑی بکری ایک شکاری کی گولی کا نشانہ بنتی ہے،لیکن اپنی بے بسی اور لمحہ بہ لمحہ قریب آتی ہوئی موت کو بچے سے چھپانا چاہتی ہے،لیکن وہ ایسا نہیں کر پاتی۔ بچے کے سامنے خون آلود ماتھے کے ساتھ دم توڑ دیتی ہے۔ یہ علامتی مکالمہ کچھ یوں ہے:

۷۔	بروشسکی گیت	ترجمہ
بچہ:	وَااَوَامِی شکرمَماحیَ!	ہائے میری پیاری ماں دیکھوتو
	وَیارے اِسے دَلہ میئَن دِیابرَ ینا	نیچے نہر کنارے کوئی آرہا ہے
ہرنی:	وَااَوَامِی اَونیِااِئَی ہُوئکیتر ڈَن ہئ	ہاں میرے لختِ جگرکوئی چرواہا ہے
بچہ:	وَااَوَامِی شکرمماحیَ وَتوُ مانےقے ژوون ڈِک ہیئے نا	اوہ! ماں اس کے پاس توبندوق کے فیلیتے ہیں
ماں:	وَااَوَامِی اوَنیااِئَی وَاگشکے اِیفاغوبِی نا	ہاں میرے جان جگراس کے پاس رسی کی لاٹھی ہے
بچہ:	وَا اَوَامِی شکرمما وتوُ ماقے نظرر گیمی نا	ہائے ماں! وہ تونشانہ باندھ رہا ہے
ماں:	وَا اَوَاوَنیا ایئَ ! ہوئےسہ ڈَرئِ اٹے ہئ نا	آہ میرے بچے وہ تواپنی مویشیوں کی نگرانی کررہا ہے
بچہ:	وَا اَوَامِی شکرمَما گُوپھٹِی خہ مُلتَن اَن یےشابانا	ہائے ماں! میں تو تیرے ماتھے پرخون دیکھ رہا ہوں
ماں:	وَا اَوَاوَنیا ایئَ ! ان دُکوُمانو مؤلو ترُ ملترَ با	ہاں میرے بچے۔ تمہاری پیدائش پر میں نے چہرے پر ابٹن ملا تھا۔
بچہ:	وَا اَوَامِی شکرمَما وا موُ جِہ بہ میَابانی ؟	ہائے ماں! اب میں کیا کروں ؟
ماں:	وَا اَوَاوَنیا ایئَ ! و ِگری ہَلدنِ کا منے نا	ہاں میرے گوشہ جگرتو پہاڑی بکروں کے ریوڑ میں شامل ہوجا۔
بچہ:	وَا اَوَامِی شکرمَماحیَ! وَتوُ رَنگٹوم تورَانگڑاوَ شچِی یےنا	ہائے ماں! وہ تو مجھے اپنے سینگوں پررکھ لیں گے
ماں:	وَا اَوَاوَنیا ایئَ ! تھَریسِی میراث ہِلہ نا	ہاں میرے نورِنظر! یتیمی کی یہی میراث ہے
بچہ:	وَا اَوَامِی شکرمَما !وا یٹے چھرڈَر ہیسے اتوسمآنی	ہائے ماں! کاش کہ تو پہاڑ پر چڑھ دوڑتی
ماں:	وَااَوَاوَنیاایئَ جامشقت اَکھولےبِلوم نا	ہاں میرے بچے! ہماری قسمت میں یہی کچھ لکھا تھا
بچہ:	وَااَوَامِی شکرمَما!واجااَسن ڈَےپُھووَن ہَی چِی لہَ	ہاں ماں! میرے سینے میں آگ سی لگی ہے

ماں: وَااَوَالےاوُنیاایئ !ایتی دُوغالس دشلومیر دُوغاشی ہاں میرے بچے!اس کا فیصلہ روز آخرت میں ہی ممکن ہے

بچہ: وَااَوَامِ شکر مَماحیَ !واغقیٔ گوٗ حرِ نکث ترَ نکث نہ گودیلیا؟ ہائے ماں! کیا ظالم شکاری نے تمہاری آنتوں کو گولی سے چھلنی کیا؟

ماں: وَااَوَالےاوُنیاایئ ! اینے ایمی ین یسن یرَدوغنسؔ ہاں بچے! یہ دن شکاری کی ماں بہن کو بھی دیکھنے پڑیں

vi۔لوک کہانی

خِطَہ بروشال میں قدیم الایام سے کہانیاں سننے سنانے کا بڑا رواج رہا ہے۔ وقت گزاری کا یہ ایک سرُ ور آور ذریعہ ہوتا تھا۔ ڈی ایل لاریمر (D.L.Lorimer) جو 24۔1920ء کے دوران گلگت میں پولیٹیکل ایجنٹ کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے تھے، نے پہلی مرتبہ بروشو کہانیاں جمع کیں۔اس کی منتخب بروشو کہانیوں کا مجموعہ "Folk Tales from Hunza" کے عنوان سے 1935ء میں اوسلو سے شائع ہوا۔ 1990ء میں ایک معروف مقامی قلمکار سیّد محمد یحیٰ شاہ نے 39 کہانیوں کا اردو میں ترجمہ کیا۔اب حال ہی میں ایک بروشو سکالر اور محقق عبداللہ جان ہنزائی کی کتاب ''ہنزہ کی لوک کہانیاں'' منظر عام پر آئی ہے۔اس کتاب میں 29 چھوٹی بڑی کہانیوں کا انتخاب پیش کیا گیا ہے۔

بروشال نگر کی ایک مختصر لوک کہانی'' اپی شسکِن ''

''سئی بان کہ کیپل ہوپرَ لوہَن رِگرَم اَن بِلوم اَمیتِ اَرااُویوم شانگر سئی بَم۔گوُ تے کا کا خراٹم ہَن تھُم رِگرم اَن کہ بِلوم ایترَ جوٹ شانگر سئی بم۔ ہکولتو ہیکوم گرَ ونیک جوٹ شانگر اَرنچوم۔اُونِ یَس اِیتے گن نُولوہَک اَن ژیک نُمابم۔گرَونِ اِسے ہکَ یَٹ تِل ی وَانگ مَی مے نَی مَن۔ اِیلجی مُش ہن مَپیر گُس اَن اُمن مو مُونیک ''اپی شسکن'' بِلوم ہک ایپا چیرَ نومون سینومو'' لے ساپو دیا کو!ہَن پہَ مُو مکے یرَ نے نچم''

تئ نُو سے اِینے سپیک اَے چُورُوک اَن اِیروَشِی مو۔تیرومن ڈُ رہک اَے سن می'' اَپی!ہجھو راَ کھولوم دُوسن نِی'' بے کھین اَے اَپی شسکِن ایلوم دوس اُس کہ غمُو بیاائی ہی کہ دا آبادی یاروم ٹیے ایتی مِی ۔سئی بان کہ گوتے موس اَے وجہ

ہُو کہ ناراضگی بلوم''۔

ترجمہ: ''کہتے ہیں کہ وادی کیپل ہو پر میں ایک قصبہ تھا جس کا نام اُویم شاہ نگر تھا۔ ایک دن اس قصبہ سے دوسرے قصبہ کی طرف جس کا نام جوٹ شانگر تھا، ایک برات جا رہی تھی۔ راستے میں ایک کتا خاموش لیٹا ہوا تھا۔ براتی کتے کو پھلانگ کر گزرتے رہے۔ آخر میں ایک بزرگ خاتون جس کا نام اُپِی شَسکِن تھا، کتے کے قریب پہنچی اور وہیں رک کر کتے سے کہنے لگی۔ ''اے عجیب وغریب مخلوق ایک طرف ہو جاتا کہ میں گزر سکوں''۔ یہ کہہ کر اس نے روٹی کا ایک ٹکڑا اس کی طرف پھینکا تب کتے نے کہا'' دادی اماں! تم فوراً اس بستی سے نکل جاؤ'' دادی شَسکِن وہاں سے چلی گئی۔ گلیشیئر کا ایک طوفان اٹھا اور بستی کو تہ و بالا کر گیا۔''

(اس کہانی کا انتخاب سیّد محمد یحیٰی شاہ کے مجموعہ سے کیا گیا ہے)

5۔ بروشسکی کی جدید شاعری

ایک حیران کن امر ہے کہ بروشسکی زبان میں شاعری کے لئے کوئی لفظ ہی نہیں۔ شعر کے لئے فارسی لفظ ''بیت'' مستعمل ہے۔ ۷۳۵ء کے بعد بروشال پر قبضہ کے لئے چین اور تبت کے مابین جو کشمکش شروع ہوئی، اس کے اثرات یہاں کے ادب وثقافت پر بھی مرتب ہوئے۔ گلگت جو قدیم بروشال کا علمی وتہذیبی مرکز تھا، چینی اثرات کے تحت اپنی انفرادیت کھو بیٹھا۔ یہی سلوک ادب کے ساتھ بھی ہوا۔ Hoffman کے بقول بروشو ادب کی کچھ باقیات تبت میں اب بھی محفوظ ہیں لیکن ان تک رسائی آسان نہیں اور نہ ہی اس رسم الخط کو پڑھنا ممکن ہے۔

فی زمانہ بروشسکی شاعری کا جائزہ لیں تو ہمیں شادی بیاہ کے گیت، زعیم پرستی (Hero-worship) کی نظمیں، لوریاں، شِنا سے مستعار چند رزمیے، دعائیہ نظمیں اور مناقب ملتی ہیں۔ ماضی میں رومانی شاعری کی حوصلہ شکنی ہوئی۔ چھوٹا سا معاشرہ تھا۔ لوگ ایک دوسرے کے دکھ درد کے ساجھی تھے، چنانچہ رومانی ابیات کہنا معاشرتی اقدار کو للکارنے کے مترادف سمجھا جاتا تھا۔ ایک خیال یہ بھی ہے کہ قدیم بروشو معاشرے میں شاعری تابو (Taboo) کے زمرے میں آتی تھی۔ اب یہ بات رفت گذشت ہوگئی ہے۔ بہت سے نوجوان نئے لہجے میں رومانی شاعری کرتے ہیں اور ان کی پذیرائی بھی ہوتی ہے۔

شمالی علاقوں کی دوسری زبانوں کی طرح بروشسکی ادب، اس کے ارتقاء اور رجحانات پر آج تک کسی قلم کار نے

تاریخ مرتب کرنے کی کاوش نہیں کی۔ تحقیق کے بعد یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ 1940ء سے قبل اس میدان میں باضابطہ شاعری کی کوئی روایت موجود نہیں تھی۔ اُس زمانے میں فارسی زبان کا بروشو معاشرے پر اتنا غلبہ اور اثر تھا کہ ہر مذہبی یا سماجی اجتماع اور محفل میں فارسی شعروسخن کا راج تھا۔ علاقے میں موجود علمائے کرام، اخوند اور خلیفہ حضرات اپنی تقریریں تو بروشسکی میں کرتے تھے، لیکن اشعار فارسی کا سنا سنا کر محفل سے اپنی علمیت کی داد حاصل کرتے تھے۔ حالانکہ بروشسکی زبان اپنی قدامت، بناوٹ، وسعت اور لسانی خوبیوں کے لحاظ سے ایک حسین وجمیل دلہن سے کم نہ تھی مگر مقامی معاشرے کے غلط تصورات اور غیرادبی رجحانات گویا اس دلہن کے حسن وجمال پر ایک بدصورت حجاب سے کم نہیں تھے۔

ایک روایت کے مطابق وزیرزادہ محمد رضا بیگ، اخوند تراب، اخوند رستم علی، سید رسول شاہ، میر غزن خان اور سید عبد الحمید سوڈیڑھ سو سال قبل فارسی میں نظمیں کہتے ہوئے مشقِ سخن کرتے رہے، لیکن بروشسکی میں شعر کہنے یا اس زبان میں ان کا کوئی مجموعۂ کلام ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا ہے۔

(i)۔ڈاکٹر علامہ نصیرالدین ہنزائی (ستارۂ امتیاز)

بروشسکی میں سنجیدہ اور باضابطہ شاعری کا آغاز بیسویں صدی کے چالیس سال گزرنے کے بعد اس وقت ہوا جب ممتاز عالمِ دین بابائے بروشسکی اور اس زبان کے پہلے صاحبِ دیوان اور قادرالکلام شاعر پروفیسر ڈاکٹر علامہ نصیرالدین نصیر ہنزائی اپنی تیئس (۲۳) سال کی عمر میں ایک عارفانہ نظم تخلیق کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ انہوں نے تائیدایزدی کے سبب علاقے میں بروشسکی شاعری کی روایت کو اس کامیابی کے ساتھ پروان چڑھایا کہ چند سالوں میں بروشسکی کلام کی اثرآفرینی گھر گھر، قریہ قریہ لوگوں کے دلوں میں سرایت کرنے لگی اور علاقے کے باسیوں نے اپنے اس تہذیبی وثقافتی ورثے کو دل سے قبول کیا۔

چند برسوں کی اس ادبی کاوش نے بروشو قوم کا دامن جو پہلے شعروادب کے اثاثے سے خالی تھا، اب بلند تخیل، ادبی اور لسانی رعنائیوں سے بھرپور نظموں سے مالا مال کردیا۔ بروشسکی کی ان اولین نظموں نے بروشو قوم میں اپنی زبان وادب پر اعتماد قائم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

ڈاکٹر علاّمہ نصیرالدین نصیر ہنزائی اپنی عمر کے لحاظ سے جوں جوں شباب میں داخل ہورہے تھے، توں توں ان کی عارفانہ شعرگوئی کی روایت بھی خوب پروان چڑھ رہی تھی۔ پچاس کے عشرے میں ان کا بروشسکی شاعری کا مجموعہ ''نغمۂ اسرافیل'' کے نام سے شائع ہوا۔ یہ کتاب بروشسکی شعروسخن اور مجموعی ادب کی عمارت کا خشت اوّل ثابت ہوئی۔ اس کتاب

میں موجود نظموں میں حمد و نعت، ملیّ گیت اور مناقب کے علاوہ راہِ معرفت کی منازل سے متعلق سالک و عارف کی عاشقانہ و عارفانہ قلبی کیفیات اور غمِ عشق جاناں کی ایسی تصویر کشی کی گئی ہے کہ اس زبان سے شناسا کسی علم دوست فرد کے لئے ورطۂ حیرت میں پڑے بغیر چارہ نہیں۔ ان نظموں میں الفاظ کے انتخاب، طریقہ استعمال اور ان میں موجود حکیمانہ مفہوم کا اصل حسن موسیقیت ہے جو قاری کے لئے اثر آفرینی کے لحاظ سے ایک عجوبے سے کم نہیں ہے۔

اس کتاب کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ اس میں چند اخلاقی مضامین بھی ہیں، جو بروشسکی رسم الخط میں ہیں بلاشبہ یہ مختصر سہی مگر بروشسکی نثری ادب میں اپنی نوعیت کی یہ پہلی تحریریں ہیں۔ ڈاکٹر ہنزائی کا دوسرا مجموعہ کلام ''منظومات نصیری'' ہے جس میں توحید باری تعالیٰ، نبوت، قرآنِ حکیم کی عظمت و علمی برتری اور نورِ ہدایت، روح و روحانیت اور علم لدّنی جیسے موضوعات کی عکاس عارفانہ نظمیں شامل ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس شاعری میں موجود عشق سماوی کی تلخ و شیریں کیفیات، رنگِ معرفت کی موجوں کا جلال و کمال اور روح و روحانیت کے ازلی حقائق ڈاکٹر ہنزائی کی درویش صفت شخصیت کی آئینہ دار ہیں۔

تقریباً نوے نظموں پر مشتمل اس ''دیوانِ نصیری'' میں موجود اعلیٰ فکر کی حامل نظموں کے معنوی، تکنیکی اور لفظی حسن و جمال سے متاثر ہو کر متعدد ادبی شخصیات نے ڈاکٹر ہنزائی کو بروشسکی کا غالب اور مولانا روم قرار دیا ہے۔ اس دیوان کی ہر نظم اور شعر علم و حکمت، روح و روحانیت اور عشق و معرفت کے اسرار سے مملو ہے۔

ڈاکٹر ہنزائی کی شعری کتاب ''بہشتے اسقرنگ'' بھی بلند پایۂ عارفانہ کلام پر مشتمل ہے اس کا معروف محقق و نقاد ڈاکٹر فقیر محمد ہنزائی اور محترمہ رشیدہ ہنزائی نے انگریزی نثر میں (The Flowers of Paradise) کے نام سے ترجمہ کیا ہے۔

ڈاکٹر ہنزائی بروشسکی کے علاوہ فارسی، اُردو اور ترکی زبانوں کے بھی منجھے ہوئے شاعر ہیں۔ اُردو اور فارسی کلام کے مجموعے بھی الگ الگ کئی بار چھپ چکے ہیں ان کا کلام اتنا مقبول ہے کہ شمالی علاقوں میں گھر گھر پڑھا اور سنا جاتا ہے۔ ڈاکٹر ہنزائی کا بروشو کلام ریڈیو پاکستان گلگت سے تواتر کے ساتھ نشر ہوتا ہے جسے پورے شمالی علاقوں میں شوق سے سنا جاتا ہے۔ پاکستان ٹیلی ویژن سے بھی بروشسکی اور اُردو کلام ٹیلی کاسٹ ہوتا رہتا ہے۔

دیوان نصیری سے نمونے کے طور پر چند اشعار ملاحظہ کیجئے:

اُنہ سُجو صفتنک ایمنُم قلم ہیرس کہ

جا جئ کہ ملتنہ اوؔگوشبالمائنک گرئ خا

ترجمہ: جب میرا قلم تیری مقدس صفاتِ عالیہ بیان کرنے سے عاجز آ کر رو پڑا تو میں خود بھی خون کے آنسو بہانے لگا یہاں تک کہ میرا دامن (خون کے آنسوؤں سے) رنگین ہوگیا۔

خس ئیڈہ کہ جا اسلو ڈکون مینکو فُلن شُل

جا تیئل اسہ اَس فُلُم فکالِپ نہ گرار آ

ترجمہ: (اے محبوبِ روحانی!) اگر تو میرے دل میں آ کر اس میں ذرہ برابر بھی کسی بیگانہ کے لئے چاہت محسوس کرے تو ایسے بے وفا قلب کو ریزہ ریزہ کر کے بے دردی سے پھینک دے۔

روہِ اصلی وطن عالم علوی بلہ عاشق، دنیا روہ زندان

شریشہ وطنہ عالم بالا تِل اکولی، قید ڈم فتہ گنہ ہیر

ترجمہ: اے عاشق صادق! روح کا اصلی وطن عالمِ علوی ہے جبکہ دنیا روح کے لئے قید خانہ ہے۔ تو مسرت وشادمانی کے حقیقی وطن عالم بالا کو نہ بھولنا اور نفس کی قید سے روح کی آزادی کے لئے مناجات کرتے رہنا۔

آخر میں ''فدائیوں کا ترانہ'' میں سے چند شعر ملاحظہ ہوں:

گویرُم وطن لو بَم سِیسہ عزّت کہ ادٔب ہین

اُنہ وطنہ زمین عزّتہ اسمانہ فدائَ !

عادت لو فرشتان نُمہ دَلتَشکو دُروئنگ او

ضاِ گگھر دیڈن ہحَن گُسۂ انسانہ فدائَ !

ترجمہ: اپنے محبوب وطن کے ہر باسی کی عزت کر۔ اپنے وطن کی زمین کو عزت و وقار کا آسمان بنادے۔ عادتوں میں مثل فرشتہ نیک کام کرتا رہ۔ آلائش دنیا سے خود کو بچا اور فدائی اور ایک سچا انسان بن۔

ڈاکٹر ہنزائی نے قرآنی حکمت کو اپنی شاعری اور نثری ادب کی ڈیڑھ سو کتابوں میں ''روحانی سائنس'' کے عنوان

سے جس اثر آفرینی سے متعارف کرالیا ہے اس پر حکومت نے انھیں ستارۂ امتیاز سے نوازا ہے۔

(ii) غلام الدین غلام

جناب غلام الدین غلاؔم بروشسکی کے ایک بلند پایہ شاعر ہیں۔ آپ نے اپنے کلام کا مجموعہ ''دیوان کریمی'' کے نام سے کافی عرصہ قبل چھاپا۔ اس کتاب میں حمدِ باری تعالیٰ، نعتوں، مناقب اور صوفیانہ کلام پر مشتمل نظمیں شامل ہیں۔ آپ کا دوسرا مجموعہ کلام ''نورے شل'' چند برس قبل چھپ گیا ہے، اس میں دیوانِ کریمی کی نظموں کے علاوہ چند نظموں کا اضافہ ہے۔ آپ نے قرآن حکیم کی کئی سورتوں کا بروشسکی میں ترجمہ کیا ہے۔

(iii) ڈاکٹر عزیز اللہ نجیبؔ

آپ کا شمار علم و ادب اور شعر و سخن کی ممتاز شخصیات میں ہوتا ہے۔ آپ نے اپنی بروشسکی اور اردو شاعری کا آغاز ساٹھ کے عشرے سے کیا۔ آپ بیک وقت بروشسکی، اُردو اور فارسی میں شعر گوئی کرتے ہیں۔ آپ کے کلام میں معنوی گہرائی اور گیرائی اور غم عشق جاناں کی شدّت انتہائی حد تک پائی جاتی ہے۔ آپ نثری ادب میں کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ افسوس ہے کہ بروشسکی اور اُردو میں کافی نظمیں تحریر کرنے کے باوجود آپ کا کلام ابھی تک تشنۂ اشاعت رہا ہے۔ آپ نے حکیم ناصر خسرو کی شعری اور نثری ادب پر پی ایچ ڈی کیا ہے۔

(iv) فدا علی ایثارؔ

فدا علی ایثار بروشسکی اور اُردو کے معروف شاعر ہیں۔ آپ کی شخصیت کا سب سے نمایاں پہلو اور خصوصیت فنِ خطابت ہے، جو پورے شمالی علاقہ جات میں مشہور ہے۔ بہت سی نظمیں تخلیق کرنے کے باوجود آپ کے مجموعۂ کلام کو بھی اشاعت کی سند حاصل نہ ہوسکی ہے۔ نثری روایت کے لحاظ سے آپ نے حکیم ناصر خسرو کے کلام کا فارسی سے اُردو میں ترجمہ کرکے کئی کتابیں تالیف کی ہیں۔ آپ کے کلام میں معنوی اور تخیل کے لحاظ سے بڑی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔

نعتیہ کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو:

پیغمبر آن تِنگ اُیونے سلطان دُرود اُنہ ٹر سلام اُنہ ٹر
ٹکَن دکومہ گُریگِٹ قرآن دُرود اُنہ ٹر سلام اُنہ ٹر
خُدائے ڈیدن بُرّاق ہینیکٹ ڈَر ، ہگو می لے معراجے تھَپ لوعَر شَر
ہزار ہشیٖ منَس لے ، گُنذَر دُرود اُنہ ٹر سلام اُنہ ٹر

ترجمہ: اے سارے انبیاء ورسل کے بادشاہ! آپؐ پر درود وسلام ہو۔آپ ہمارے لئے اپنے ہاتھ میں قرآن لے کر آئے۔آپ پر درود وسلام ہو۔اللہ تعالیٰ نے درِاقدس پر بُراق بھیجا اور آپ کو معراج کی رات عرشِ معلّیٰ بطور مہمان لے گیا۔آپ پر درود وسلام ہو۔

(v)۔غلام عباس حسن آبادی

غلام عبّاس حسن آبادی نئی نسل کے ہر دلعزیز شاعر ہیں۔ موضع حسن آباد ہنزہ سے آپ کا تعلق ہے۔ ریڈیو پاکستان گلگت کثرت سے آپ کا کلام نشر کرتا ہے۔عشق کے روگی آپ کے کلام کے بڑے شیدائی ہیں۔ اب تک ڈیڑھ دو سو غزلیں کہی ہیں۔ ان کی رومانی شاعری میں محرومیوں کا رنگ غالب ہے۔مقامی لب و لہجے میں علاقائی استعارے استعمال کرتے ہیں جس سے غزل کی صنف بروشو ادب میں نو وارد ہوتے ہوئے بھی پرائی نہیں لگتی۔ان کی برُوشو غزل کے دو شعر ملاحظہ ہوں:

جا یار ژواسہ خوشی اے خبر اَسقرُرِنگِثِ اے سُچِی دُوخر دُوخر
اِینے اَیسکی دین دین نُوہر نُوہر چوک خا منووائَی گُویر گُویر

ترجمہ: میرے محبوب کی آمد کی خوشخبری پھول کھل کھل کر دیں گے۔کسی انمول گھڑی کی یاد میں رو رو کر ایک ذرا پہلے اس کی آنکھ لگی ہے۔

اُنے غم نہَ چِی جا خوشی اُن گن اَولتہ لِک بِی ڈہ جار َببر َببر
اسہ بسی منیلہ کلہ گیُو مار گالنگ بِی ڈوُمن دِیر دِیسر

ترجمہ: میری خوشی تو لے لے اور اپنا غم مجھے دے جا۔میرے لئے دونوں یکساں ہیں۔زخموں کی سیرابی سے میرے دل کی دنیا آج خوب گُل رنگ ہے۔

غلام عبّاس گولڈن کا تعلق بلتت ہنزہ سے تھا۔جوانی میں فوت ہوئے۔بروشسکی میں مزاحیہ نظمیں کہتے رہے۔ چائے نوشی کی عادت پر آپ کی مزاحیہ نظم بہت مقبول ہے۔اس نظم کا کچھ حصہ ملاحظہ ہو:

چَائیہ نشہ نُومانن ہسپیک ہکیا س ڈُم تِل اَولان
بدا بدا ز چائے مِی بان

ترجمہ: چائے کے نشے کے ہاتھوں لوگ کھانا بھی بھول گئے ہیں۔گھڑی گھڑی چائے پیتے ہیں۔

گُس گِیاس ہالے ، ہر سِس ہوٹل اُٹے بان
چائے اَن ہِک او میش خا دُرو ایتا شو اَپان

ترجمہ: خواتین گھروں میں اور مرد ہوٹلوں میں، چائے جب تک نہ پئیں، ہرگز کوئی کام نہیں کرتے۔

جوٹ پَٹ کہ عادت نُومَن کو پُوڈ نُویَن لکَرمئی بان
چائے کھرا نُومر ہیر چَر دوئبا ن

ترجمہ: حتیٰ کہ بچے تک پیالیاں ہاتھوں میں لئے چائے کے لئے سرگرداں ہیں، چائے بننے میں جونہی دیر ہو روتے اور بلکتے ہیں۔

ڈیک اَے پروانہ چائے دیوانہ
حمل ڈہ اوڈی گیا چان چائن اتیانا؟

ترجمہ: چائے دانی کے یہ پروانے اور چائے کے دیوانے، ہمسائے کے پاس آدھمکتے اور چائے طلب کرتے ہیں۔

(vi)۔وزیرزادہ محمد دارا بیگ

وزیرزادہ محمد رضا بیگ (مرحوم) بروشو معاشرے کے بلند پایہ عالم و فاضل، اعلیٰ مدرس شاعر اور سماجی کارکن تھے۔ وادی ہنزہ کے علم و ہنر کا اوّلین طبقہ آپ کے حلقہ شاگردی سے فیض یاب ہو کر نام کما چکا ہے۔ آپ فارسی اور اُردو علوم، صرف و نحو اور تدریس کے قادرالکلام استاد تھے۔ انھوں نے فارسی اور اُردو شاعری میں کافی طبع آزمائی کی۔ آپ کا مجموعہ کلام شائع نہ ہوسکا۔ آپ نے بروشسکی میں شاعری کی کم ہی کاوش کی۔

آپ کے فرزند حامد اللہ بیگ بھی اُردو شعر گوئی میں اہمیت کے حامل ہیں۔ تاہم بروشسکی شاعری میں طبع آزمائی کی کوئی واضح مثال سامنے نہیں آئی ہے۔

بروشسکی شاعری میں رومانوی رنگ بکھیرنے والے نوجوان شعراء میں غلام عباس حسن آبادی، اکرم نجمی، سلطان علی سلطان، غلام عباس کریم آبادی، وسیم جانو، علی داور منعم، غلام عباس گولڈن، عبداللہ شاہ بیتاب، امان اللہ شیداء، شاہد اختر، غلام عباس نسیم، شاہد علی قلندر، جعفر علی جعفر، عرفان علی عرفان اور میر آمان ہنزائی شامل ہیں۔ ان میں غلام عباس حسن آبادی اور امان اللہ شیداء کا مجموعہ کلام مکمل ہے مگر وسائل کی کمی کا بھینٹ چڑھ کر اب تک اشاعت سے محروم رہا ہے۔

6۔نثری سرمایہ

بروشسکی نثری ادب میں ناول، افسانہ اور انشائیہ جیسی نئی اصناف داخل نہیں ہوئیں۔ البتہ کچھ عرصہ سے ریڈیو پاکستان گلگت کی بروشسکی سروس سے اتوار کے اتوار ''رَکن'' کے مستقل عنوان سے سماج سدھار موضوعات پر ڈرامے اور فیچر نشر ہو رہے ہیں۔ ''رَکن'' سے مراد ''ہے دیے کی روشنی میں بیٹھنا''۔ ماضی میں جب بروشال دنیا سے کٹا ہوا ایک علاقہ تھا۔ لوگ جاڑوں کی طویل راتوں میں ''دیے کی روشنی میں'' دیر تک بیٹھے کہانیاں سنتے تھے۔ اسی نسبت سے ریڈیائی ڈراموں کے لئے یہ مستقل عنوان تجویز ہوا۔ بروشو ڈرامہ نگاروں میں بروشال نگر کے غلام عباس، بروشال ہنزہ کے نخی احمد جان، شیر باز خان اور پروفیسر شاہد علی کے نام نمایاں ہیں۔

شیر باز خان نے کچھ برس پہلے ایک خالص گھریلو موضوع پر ڈرامہ تحریر کیا جسے بعد میں '' شُوتیئیُم غاوُ'' کے عنوان سے فلمایا گیا، جو بڑا مقبول ہوا۔ بروشسکی زبان کا یہ اوّلین ویڈیو ڈرامہ تھا جو تجارتی بنیاد پر تیار کیا گیا تھا۔

''انای بروشسکی'' (بنیادی بروشسکی) اس زبان کی پہلی نثری کتاب ہے، جسے ڈاکٹر ہنزائی نے بروشسکی ریسرچ کمیٹی ہنزہ، گلگت اور کراچی کے زیرِ نگرانی شائع کی۔ تراسی (۸۳) صفحات پر مشتمل اس کتاب میں اُردو رسم الخط کے حروف گنتی کے الفاظ، ضمائر اور گرامر کے دوسرے قواعد شامل ہیں۔

''اسقر کنش بسی''، ''دیکرن''، ''بروشو برکش''، ''برجونگش''، ''سوینے برنگش'' اور ''شمول بوق'' بروشسکی زبان کے نثری ادب کے شہہ پارے ہیں۔ یہ تمام کتابیں ڈاکٹر ہنزائی کی تخلیق ہیں۔ شمول بوق (شمالی باغ) کراچی یونیورسٹی کے شعبۂ تصنیف و تالیف اور بروشسکی ریسرچ اکیڈمی کے زیرِ اہتمام شائع ہوئی ہے۔ ان کتابوں میں پہیلیاں، حکیمانہ باتیں (کہاوتیں) بروشسکی گرامر کے اصولات، مختلف الفاظ کی اصوات، ضمائر اور بروشسکی زبان و ادب پر اہم مضامین شامل ہیں۔ حاجی قدرت اللہ بیگ نے ''بروشسکی قاعدہ اور حروف تہجی'' کے نام سے بروشسکی حروفِ تہجی کے بارے میں ایک کتابچہ 1980ء میں شائع کیا۔ یہ کتاب مختصر مگر بروشسکی ادب کی تاریخ کا حصہ ہے۔

بروشسکی ریسرچ اکیڈمی، کراچی یونیورسٹی کے شعبہ تصنیف و تالیف اور اردو لغت بورڈ کے اشتراک سے 50 ہزار الفاظ پر مشتمل پہلی بروشسکی اردو ڈکشنری کے منصوبے کا آغاز ہو چکا ہے اور محترمہ شہناز سلیم ہنزائی اس کام کی نگرانی کر رہی ہیں اس کے علاوہ ہنزہ میں سلمان علی، مرتضٰی خان اور مجیب الدین پہلی بروشسکی تصویری ڈکشنری کے منصوبے پر بھی کام کر رہے ہیں۔

7۔ابتدائی بول چال کے فقرے اور گنتی

اردو	بروشسکی
☆ آپ کا نام کیا ہے؟	☆ اُنے گوئیک بہ سَن بِلہ؟
میرا نام حماد علی ہے۔	جا ائیک حماد علی بِلہ ۔
☆ آپ کیا کرتے ہیں؟	☆ اُنے بہ سن ایچو/ ایچا؟
میں پڑھتا ہوں۔	جا غَتہ یبا۔
☆ آپ کیسے ہیں ؟	☆ اُن بہ مئی با ؟
میں اللہ کے فضل وکرم سے بالکل ٹھیک ہوں۔	جہ خدائے فضل کرم ڈُم بالکل شوُوا با۔
☆ اور سنائیں آپ کا کیا حال ہے؟	☆ دا اَسووا اُنے بہ حال بِلہ؟
میں بالکل خیریت سے ہوں۔	جہ بالکل خیریۃ کابا۔
☆ آپ کے والد کیا کرتے ہیں؟	☆ اُنے گوُوے بیسن ایچوئی/ ایچائی؟
وہ ملازمت کرتے ہیں۔	اینے نوکری ایچوئی/ ایچائی۔
☆ آپ کا گھر یہاں سے کتنی دور ہے؟	☆ اُنے حہ اَکھولوُم بےرُوم مَتھن بِلہ؟
زیادہ دور نہیں یہ سڑک سیدھی میرے گھر کی طرف جاتی ہے۔	بُٹ مَتھن اَپی۔ گوتے گن سیدھا جا حہ یکل نِی چِلہ۔
☆ میری طبیعت ٹھیک نہیں کیا آپ مجھے کسی ڈاکٹر کا پتہ بتا سکتے ہیں ؟	☆ جا اُڈِم شوُوا اَپی مہ نن ڈاکٹرن اَے پتہ اسوئل گومئی با؟
☆ آپ سرکاری ہسپتال چلے جائیں جو کہ وہ سامنے نظر آ رہا ہے۔	اُن سرکاری ہسپتال اَرنِی اَمیت جآ رای غئی چِلہ۔
☆ گرمی بہت زیادہ ہے پیدل جانا ممکن نہیں۔	☆ گرُ رُورم بُٹ بِلہ گو حرَچُمے نِی یَس میمُنس اپی۔
آیئے میں آپ کو اپنی گاڑی میں چھوڑ آتا ہوں۔	یے ژوجئی موگاڑی لو پھت نکوژو ثم

☆ بہت شکریہ اچھا پھر ملیں گے۔ ☆ بُٹ شکریہ دا ٹھُموک مَیان۔

آپ کا بھی شکریہ۔ خدا حافظ جُو گور خدا یار

گنتی: (گنتی کی یہ صورت نوبت کے اظہار کے لئے مستعمل ہے، جبکہ تعداد کے لئے قوسین میں لکھے ہوئے الفاظ کا چلن ہے)

اردو	بروشسکی	اردو	بروشسکی
ایک	ہکِ (ہَن)	بیس	آلتر
دو	آلتو (آلتہ)	تیس	آلترتورمی (آلترتورومو)
تین	اسکی (اُوسکو)	چالیس	آلتو آلتر
چار	وَلتی (وَلتو)	پچاس	آلتوآلترتورمی (آلتوآلترتورمو)
پانچ	چند ی (چند و)	ساٹھ	اسکی آلتر
چھ	مِشندی (مِشندو)	ستر	اسکی آلترتورمی (اسکی آلترتورمو)
سات	تھلے (تھلو)	اسی	وَلتی آلتر
آٹھ	آلتم بی (آلتمبو)	نوے	وَلتی آلترتورمی (وَلتی آلترتورمو)
نو	ہُنٹی (ہُنچو)	سو	تھہ
دس	تورمی (تورومو)	ہزار	ساس

(نوٹ: بروشسکی میں مذکر اور مؤنث دو قسم کی گنتی ہے۔ بریکٹ والے الفاظ مذکر چیزوں کے لئے استعمال ہوتے ہیں تاہم سو اور ہزار کے لئے مذکر اور مؤنث الگ الگ نہیں)

8۔ خود آزمائی

1۔ بروشسکی زبان کے محل وقوع اور مختلف لہجوں کے بارے میں ایک مختصر مضمون تحریر کیجئے۔

2۔ بروشسکی کی لِسّانی اصلیت کا معاملہ خاصا پیچیدہ اور الجھا ہوا ہے، بحث کیجئے۔

3۔ بروشسکی ترکیب اور بناوٹ کے لحاظ سے دیگر ہمسایہ زبانوں سے مختلف ہے، بحث کیجئے۔

4۔ بروشسکی کی مخصوص اصوات کی ادائیگی کے لئے مقامی ماہرین کے وضع کردہ حروف اور انکی تحقیقی کاوشوں پر بحث کیجئے۔

5۔ بروشسکی میں مستعار الفاظ کا پس منظر بیان کیجئے۔

6۔ بروشسکی شاعری پر اپنے الفاظ میں تبصرہ قلم بند کیجئے۔

7۔ بروشسکی کے نثری سرمایے پر مختصر نوٹ لکھیں۔

8۔ درج ذیل فقروں کا بروشسکی میں ترجمہ کیجئے۔

الف) میری طبیعت ٹھیک نہیں، کیا آپ مجھے کسی ڈاکٹر کا پتہ بتا سکتے ہیں؟

ب) آپ کے والد کیا کرتے ہیں؟

ج) گرمی بہت زیادہ ہے، پیدل جانا ممکن نہیں۔

حوالہ جات

(ح۔1)= قدرت اللہ بیگ، حاجی، بروشسکی زبان وادب مشمولہ تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان وہند، جلد دوم، لاہور، پنجاب یونیورسٹی، 1971ء، ص75

(ح۔2)= رشید اختر ندوی، شمالی پاکستان، لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، 1990ء، ص92

(ح۔3)= محمد یوسف بخاری، سید، کشمیری اور اردو کا تقابلی مطالعہ، لاہور، مرکزی اردو بورڈ، 1982ء، ص92

(ح۔4)= ولسن سٹیفن، آر، اے لک ایٹ ہنزہ کلچر، اسلام آباد، این آئی پی ایس، 1999ء، ص11

(ح۔5)= سی بیک سٹارم، پیٹر، لینگو یجز آف ناردرن ایریاز، اسلام آباد، این آئی پی ایس، 1992ء، ص34

(ح۔6)= سکندر کاچو سکندر خان، قدیم لدّاخ تاریخ وتمدن، دہلی، کاچو پبلشرز لدّاخ، 1985ء، ص69

(ح۔7)= محمد عباس کاظمی، سیّد، مضمون نگار گلگت، بروشال، ضلع کونسل گلگت، 1990ء، ص20

(ح۔8)= وی اینڈ ٹی منورسکی، مترجم، فورسٹڈیز آن دی ہسٹری آف سنٹرل ایشا، والیوم ون، لیڈن، 1962ء، ص۔۲

(ح۔9)= خط بنام علاّمہ نصیر الدین نصیر ہنزائی از پروفیسر ایمری اولاح، مورخہ 3 جولائی 1997ء

(ح۔10)= خط بنام اسلم ندیم، لیکچرار، انٹر کالج علی آباد ہنزہ از پروفیسر ایمری اولاح، مورخہ 30 مارچ 1997ء

مجوزہ کتب برائے مطالعہ

ا۔قدرت اللہ بیگ،حاجی،۔بروشسکی زبان وادب،تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان وہند،جلد دوم،لاہور یونیورسٹی 1971ء

2- Hunzai, Allama Nasiruddin. 1983. Burushaski Burjooning. Hunza, Gilgit, Karachi: Burushaski Research Committee.

3- 1984, Innay Burushski (Basic Burushaski Part First). Hunza, Gilgit, Karachi: Burushaski Research Committee.

4- 1985. Diwaan-i-Nasiri. Karachi: Qhaana-i-Hikmat.

5- Sawene Baring: Burushaski Research Academy.

6- Qudratullah Baig, Haji. 1980a. Burushaski Baas Harputs Fas Manimiyan. Rawalpindi: Karina Printers.

7- Tiffou, Etinne and Jargen Pesot. 1989. Contes du Yasin: Introduction au Bourouchaski du Yasin avec Grammaire et Dictionnaire Analytique. Paris: Peeters/SELAF.

8- Tiffou, Etienne, with collaboration of Y. Ch. Morin, H. Berger, D.L.R. Lorimer, Nasiruddin Hunzai. 1993. Hunza Proverbs. Calgary: The University of Calgary Press.

9- Tikkanen, Bertil. 1988. On Burushaski and other ancient substrata in northwestern South Asia. Studia Orientalia 64. Pp 30-325.

10- 1991. A Burushaski folktale, transcribed and translated: The frog

as a bride, or, The three princes and the fairy princess Salaasir. Studia Orientalia 67. Pp. 65-125.

11- 1995. Burushaski converbs in their South and Central Asian areal context. In Converbs in Cross-Linguistic Perspective, ed. by Martin Hasjpelmath and Ekkehard Konig. Berlin and New York Mouton de Gryter. Pp. 487-528.

12- Toporov., V.N. 1970. About the phonological typology of Burushaski. Studies in General and Oriental Linguistics, ed. by Roman Jokobson and Shigeo Kawamoto. Tokyo TEC. Pp. 632-647.

13- 1971. Burushaski and Yeniseian languages: some parallels. Travaux Linguistiques de prague 4. Pp 107-125.

14- Varma, Siddeshwar. 1941. Studies in Burushaski dialectology. Journal of the Royal Asiatic Society of Bengal 7. Pp. 133-173.

15- Vogt, Hans, 1945. The plural of nouns and adjectives in Burushaski. In Norsk Tidsskrift for Sprogvidenskap, Binc XIII. Pp. 96-129.

16- Willson, Stephen R. 1996. Verb agreement and case marking in Burushaski. In Workpapers of the Summer Institute of Linguistics, University of North Dakota 40 Pp 1-71.

17- 1935a. The Burushaski Language Vol. I, Introduction and Grammar. Oslo: Institutte for Sammenlignede Kulturforskning.

18- 1935b. The Burushaski Language Vol. II, Texts and Translations. Oslo: Institute for Sammenlignede Kulturforskinin.

19- 1983. The Burushaski Language Vol. III, Vocabularies and Index. Oslo: Institute for Sammenlignede Kulturforskning.

یونٹ نمبر 8

وخی زبان کا آغاز وارتقاء

تحریر : سخی احمد جامی
نظر ثانی : محمد پرویش شاہین
ترتیب وتہذیب : عبداللہ جان عابد

فہرست

یونٹ کا تعارف

مطالعاتی رہنما کے اس یونٹ کا تعلق وخی زبان سے ہے۔ یہ ایک نسبتی نام ہے جو واخان سے ماخوذ ہے۔ اس زبان کے کئی نام ہیں مثلاً خیک، خیکوار، وخ، وخیکوار، واخی، گوجالی، گوشکی، گوئیسکی وغیرہ۔ زمانہء قدیم سے واخان کی پٹی وخی قوم اور زبان کا مرکز رہی ہے۔ اس یونٹ میں آپ وخی کی وجہ تسمیہ، لسانی جغرافیہ، رسم الخط اور حروف تہجی، دوسری زبانوں سے اس کے تعلق، لسانی گروہ اور چند بنیادی قواعد کا مطالعہ کریں گے۔ اس کے علاوہ اس زبان کے ابتدائی بول چال کے چند جملے مع اردو ترجمہ بھی پڑھیں گے۔

مقاصد

اس یونٹ کے مطالعہ کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

1۔ وخی زبان کی وجہ تسمیہ، لسانی جغرافیے اور لسانی گروہ کے بارے میں جان سکیں اور اس پر بحث کر سکیں۔

2۔ اس زبان کے رسم الخط اور حروف تہجی کے متعلق جان سکیں۔

3۔ اس زبان کے ساتھ دوسری زبانوں کے تعلق پر روشنی ڈال سکیں۔

4۔ روزمرہ استعمال کے چند ابتدائی وخی جملے بول سکیں۔

1۔ وخی زبان کا آغاز وارتقاء

شمالی علاقہ جات، مالا کنڈ کے پہاڑوں سے کافرستان، سیاچن اور خنجراب تک تقریبا 45 ہزار مربع میل پر پھیلے ہوئے ان علاقوں میں مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں۔ جن میں ''وخی'' بھی شامل ہے۔

1.1۔ وجہ تسمیہ اور لسانی جغرافیہ

وخی ایک نسبتی نام ہے جو ''واخان'' (یعنی ووخ'') سے ماخوذ ہے۔ صدیوں سے واخان کی پٹی (Wakhan Corridore) وخی قوم اور زبان کا مرکز رہی ہے۔ اسی نسبت سے چین، تاجکستان، افغانستان اور شمالی علاقہ جات میں اس زبان اور اس کے بولنے والے وخی کے نام سے موسوم ہیں۔ اس زبان کے اور بھی بہت سے نام ہیں، مثلاً خیک، خیکوار (Khek/Khekwar)۔ بعض لوگ اسے واخی اور گوجالی بھی کہتے ہیں۔ بروشسکی بولنے والے اسے وخیکوار اور گوئیسکی (Goeski) بھی کہتے ہیں جبکہ انگریزوں کی کتابوں میں اسے wakhi, wakhani, wakhigi, vakan اور khik کا نام دیا گیا ہے۔ پاکستان کے انتہائی شمال میں یہ زبان بالائی ہنزہ تحصیل اشکومن کے بالائی حصوں، غذر ڈسٹرکٹ کے چند گاؤں اور ضلع چترال کے بروغل کے علاقے میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ چین میں یہ زبان صوبہ سنکیانگ کے ضلع تاشقرغن ضلع یارقند اور ضلع گوما کے کُلینگ تاجیک ملی زہ میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔

تاجکستان، افغانستان، چین اور پاکستان کے مابین ایک ایسا آزاد اور غیر جانبدار علاقہ (Neutral Zone) ہے جسے واخان کی پٹی کہا جاتا ہے۔ اس کے اردگرد واقع پامیر کا وسیع علاقہ ہے جو بام دنیا کے نام سے مشہور ہے۔ یہی علاقہ وخیوں کی آماجگاہ ہے۔ ذیل میں اس زبان کے بولنے والوں کی تعداد کا گوشوارہ پیش ہے۔

گوجال میں بولنے والوں کی تعداد	=	12,000
اشکومن " " "	=	5,000
گوپس/یاسین " " "	=	1,000
یارخون بروغلی حیروالی " "	=	1,200
ملک کے دیگر حصوں میں بولنے والوں کی تعداد	=	2,000 تقریباً
پاکستان میں بولنے والوں کی کل تعداد	=	21,200

افغانستان میں بولنے والوں کی تعداد	=	7,000
تاجکستان میں بولنے والوں کی تعداد	=	7,000
چین (سنکیانگ) // // //	=	6,000
کل تعداد	=	20,000

1.2۔ وخی پر تحقیقی کام کا آغاز

وخی زبان پر سب سے پہلے تحقیق کا آغاز کپتان بڈلف نے کیا۔ وہ اپنی کتاب ''ہندوکش کے قبیلے'' (Tribes of Hindukush) میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے 1873ء میں ایک مشن کی معیت میں کاشغر کا سفر کیا۔ وہاں سے واپسی پر وہ سریقول اور واخان سین سے بھی گزرے۔ 1876ء میں انہوں نے گلگت، یاسین، ہنزہ اور نگر کی ریاستیں دیکھیں۔ اسی دوران انہوں نے ان ریاستوں کی روایات سمجھنے اور زبانیں سیکھنے کی جدوجہد کی اور ساتھ ہی ساتھ بروشسکی وخک وار، کھوار اور شغنائی یا سریقلوار زبان کو رشتہ تحریر میں لانے کی کوشش کی اور یورپین حروف تہجی میں کچھ اشارات کے اضافہ کے ساتھ ان زبانوں کو ضبط تحریر میں لانے کی سعی کی۔ انیسویں صدی کے آخر میں برطانوی ہند نے مہاراجہ کشمیر کی مدد سے ہنزہ نگر کو زیرنگین کرلیا جس کے بعد برطانوی آفیسروں اور مشنز (Missions) کی آمدروفت میں مزید آسانی پیدا ہوئی۔ لیفٹیننٹ کرنل لاریمر (D.LR. Lorimer) جو برسوں تک چترال اور گلگت میں بحیثیت پولٹیکل ایجنٹ مقیم رہے انہوں نے بھی کھوار، شنا، وخک وار، ورشک وار اور بروشسکی زبانوں کی بہت سی کہانیوں، گیتوں، ضرب الامثال اور ملکی روایات پر متعدد مضامین تحریر کیے۔ سرکاری ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد وہ دوبارہ اپنے مضامین کی اصلاح و درستی کے لیے عرصہ ڈیڑھ سال تک علی آباد ہنزہ میں رہائش پذیر رہے۔ یہ 35-1934ء کا زمانہ تھا، اس زبان کے حوالے سے ان کا تحقیقی کام "The wakhi language" کے نام سے دو مبسوط جلدوں میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کے بعد 1955ء میں مشہور ماہر علم اللسان پروفیسر ڈاکٹر جارج بدرس (جو جرمن مہم جو کوہ پیماؤں کی جماعت کے ہمراہ پہلی بار اس علاقہ میں آئے تھے) نے دوسری علاقائی زبانوں کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ وخی زبان کی پہلی ڈکشنری (لغت) تیار کی۔ موصوف بین الاقوامی شہرت رکھتے ہیں اور جوہنس گٹن برگ یونیورسٹی مائنز مغربی جرمنی میں ''انڈالوجی'' (Indology) کے ڈائریکٹر رہے ہیں۔ آپ نے وخی تاجیک زبان کے ساتھ ساتھ ''شنا'' اور ''ڈوماکی'' زبانوں کے حوالے سے بھی خاطر خواہ کام کیا ہے۔ وخی کے حوالے سے ناروے کے پروفیسر مورگنسٹیئرن کی تحقیقی کاوشوں کو بھی سند کا درجہ حاصل ہے۔ افغانستان میں پروفیسر دوست شنواری نے بھی اس زبان پر کافی تحقیقی کام کیا ہے۔

بین الاقوامی ماہرین کی ان کاوشوں سے متاثر ہو کر حقیقت علی مرحوم نے پہلی بار 1986ء میں وخی زبان کی پرائمر تیار کی لیکن وہ بھی عربی/اردو حروف تہجی کی بجائے یورپین حروف تہجی میں اصوات کو ضبط تحریر میں لائے جو عام قارئین کے لیے سمجھنا ناممکن تھا۔

1.3۔ رسم الخط

ہر زبان کچھ اپنی ایسی مخصوص آوازیں رکھتی ہے جو دوسری زبانوں میں نہیں پائی جاتیں یہی چیز اس زبان میں بھی ہے۔ اس کی کی کچھ آوازیں ایسی ہیں جو کافی مشکل ہیں لیکن چونکہ یہ ایک آریائی زبان ہے اور آریائی میں مشرقی خاندان کی زبان ہے اور پشتو اور فارسی کے زیادہ قریب ہے، اس لیے فارسی رسم الخط کو جاننے والوں کے لیے اس زبان کو سمجھنا زیادہ مشکل نہیں۔ وخی کا رسم الخط قبل از اسلام خروشتی تھا جو کہ ایک طویل عرصے تک افغانستان میں زیر استعمال رہا۔ اسلام کی آمد کے ساتھ ساتھ جس طرح کہ اس خطے کی بہت سی زبانوں کا رسم الخط نسخ اور نستعلیق بنا، اس طرح وخی زبان کے رسم الخط نے بھی نئے رسم الخط کا جامہ پہن لیا۔

خالص وخی حروف تہجی

وخی	لاطینی/انگریزی	الفاظ مع اردو ترجمہ
ٹ	ϑ = θ	تُوک (جلنا)۔ ثوٹ (چھپکلی)۔ ثون (جلانا)
ج	ž	جُپن (کاتنا)۔ جو (جَو)۔ جرج (دُودھ)
څ = ڎ	c = ts	څرزن (بڑا سوا)۔ څومیر (کتنا)۔ څیرنگ (کیسا)
ڃ	č	چشم (آنکھ)۔ چک (زیادہ)۔ چنیر (گنانی)
ڂ	x̌	ڂوئنن (عورت)۔ ڂت (خود)۔ ڂک (کرنا)
ڈ	δ = đ	ڈتن (پیسنا)۔ ڈُتر (درانتی)۔ ڈیتک (اینٹ)
ڗ	ʒ	ڗوغ (خوش گاؤ) ڗُتلکی (چھوٹا) ڗرنگ (لمبا)
ژ	ẓ̌	ژرژر (چھن چھن)۔ ژدنن (میرا)۔ ژدمک (چاند)
ڙ	ǰ	ڙنگ (عہدہ)۔ ڙخک (بجانا)۔ چیرش (زری کا حلقہ)
ݜ	š̤	ݜوز (کالا)۔ ݜک (شبنم، اوس) ݜپک (روٹی)
ݝ	γ̌	ݝار (پتھر)۔ ݝیر (اون)۔ ݝیش (کان)
ڤ	v	ڤروت (بھائی)۔ ڤیندک (باندھنا)۔ ڤوزد (سٹرنی)

احمد جامی سخی کے علاوہ ایک اور محقق حقیقت علی نے وخی الفبا کو انگریزی زبان میں کچھ یوں پیش کیا ہے:

a a a b c ċ c d d d

e e f g y y h i j j l

k l m n o o o p Q

r s s s t ts u u u v

w x x y z z z

مندرجہ بالا الفبا میں A کی تین آوازیں، C کی تین، آوازیں، D کی تین E کی دو، F کی ایک، J کی دو، O کی تین، S کی تین، T کی تین، U کی تین، X کی دو اور Z کی تین آوازیں ہیں۔ان حروف تہجی میں جو حروف ایک سے زیادہ آوازوں کے لیے استعمال میں لائے گئے ہیں۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اس میں معاملہ صرف نرم اور زوردار آواز کا ہے۔ باقی کوئی خاص فرق نہیں، چنانچہ جب تک کوئی واضح الفبا ہمارے سامنے نہیں آتا، اردو کے عام الفبا اور اصوات سے کام لیا جانا چاہیے۔دوسرا یہ کہ وخی کی زیادہ آوازیں پشتو زبان کی آوازوں کے قریب ہیں۔اس لیے جہاں مشکل پیش آجائے پشتو حروف سے بھی مدد لی جاسکتی ہے۔

1.4۔ وخی حروف تہجی اور ان کے انگریزی الاطینی مترادفات

نمبر شمار	حروف تہجی	لاطینی/انگریزی مترادفات	الفاظ و معانی WORDS & MEANINGS
۱	ا	A = a	انعوم (انعام) - اَنبور (انبار) - اجوزت (اجازت) انسون (انسان) - استون (آستان)
۲	ب	B = b	بودُر (بہادر) - بودشوہ (بادشاہ) - بُوْوَر (بھروسہ) بی دُرد (صحت مند)
۳	پ	P = p	پوکیزہ (پاکیزہ) - پَیوَوند (پیوند) - پشیمون (پشیمان) پش (بلی)
۴	ت	T = t	تت (باپ) - توئ (شادی) - تبورُک (تبرک) تمرشو (تماشا)
۵	ٹ	T = ṭ	ٹوق (موٹا) - ٹور (اخروٹ) - ٹوٹنگ (سخت) ٹم ٹنگ (اندھیرا)

نمبر شمار	حروف تہجی	لاطینی / انگریزی مترادفات	الفاظ و معانی WORDS & MEANINGS
۶	ث	S = s	ثوت (دھکا دینا) - ثر (بھرا ہو) ثوب (توا) ثوئی (خرگوش)
۷	ٿ	ϑ = ϑ	توب (چھپکلی) - توگ (جلنا) - تھن (گرم) تھپن (ہونٹوں سے کھانا)
۸	ج	J = ǰ	جُور جُور (آبشار) - جودنی (جوانی) - جوئین (پڑھنا، جُھت (جوڑا)
۹	چ	Ž = ž	یَجَوْ (جَو) - یُجُتر (دھاگہ) یَجَزمج (دودھ) یَجَرمن (چبانا)
۱۰	ڇ	Č = č	پَجرف (تیل - یجُون (خوبانی) - چُپن (چننا) چور بُو (چوکیدار)
۱۱	ڿ	Č̣ = č̣	چُپَنْ (کاٹنا) - چوکو (معذور) - چکیر (چکور) چیشم (آنکھ)
۱۲	ح	H = h	حلوہ (حلوہ) - حوفظہ (حافظ) - حَیوُن (حیوان) حَیرون (حیران) -
۱۳	خ	X = x	خیرین (بھتیجا / بھتیجی) - خوشروے (خوبصورت) - خُوشبوے (خوشبو) - خلفزیر (نیند اُچاٹ ہونا)
۱۴	خ	X̌ = x̌	تھک (دخی) - تخوئے (بہن) - تَنتُ (خود) تخریز (کنکریاں)

نمبر شمار	حروف تہجی	لاطینی/انگریزی مترادفات	الفاظ و معانی WORDS & MEANINGS
۱۵	د	D = d	دورُوَّ (دوائی) ۔ دڑوک (فصل کاٹنا) ۔ دُرّ (موتی) دُنڈُک (دانت)
۱۶	ڈ	Ḍ = ḍ	ڈیڈنگ (ڈھول) ۔ ڈُمل (طُبلہ) ۔ ڈاک وَل (ڈاکیا) ڈور رُک (اُبھرا ہوا پیشانی) ۔
۱۷	ذ	Z = z	ذوالفقور (ذوالفقار) ۔ ذوت (ذات) ۔ ذوق (خواہش)
۱۸	ڎ	δ = δ	دست (ہاتھ) ۔ دائے (مرد) دُتر (درانتی) دیتش (دیری)
۱۹	ڈ	C = c	ڈزن (کانٹا) ۔ ڈومیر (کتنا) ۔ ڈیرینگ (کیسا) ڈَکو (مددگار)
۲۰	ر	R = r=[illegible]	رُوخن (سفید) ۔ رَبوب (رُباب) ۔ رُوم (قبیلہ) رَیج (شکل)
۲۱	ز	Z = z	زمن (بچہ) ۔ زوُر (زور) نزوده (زاده) زعفران (زعفران)
۲۲	تر	ʒ = ʒ	تَروع (خوش گاؤ) ۔ تُرقلتیَ (چھوٹا) ۔ ترَرنگ (لمبا) ترِرنگ تُرنگ (ستار کی آواز)
۲۳	ژ	Ž = ž	ژُونک (چاند) ۔ ژونَن (ہیرا) ۔ ژر ژر (چھنچھناہٹ) ژِغر (گلہڑ) ۔
۲۴	ڙ	J̌ = ǰ	ترِخک (بجانا) ۔ ترنگ (عہده) ۔ ترَمْ (خمَ) تریرش (حلقہ) ۔

نمبر شمار	حروف تہجی	لاطینی / انگریزی مترادفات	الفاظ و معانی WORDS & MEANINGS
۲۵	س	S = s	سومون (سامان) ۔ سُور (ٹھنڈا) ۔ سِر (کشف) سُرُونگ (بلاسٹنگ)
۲۶	ش	Š = š	شیر (شیر) ۔ شَیُّخ (کتا) ۔ ستپوس (رضائی) شک (بُرا)
۲۷	ݜ	Ṣ̌ = ṣ̌	ݜُوٗ (کالا) ۔ ݜونگ (لکڑی) ۔ ݜک (شبنم) ݜَپیک (روٹی) ۔
۲۸	ص	S = s	صندوق (صندوق) صوبر (صابر) صوبن (صابن) صَنْدَن (مالتوڑ)
۲۹	ض	Ż = ż	ضمیر (ضمیر) ۔ ضرورت (ضرورت) ضولیَع (ضایع) ضومن (ضامن)
۳۰	ط	T = t	طوطا (طوطا) ۔ طولبِ علم (طالبِ علم) طیٔلوق (اُونٹ کا بچہ) طوہر (طاہر)
۳۱	ظ	Z = z	ظولم (ظالم) ۔ ظفر (کامیابی) ۔ ظوہر (ظاہر) ظلم (ظلم)
۳۲	ع	Á = á	عولم (عالم) ۔ عودل (عادل) عدولت (عدالت) عینک (عینک)
۳۳	غ	Ɣ = ɣ	غریب (غریب) ۔ غیرت (غیرت) غیرغیر (غصے میں آنا) غَش (جھگڑا)
۳۴	ڠ	Ɣ̌ = ɣ̌	ڠار (پتھر) ۔ ڠش (کان) ۔ ڠوٗ (گلے) ڠیر (اُون)
۳۵	ف	F = f	فرشتہ (فرشتہ) ۔ فرزند (اولاد) ۔ فرعون (فرعون) فریود (فریاد) ۔

نمبر شمار	حروف تہجی	لاطینی / انگریزی مترادفات	الفاظ و معانی WORDS & MEANINGS
۳۶	ڨ	V = v	ڨروت (بھائی) ۔ ڨوین (روشنی) ۔ ڨوُر (بوجھ) ڨوتح (چچی / خالہ)
۳۷	ق	Q = q	قندہ (توت کا رس) ۔ قرُت (قرت) قبر (قبر) قورون (کنجوس / بخیل)
۳۸	ک	K = k	کردی (قمیض) ۔ کتوب (کتاب) ۔ کوہ (پہاڑی) کخوب (کمخواب)
۳۹	گ	G = g	گرمہ (موٹا چپاتی) ۔ گور (قبر) ۔ گردن (گردن) گردلیش موڑ
۴۰	ل	L = l	لُم (آوارہ) لوق (کپڑا) لق (ننگا) لوُپ (بڑا)
۴۱	م	M = m	مور ۔ ے مور (خاص دوست) ۔ موم (دادی) مِرک (ملائی) مُل (ایک نرم غذا)
۴۲	ن	N = n	نوقرہ (سلور) نورگ (سرمہ) ۔ نوزیون (لاڈلا) نوئن (سونا)
۴۳	و	OUW = o:w	وُوندر (کھیت) وُورگ (سلوٹ) ۔ ونیک (چینک جانور) ووشک (بچھڑا)
۴۴	ہ ھ	H = h	ہریت (ایک باز و یعنی ½ گز) ۔ ہک (بھاپ) ہزور (ہزار) ۔ ہمت (ہمت)
۴۵	ی ے	Y = y	یوُرتھ (عوام) ۔ یرک (کام) یرُم (بازو) یورج (آٹا) ۔ یوچ (بطخ)

وخی حروف تہجی کی مزید تفہیم کے لیے یہاں تیار کی گئی فہرست بھی پیش کی جارہی ہے جو (IPA) انٹرنیشنل فونیٹکس الفابیٹس کے حوالے سے بنائی گئی ہے۔

ŽIKWOR ALIF BEIŠT (WAKHI ALPHABET)

S. No	Letters Capital	Small		Pronunciation	Examples
1.	A	a	ا	As 'a' in car and not 'a' in care	Aram (lever), arbob (headman), alam (flag)
2.	B	b	ب	As 'b' in English	Bodʉr (brave), bodšo (king), bimon (fraud)
3.	C	c	ڎ	Ts: never 'c' in English But 'C' in German	Cereng (how), cumer (how much/many)
4.	Č	č	چ	ch: as 'ch' in English 'chair', 'cheese' etc	Čiz (what), čerm (enter), čil (cloth), čilbiči (basin)
5.	Ç	ç	ڇ	Retroflexed sound of 'ch'	Çeẓem (eye), çaw (go), çam (pinch)
6.	D	d	د	Not English 'd' but as Urdu 'dal'	Dard (pain), dur (belly), dam (back), dorʉw (medicine
7.	Ḍ	ḍ	ڈ	As English 'd'	Ḍeḍang (a musical instrument), ḍos (collision), ḍox (thin)
8.	Δ	δ	ذ	Inter-dental sound	Δast (hand), δus (wasp), δʉs (dough), δeng (grain)
9.	E	e	اَ	Sound of 'e' in egg	Ehson (indebtednes)
10.	F	f	ف	f: in English	Foyda (benefit), fil (trick), fuks (snake), firbi (fat)
11.	G	g	گ	As the sound of 'g' in gun, & never 'j'	Gila (complaint), gew (close), gur (grave), gand (filth
12.	Γ	γ	غ	As 'gh' in Urdu for Ghulam	Γafč (very), γand (filth), γaš (quarrel), γrung (heavy/pregnant)
13.	Γ̌	γ̌	غ̈	Palatal sound	Γ̌aṣ̌ (mouth), γ̌eṣ̌ (masculine), γ̌iṣ̌ (ear), γ̌ar (stone), γ̌er (wool), γ̌ir (encircle)
14.	H ح	h	ھ	As 'h' in English	Hang (attitude), halol (not having taboo), himat (strug

15.	I	i اِ	Always 'i' in English in 'ink' and never 'i' in idea	Intizor (waite), intizom (arrangement), išora (hint)
16.	J	j ج	As in English	Jwon (young), jʉma (Friday), jum (bowl) , jondor (liv thing)
17.	J̌	j ژ	Retroflexed sound of j	J̌uş (stimulated), jam (curve), jang (position), jʉmbeş (rampage)
18.	K	k ک	As in English	Kerk (hen), kʉk (spring), kak (eye esp. of animals). k: (smile), kend (wife/lady)
19.	L	l ل	As in English	Lol (elder brother), lalm (wanderer), loš (silent), loša (weak), leț (late/idle)
20.	M	m م	As in English	Mum (grandma), mʉš (hide), moč (soup /feminine in gender esp. for inedible animals in Islam)
21.	N	n ن	As in English	Nan (mother), nun (sisțer-in-law), noroz (unpleased), (name)
22.	O	o أو	As in English	Olʉw (potato), omon (peace), ozmʉd (observation), Olim (scholar)
23.	P	p پ	As in English	Pup (grandpa), pʉδ (foot), pʉl (money), pokiza (clean
24.	Q	q ق	Uvular sound mostly Arabic and Turkic	Qaq (dried appricot), qorʉn (stingy), Qʉrbon
25.	R	r ر	As in English	Rand (give), rʉnḍʉy (jump), rewz (jump), rost (right), rʉli (rule)
26.	S	s س	As in English	San (climb), sʉma (search/find out), sʉr (cold), sʉd (profit), sakatar (secretary)
27.	Š	š ش	As 'sh' in English	Šer (lion), šupr (night-stay), šur (noise), šarm (shame), širin (sweet)
28.	Ş	ş ݜ	Retroflexed sound of 'sh'	Şoboş (thanks), şapik (bread), şur (salty), şafš (hair). şʉw (black)

29.	T	t	ت	Not 't' in English	Tat (father), trozʉw (balance), tumer (this much), tinen (yours)
30.	Ṭ	ṭ	ٹ	This is English 't'	Ṭaz (bald), ṭung (hard), ṭor (walnut)
31.	θ	θ	ث	Inter-dental sound	θaw (burn), θetk (burnt), θin (hot), θoṭ (lizard), θʉwn (to burn)
32.	U	u	وُ	Always 'u' in put in English and never 'but'	Puṭ (short), pus (castrated he-sheep)
33.	V	v	وٗ	As in English	Voyn (light), voč (aunt), vul (good-smell),
34.	W	w	و	As in English	Wez (come), woz (and), wuz (I), wa (bad smell), wʉrawg (wave)
35.	X	x	خ	No in English	Xašč (wet), xew (severely weeping), xur (donkey), xčir (mule)
36.	X̌	x̌	ݗ	Palatal sound	X̌ʉy (sister), x̌ʉynan (woman), x̌an (say), x̌iδ (steep)
37.	Y	y	ی	As in English	Yez (yesterday), yor (companion), yower (for him/her). (son)
38.	Z	z	ز	As in English	Za/zman (child), zway (wrap), zvey (jock), zur (stro·g), zʉlm (oppression)
39.	Ž	ž	ج	As the sound f -sure in measure etc.	Žarž (milk), žaw (grain), žindag (story)
40.	Ẓ̌	ẓ̌	ژ	Retroflexed sound of ž	Ẓ̌ʉmak (moon), ẓ̌ʉnen (mine), ẓ̌ʉ (my)
41.	ʒ	ʒ	ز	Dz in adze in English	ʒuγ̌ (yak), ʒereng (like this), ʒi (just for nothing)
42.	Ʉ	ʉ	اُ	As in German, French and Russian	Ʉṣ̌tʉr (camel), ʉmr (age)

Prepared and composed by: Fazal Amin Beg

Note: Number of Vowels: **6** Number of Consonants: **36** Total **42** Letters

1.5۔ حروف علت

جہاں تک حروف علت کا تعلق ہے، اس سلسلے میں عربی/اردو رسم الخط میں لکھتے وقت واولز (Vowels) کو مختصر پڑھنے یا لمبا کرنے کے لیے وخی میں بھی عربی تجوید کو ہی اختیار کیا گیا ہے۔ان خفیف، کوتاہ، درمیانی اور لمبی صوتی کیفیتوں کے لیے عربی جزم، شد، کھڑے زبر، کھڑی زیر اور مد متصل کو استعمال کیا جاسکتا ہے۔

حروف علت کی مثالیں

حروف علت	مثالیں	لاطینی/انگریزی مترادفات
اَ=A	الم (جھنڈا)	Alam (Flag)
	آرام (جیل)	Aram (Lever)
ی=E	یئِوک (نیند)	Yenuk (Sleepness)
	گیر (آرا)	Geir (Saw)
اِی=I	اِشورہ (اشارہ)	Isora (to point)
و=O	کتوب (کتاب)	Kitob (Book)
اُو = or	خدوئے (خدا)	X̌uđoy ------X̌
	وُوندر (کھیت)	Woundr (Field)
وُو= W = u	وُوش (گھاس)	Wuṣ̌, (Grass)
	وُورگ (باہن)	Wurg (Furrows)
a =	فصل کی برداشت	Harresting (dorwak)

1.6۔ لسانی گروہ

گرئیرسن اور ڈاکٹر ناموس کے خیال میں وخی زبان ایران کے آریائی خاندانوں سے تعلق رکھتی ہے اور ایرانی آریائی زبانوں کے جس گروہ سے اس کا تعلق ہے، وہ غلچہ زبانوں کا گروہ کہلاتا ہے جو پامیر میں مروج ہیں۔اس کو مشرقی ایرانی گروہ بھی کہتے ہیں۔گرئیرسن لکھتے ہیں:

"That the wakhis belong to the Aryan stock, and they are close to the ancient pishachas of the Hindu Kush region".

گلگت اور شنا زبان کے مصنف ڈاکٹر ناموس کے علاوہ میجر جنرل ایس شاہد حمید کی کتاب ''قراقرم ہنزہ'' سے بھی ان خیالات کی تائید ہوتی ہے۔ ذیل میں ''گریئرسن'' کی تقسیم کے مطابق زبانوں کا چارٹ پیش ہے:

زبانوں کا انڈو یورپین چارٹ

(گلگت اور شنا زبان صفحہ نمبر 103)
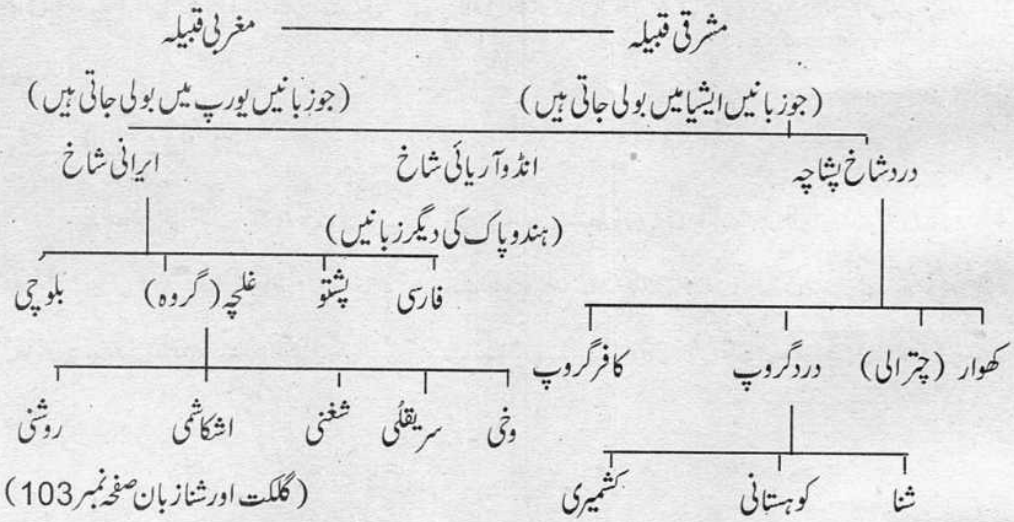
اس میں شک نہیں کہ قواعد اور صرف ونحو کے اعتبار سے وخی زبان کا تعلق ایرانی آریائی زبان کے مشرقی گروہ سے ملتا ہے مثلاً فارسی زبان میں مصدر کی شناخت فعل کے آخر میں ''نون'' ہے۔ نوشتن، کردن، آمدن اور رفتن وغیرہ وخی میں بھی مصدر کی شناخت ''نون'' ہے مثال کے طور پر یتن (کھانا)، پتن (پینا)، نُون (رونا)، وِزَین (آنا) وغیرہ۔ لیکن گنے چنے ایسے مصادر بھی وخی زبان میں شامل ہیں جن کی ساخت اور بناوٹ شِنا اور کھوار سے ملتی جلتی ہے۔ مثال کے طور پر (۱) تھک (کرنا) (۲) ووزمک (لانا) (۳) یُوڈُک (لے جانا) وغیرہ میں اٹوک (لانا) بجوک (جانا) وَیوک (آنا) وغیرہ کھور میں جبونک (کھانا) پیوک (پینا) وغیرہ اس کی مثالیں ہیں۔

وخی زبان میں معدودے چند مصادر کے اختتام پر حرف ڌ (یعنی عربی ذ) اور بعض کے اختتام پر (ذو) استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً نیوڌ (بیٹھنا)، رذو (دینا) شکیذو (توڑنا)، ریذ (بھاگنا) وغیرہ۔

وخی زبان کے مصادر کا یہ تنوع ماہرین لسانیات اور محققین کے لیے خصوصی دلچسپی کا باعث بن سکتا ہے لیکن جب ہم

دوسرے اصول یعنی بنیادی الفاظ کے رشتے سے اس کی تخصیص کرتے ہیں تو اس سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ وخی زبان کا تعلق آریائی زبانوں کی مشرقی شاخ سے ہے۔

2۔ وخی پر دوسری زبانوں کے اثرات

یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ کوئی زندہ زبان دوسری ہمسایہ زبان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی چنانچہ وخی زبان نے بھی دوسری ہمسایہ زبانوں کے اثرات قبول کئے ہیں جن میں فارسی، پشتو، ترکی، کھوار، بروشسکی، شنا، بلتی اور قومی زبان اردو شامل ہیں۔

2.1۔ فارسی کے اثرات

چونکہ یہ افغانستان کے واخان کی پیدائشی زبان ہے، اس لیے وہاں بولی جانے والی فارسی نے اس کو کافی حد تک متاثر کیا ہے، اس کا اندازہ ان الفاظ اور ضرب الامثال سے لگایا جاسکتا ہے جو فارسی اور وخی میں بھی ادنیٰ تغیر کے ساتھ مشترک ہیں یا جوں کے توں فارسی سے وخی زبان میں داخل کر لیے گئے ہیں۔ اس سلسلے میں ذیل میں دیئے گئے وخی اور فارسی کے چند الفاظ ملاحظہ ہوں۔

وخی	فارسی	اردو معنی
چیژم	چشم	آنکھ
دُندک	دندان	دانت
دَست	دست	ہاتھ
غیش	گوش	کان
رُوئی	رُوئے	چہرہ
گردن	گردن	گردن
کمر	کمر	کمر
ناف	ناف	ناف
پُوڈ	پائے	پاؤں

طشت	طشت	بڑا برتن
بلند	بلند	بلند۔اونچا
پست	پست	پست یا چھوٹا قد
دست	دشت	صحرا۔غیر آباد زمین
امبر	امبر	امبر (ایک پھول)
ستبرگ	صد برگ	صد برگ (ایک پھول)
رغش	ریش	داڑھی
سری/سحر	سحر	صبح
شُوم	شام	شام
سروئے	سرائے	مہمان خانہ
روغن	روغن	گھی
خمور	خمار	شوق
شنبہ	شنبہ	سنیچر
یک شنبہ	یک شنبہ	اتوار
دوشنبہ	دوشنبہ	پیر
سہ شنبہ	سہ شنبہ	منگل

2.2۔ پشتو کے اثرات

وخی اور پشتو ایک ہی گھرانے کی زبانیں ہیں دوسرا یہ کہ پشتو افغانستان میں سرکاری اور قومی زبان ہے اور دونوں قوموں کا آپس میں لین دین بھی بہت زیادہ ہے، اس لیے اس پر پشتو کا گہرا اثر ہے۔آپس میں ان کے صرف ونحو محاورات، ضرب الامثال، الفاظ وغیرہ بہت زیادہ قربت رکھتے ہیں۔ذیل میں وخی اور پشتو کے چند ہم صوت الفاظ ملاحظہ کیجئے۔

وخی	پشتو	اردو ترجمہ
یِو	یو	ایک

تروے	درے	تین
خبُور	ڎلور/سلور	چار
پانز	پنزہ	پانچ
گومری	کوم ځائے/کوم زائے	کہاں
څیرینگے	څنگے	کیسا ہے
نو	نہہ	نو
ڈس	لس	دس

2.3۔ ترکی کے اثرات

واخان کے شمال میں ایک خانہ بدوش قوم کرغیز بھی آباد ہے، ان خانہ بدوش لوگوں کے وخیوں سے میل جول اور سماجی تعلقات کی بدولت وخی ذخیرۂ الفاظ میں کافی الفاظ ترکی زبان کے در آئے ہیں۔ چند مثالیں دیکھیں:

وخی	ترکی	اردو ترجمہ
تریک	تریک	سفیدہ
قوصقول	آقصول	بوڑھا
قشق	قاشق	چمچہ
چخموخ	چقماق	خاص قسم کا پتھر
ملتق	ملتق	بندوق
قلمفور	قلمفور	لونگ
زنجبیل	زنجبیل	زنجبیل
پلوس	پلوس	دیسی شرمہ / قالین
طبق	طبق	بڑا برتن
گرینج	گرج	چاول
ہوموچ	اچ	سوپ/ڈوڈو

جلدوز	جوولدوز	بڑا سوا
یاز	موز	گلیشیئر
توی	توی	شادی

2.4۔ بروشسکی اثرات

بروشسکی بھی وخی کی ایک ہمسایہ زبان ہے اوران دونوں زبانوں کے بولنے والوں کے آپسی لین دین کے باعث ان زبانوں کے الفاظ میں تبادلہ ہونا بھی ایک ناگزیر امر تھا۔ ذیل میں چند ایسے الفاظ دیئے جارہے ہیں جو دونوں زبانوں میں بولے جاتے ہیں۔

وخی	بروشسکی	اردو معنی
وولاغ	اولاغ	جانور
شلکو	شلکو	مدد
ثٹ	ثٹ	رکنا/روکنا
چیکش	چیکش	گھر کا اندرونی اسٹور
تیرکنگ	ترکنگ	مویشی خانہ
دلدونگ	دلدونگ	دیسی چولھا
شل بت	شل بت	یہ خوراک بدھ مت تہذیب کی عکاس ہے
میور	میور	بید مجنون

وخی	بلتی	اردو معنی
زوغ	زوَئے/زَمُو	خوش گاوَ/ گائے
مُل	مُل	ایک مقامی ڈش

2.5۔ شنا اور بلتی کے اثرات

شنا اور بلتی شمالی علاقہ جات کی دو اہم زبانیں ہیں۔ شنا تمام گلگت ایجنسی میں بولی اور سمجھی جاتی ہے جب کہ بلتی بلتستان میں بولی جاتی ہے۔ علاقائی نسبت کی بنا پر شنا اور بلتی کے اثرات وخی زبان پر نمایاں ہیں۔ اس سلسلے میں درج ذیل الفاظ

ملاحظہ ہوں:

وخی	شنا	اردو معنی
ویزے	وَہ	آو
سومو	سومو	دوست
چھل	پچھیلو	کپڑا
یَش	اشپو	گھوڑا

2.6۔ اردو کے اثرات

اردو زبان نے پاکستان کی تقریباً تمام زبانوں کو متاثر کیا ہے کیونکہ یہ رابطہ کی زبان ہے، مکتب کی زبان ہے اور قومی زبان ہے۔اس سلسلے میں چند الفاظ ملاحظہ ہوں:

وخی	اردو	پنجابی
پیتر	بیٹا	پُتر
ینگل	انگلی	انگلی

یہاں یہ بتانا غیر ضروری نہ ہوگا کہ جہاں وخی، دوسری ہمسایہ زبانوں سے اثر پذیر ہوئی ہے، وہیں وخی نے دوسری زبان پر بھی اپنے اثرات چھوڑے ہیں۔اس سلسلے میں ملاحظہ ہوں وخی کے درج ذیل الفاظ جو کھوار میں بھی مستعمل ہیں:

وخی	کھوار	اردو
تت	تت	باپ
نن	نن	ماں
رِغش	رِغش	داڑھی
شپک	شپک	روٹی
نونگ	نمہ	نام
نقشن	نقشِک	لکھنا
خریز	رخریز	بجری

3۔ چند بنیادی قواعد

وخی زبان میں بے جان چیزوں میں مذکر اور مونث کی تخصیص نہیں ہوتی۔اور اس زبان میں بعض اسم فاعل تو قاعدہ کے مطابق بنتے ہیں جیسا کہ مصدر کے بعد "گزک" لگانے کے بعد بنتا ہے، لیکن بعض اسم فاعل بے قاعدہ بنتے ہیں۔ ماضی مطلق ، ماضی قریب، اور ماضی بعید کی گردانوں کے لیے ابھی کوئی قاعدہ وضع نہیں ہوا۔

اکثر زبانوں میں مصدر کی پہچان ایک عام اور خاص شناخت سے ہوتی ہے۔ مثلاً پشتو میں مصدر کی علامت ''ل'' اردو میں ''نا'' اور فارسی میں ''ن'' ہے لیکن وخی زبان اس بارے میں بڑی عجیب وغریب واقع ہوئی ہے کیونکہ اس میں مصدر کی پہچان کے لیے تین علامتیں استعمال کی جاتی ہیں۔

ن۔ ک۔ ژ۔(ڗ)

مثلاً: ن۔ اَجَل وزین = موت آنا

ک تک = کرنا

ژ تعلیم رذو = تعلیم دینا

تذکیر وتانیث:

مذکر				مؤنث	
اردو		وخی	اردو		وخی
شوہر	=	خاوند	بیوی	=	جَمت
دادا	=	پوپ	دادی	=	موم
بھتیجا	=	خرین	بھتیجی	=	رِخرین

واحد			جمع		
اردو		وخی	اردو		وخی
ماں	=	نن	مائیں	=	نانشت
مکان	=	خُنْ (خُن فارسی خانہ سے)	مکانات	=	خونِشت

لڑکی = پیرچوذ　　لڑکیاں = پیرچُوذشٹ

مصادر

برجن = تڑپنا　　بُتن = گرادینا

پِتن = پینا　　پُوتن = چترانا

جُوئین = پڑھنا　　دِشن = جاننا

کٹک = ڈالنا　　رِکندک = ہنسنا

گُوتک = ملنا　　رذو = دینا

ریذ = بھاگنا　　یِنوذ = بیٹھنا

پتن = پینا　　دِن = مارنا

پِتک = پیساہوا　　دِستک = ماراہوا

اسم فاعل

نسُون = سونا　　نسُون گُزگ = سونے والا

پتن = پینا　　پتن گُزگ = پینے والا

ضمائر

میں۔　ہم۔　تو۔　تم۔　وہ۔　وہ جمع

وُوذ۔　سَک۔　تم۔　ساشت۔　یُوْ۔　یاشت

ضمیر استفہامیہ

گُوشُد = کونسا　　ژمیر = کتنا

چڑمہ = کیوں　　ژوغدی = کب

ضمیر اشارہ

ہایم قلم = یہ قلم　　یاکتوب = وہ کتاب

ضمائر شخصی

میں نے =	مڑے	میرا =	ژونن
ہم نے =	سکے	ہمارا =	سپوژنن
تو نے =	توے	تیرا =	تنن
اس نے =	یوے	اس کا =	یاوین
انہوں نے =	یاثے	ان کا =	یاثین

مجھے	تجھے	اسے
مڑر	تاوڑیر	یاویر

4۔ ابتدائی بول چال کے چند جملے اور گنتی

آپ کا نام کیا ہے؟	تی ژونگی چیز؟
میرا نام حماد علی ہے۔	ژُونُونگی حماد علی تییئ۔
آپ کیا کام کرتے ہیں؟	تُو ولیس چیز گوح؟
میں پڑھتا ہوں۔	وُ وزالیش جوئیم۔
آپ کیسے ہیں؟	تُو ویت ژیرینگ؟
میں اللہ کے فضل و کرم سے ٹھیک ہوں۔	وُ وزیم خُدوے فضل ایت گرم این باف۔
اور سنائیں! آپ کا کیا حال ہے؟	ووزخن! تینی چیز حال؟
میں بالکل خیریت سے ہوں۔	وُ وزایم بالکل خیریّت اے میثن تییئ
آپ کے والد کیا کام کرتے ہیں؟	تی تت الیش چیز گوحت؟
وہ ملازمت کرتے ہیں۔	یاوَالیش نوکری ڈژت۔
آپ کا گھر یہاں سے کتنی دور ہے؟	تی خُنی ژیمن ڈُمیر دیر؟
زیادہ دور نہیں ہے	غُغ دیرائی نست۔

یہ سڑک سیدھی میرے گھر کی طرف جاتی ہے۔
میری طبیعت ٹھیک نہیں، کیا آپ مجھے کسی
ڈاکٹر کا پتہ بتا سکتے ہیں؟
آپ سرکاری ہسپتال جائیں، وہ سامنے
نظر آ رہا ہے
گرمی بہت زیادہ ہے پیدل جانا ممکن نہیں۔
آیئے میں آپ کو اپنی گاڑی میں چھوڑ آتا ہوں۔
بہت شکریہ! اچھا پھر ملیں گے
آپ کا بھی شکریہ۔ خدا حافظ

یم فِد یک ایلش سیدھا ژُوخُن اے گنہ ریشت۔
ژُوطبیعت ای باف نَشت۔ تُو ولیش
ماژ یرگو مُدڈاکٹراے رِنشُون ر دوے بس ویزا؟
تو دہ سرکورے ہسپتال ریچ، یاوَایپ
دہ پُروت وِن۔
غنج گرمیٔ تییٔ پیو دریکنی ممکن نشت
ویزے وُوزتاوے دہ خو گاڑی یُوندیم تے ویزِم۔
غنج شو بوش، ووزایپ مُلاقات ووست۔
تاوِیر بہ شو بوش۔ خدویور

گنتی

1 یِیُو yeu
2 بُوئے bui
3 تروے trui
4 ژبُور tsebur
5 پانسز panz
6 شاد šad
7 ہُوب hub
8 ہَشت hat
9 نَو naw
10 دَس đas

vist 20 وِشت
vist-e-đas 30 وِشتے دَس
Bbt Vist 40 بُو وِشت
Bbt Vist-e đas 50 •بُو وِشتے دَس
Trbt Vist 60 ترُو وِشت
Trbt Vist-e-đas 70 ترُو وِشتے دَس
Cebbtr Vist 80 ژبُور وِشت
cebbtr Vist-e-đas 90 ژبُور وِشتے دَس
yi Sad 100 یِی صَد
Bbt Sad 200 بُو صَد
Trbt Sad 300 ترُو صَد
cebbtr Sad 400 ژبُور صَد
Panz Sad 500 پانز صَد

5۔ خودآزمائی

1۔ وخی زبان کے لسانی گروہ اور لسانی جغرافیے کے حوالے سے آپ کے مطالعے کا نچوڑ کیا ہے؟ وضاحت کے ساتھ بیان کیجئے۔

2۔ وخی کے خالص حروف تہجی پر روشنی ڈالئے۔

3۔ وخی پر دوسری زبانوں کے اثرات کا جائزہ لیجئے۔

4۔ درج ذیل جملوں کا وخی ترجمہ کیجئے۔

1۔ آپ کا نام کیا ہے؟

2۔ میں بالکل خیریت سے ہوں۔

3۔ آپ کا گھر یہاں سے کتنی دور ہے؟

4۔ گرمی بہت زیادہ ہے۔ پیدل جانا ممکن نہیں۔

مجوزہ کتب برائے مطالعہ

اردو:

1۔ اسرارالدین، عنایت اللہ فیضی، چترال ایک تعارف، لاہور، 1990ء

2۔ پروفیسر بدرس جارج، گلگت ہنزہ، لسانیاتی جائزہ، قراقرم ہندوکش، برق سنز، اسلام آباد، 1985ء

3۔ سخی احمد جامی، ایشیا میں وخی لوگ اور زبان، گوجال اسماعیلیہ اسٹوڈنٹس یونین، کراچی، 1983ء

انگریزی:

4. Buddress George, 1985 Linguistic research in Gilgit and Hunza. Journal of Central Asia 8-1-27-32, Islamabad.

5. Peter C. and carla F. Radloff, languages of Northern Areas vol. 2, National Institute of Pakistan Studies, Quaid-e-Azam University,

1992, Islamabad. PP. 57-61.

6. Grierson, (1928-10) linguistic survey of India, Calcutta,

7. Haqiqat Ali , wakhi language, wakhi culture association Gujal Hunza, 1985.

8. Lorimer, D.L.R, 1958,The Wakhi language london.

9. Morgenstierne George, 1973 (c1983) Iranian Paniz languages oslo.

10. Morgenstierne George, 1958, Indo Iranian frontier languages oslo.

یونٹ نمبر 9

شمالی علاقہ جات کی دیگر زبانیں

تحریر : محمد حسن حسرت

نظر ثانی واضافہ : بادشاہ منیر بخاری
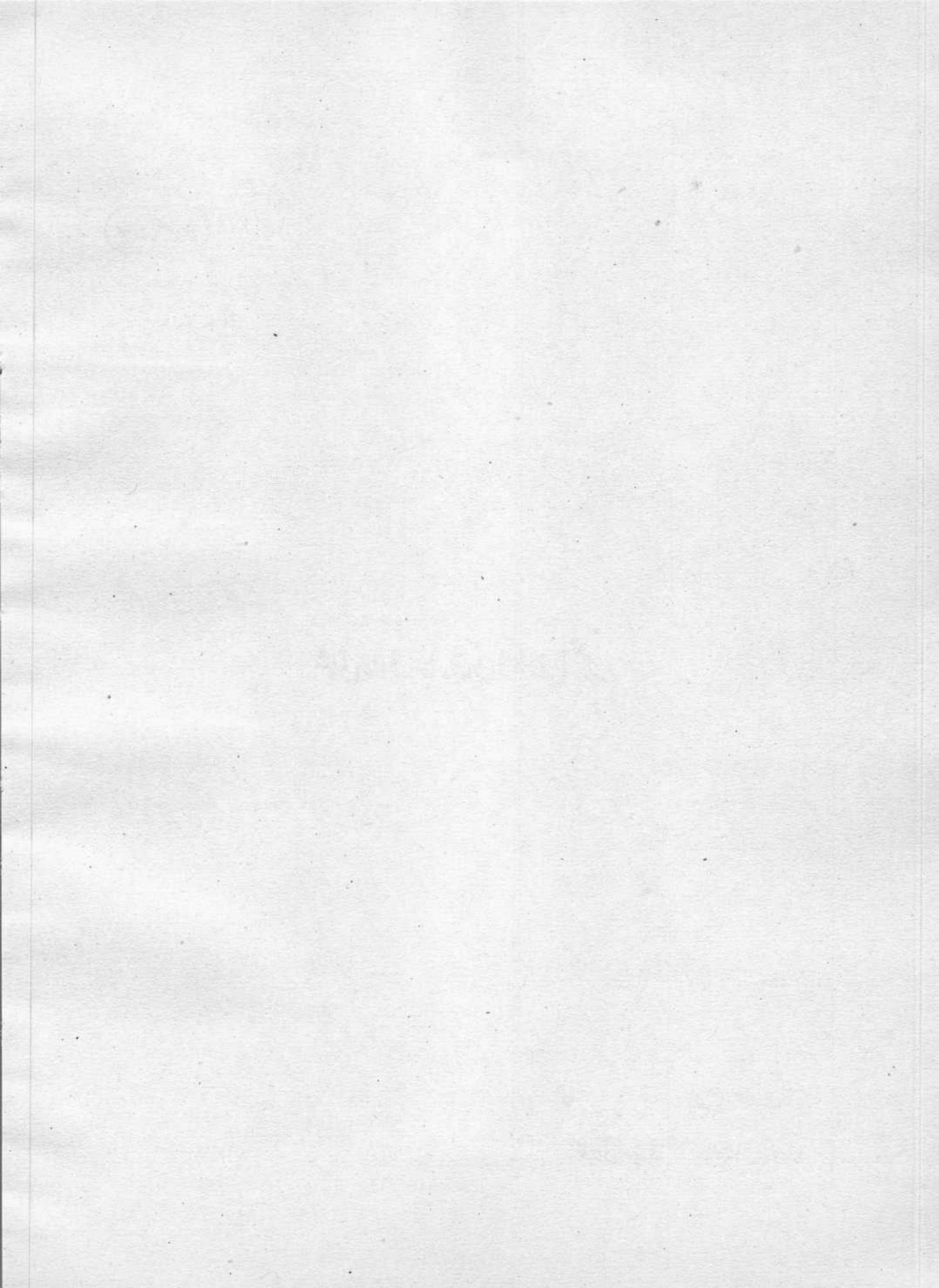
فہرست

یونٹ کا تعارف

عزیز طلبہ وطالبات!

اس یونٹ کا تعلق شمالی علاقہ جات میں بولی جانے والی ان مختلف چھوٹی زبانوں سے ہے جو محدود علاقوں میں بولی جاتی ہیں۔ پاکستان کے شمالی علاقے جہاں قدرتی حسن اور رعنائی کے باعث اپنی ایک الگ شناخت رکھتے ہیں وہیں یہ مختلف النوع ثقافتوں کے امین ہونے کے ساتھ ساتھ کثیر اللّسان ہونے کا اعزاز بھی رکھتے ہیں۔ ان علاقوں میں بروشسکی، شنا، کھوار، بلتی اور وخی کے علاوہ بھی کئی زبانیں بولی جاتی ہیں جن کے بولنے والوں کی تعداد ہر چند کہ کم ہے مگر اُن کی حیثیت اور شناخت مستحکم ہے اور غیر ملکی یونیورسٹیوں کی زبانوں اور لسانیات کے شعبوں میں ان کے بارے میں مسلسل تحقیقی کام ہو رہے ہیں۔ زیرِ نظر یونٹ میں ان ہی زبانوں کے متعلق معلومات بہم پہنچائی جا رہی ہیں تا کہ طلبہ یہ جان سکیں کہ ان علاقوں میں ان زبانوں کے علاوہ جن کا ذکر گذشتہ یونٹوں میں ہو چکا ہے، دیگر کون کون سی زبانیں مستعمل ہیں اور یہ زبانیں کن جگہوں پر بولی جاتی ہیں نیز ان کا لسانی پسِ منظر کیا ہے اور ان کے بولنے والوں کی تعداد کتنی ہے۔

مقاصد

اس یونٹ کے مطالعہ کے بعد آپ اس قابل ہو سکیں گے کہ:

1۔ شمالی پاکستان میں بولی جانے والی مختلف چھوٹی چھوٹی زبانوں سے آگاہی حاصل کر سکیں۔
2۔ ان زبانوں کے لسانی پس منظر، لسانی جغرافیے اور بنیادی قواعد کے بارے میں جان سکیں۔
3۔ ان زبانوں کے بولنے والوں کی تعداد اور علاقوں کے متعلق معلومات حاصل کر سکیں۔
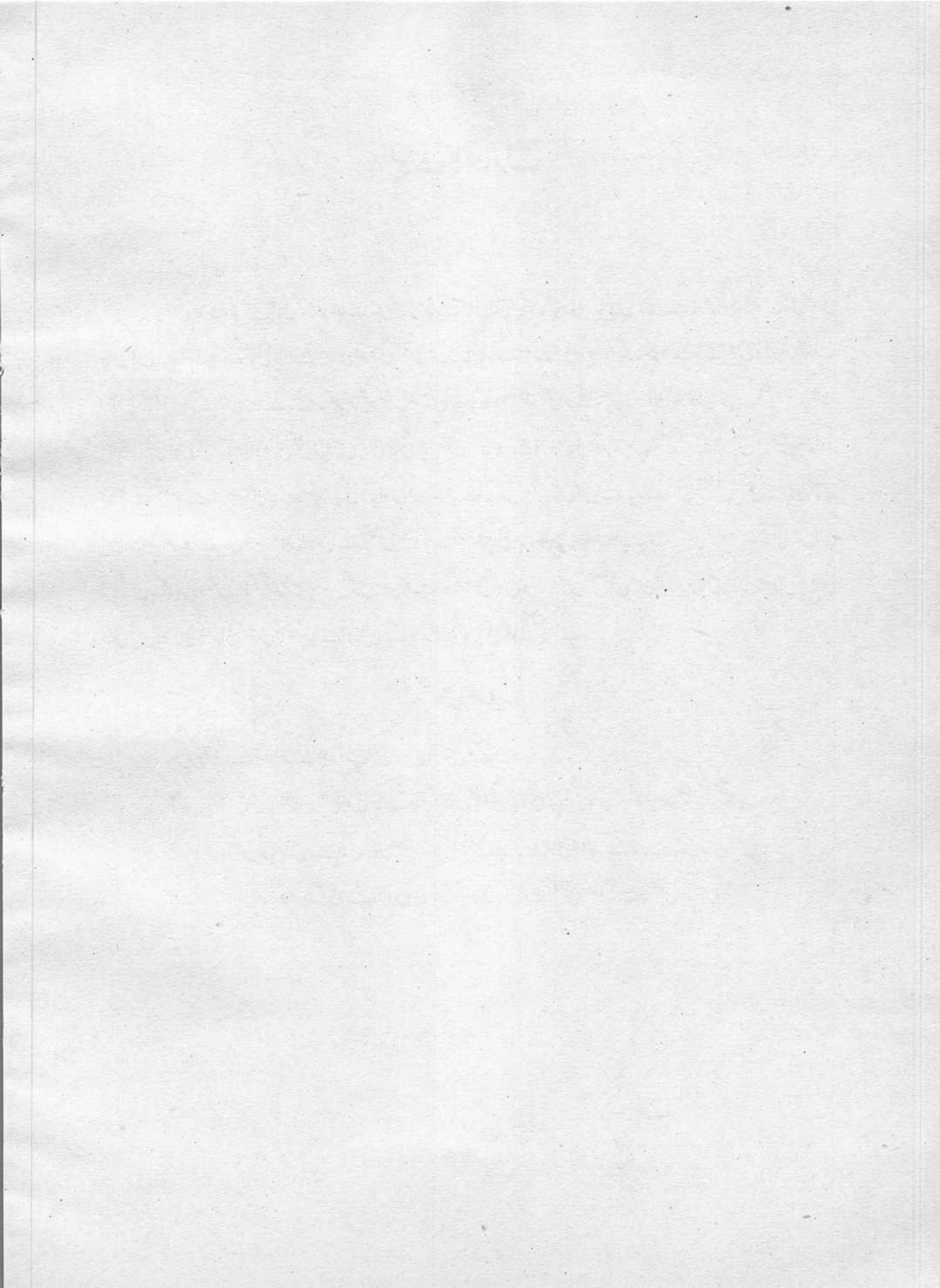
1۔ شمالی علاقہ جات کی دیگر زبانیں

بلتستان، گلگت اور چترال پاکستان کے انتہائی شمال میں تین عظیم سلسلۂ ہائے کوہِ قراقرم، ہمالیہ اور ہندوکش کے درمیان بام دنیا پر واقع ہیں۔ چترال انتظامی لحاظ سے صوبہ سرحد کے ساتھ منسلک ہے جبکہ گلگت اور بلتستان وفاق کے زیر انتظام شمالی علاقہ کہلاتا ہے۔ ان علاقوں میں جہاں نسل انسانی دو کے مشہور گروہ منگولیائی اور آریائی آباد ہیں وہاں زبانوں کے تنوع کے لحاظ سے اس خطہ کو پاکستان کے دیگر تمام علاقوں پر فوقیت حاصل ہے۔ یہاں کے پشتنی باشندے مختلف التوع زبانیں یعنی بروشسکی، بلتی، شنا، کھوار اور وخی کے علاوہ اور بھی کئی چھوٹی بڑی زبانیں بولتے ہیں جن کا ہم یہاں ذکر کریں گے۔ ان کے علاوہ پشتو، ہندکو، پنجابی، کاشغری، کشمیری، گوجری اور یوغور تر کی زبانیں بولنے والوں کی بھی ایک خاص تعداد شمالی علاقوں کے مختلف مقامات پر رہائش پذیر ہے۔ گویا یہ علاقہ مختلف زبانوں کا ایک جنگل ہے۔ کثیر اللّسان اور رنگا رنگ تہذیب و تمدن کا مرکز ہے جہاں لوگ ایک دوسرے کی زبان سے بالکل نا آشنا ہیں۔ البتہ قومی زبان اُردو ان سب کے لئے رابطے کا کام کرتی ہے۔

سیاچن کے دامن سے لے کر چترال کافرستان تک کے علاقے میں بولی جانے والی زبانوں کی لسانی تقسیم کچھ اس طرح سے ہے۔ گلگت، چلاس، کوہستان، استور اور پونیال کے علاوہ گلتری، اشکومن، روندو اور کھرمنگ کے بعض دیہاتوں اور مقبوضہ دراس میں شنا زبان کا راج ہے جبکہ بروشسکی مرکزی ہنزہ ونگر کے علاوہ یاسین کے اکثر علاقوں میں بولی جاتی ہے۔ بالائی ہنزہ اور بالائی اشکومن کے علاوہ واخان، پامیر اور گرونو بدخشان میں وخی کا بول بالا ہے جبکہ بلتستان کے دونوں اضلاع سکردو اور گانچھے کے علاوہ مقبوضہ کرگل ولداخ میں بلتی زبان کا سکّہ جاری ہے۔

بلتی دراصل تبّتی زبان کا مغربی لہجہ ہے اور اس زبان کی سرحدیں بلتستان سے لے کر ایک طرف نیپال اور بھوٹان تک جبکہ دوسری طرف چین میں تبت، گانسو، ژھینگالی، یونن کے علاقوں تک پھیلی ہوئی ہیں۔

کھوار زبان کوہِ غذر، یاسین اور اشکومن کے بعض دیہاتوں اور اہل چترال کی مادری زبان ہے جبکہ ڈوملی ہنزہ کے ڈوم قبیلے کے چند گھرانوں تک محدود ہو کر رہ گئی ہے۔ کیلاش کافرستان میں کلاشوار کے علاوہ کئی اور زبانوں کے لہجے رائج ہیں جبکہ چترال میں کئی اور زبانیں بھی بولی جاتی ہیں جن کی تفصیلات آگے دی جائیں گی۔ اس طرح شمالی علاقہ جات کی بعض

جگہوں پر ایک چھوٹے سے گاؤں میں تین تین چار چار زبانیں ساتھ ہی بولی جاتی ہیں۔

شمالی علاقہ جات میں بولی جانے والی مذکورہ زبانوں میں شنا اور کھوار کا تعلق ہند آریائی کے درد خاندان سے ہے جبکہ وخی زبان ہند ایرانی کی دری شاخ سے تعلق رکھتی ہے۔ بروشسکی زبان کے شجرۂ نسب کے بارے میں محققین اب تک کسی حتمی نتیجے پر نہیں پہنچ سکے ہیں البتہ قیاس کیا جا رہا ہے کہ یہ سامی زبان کی سمیری، کیکا شائڈیا اسپینش کے باسک خاندان کی شاخ ہے۔ بلتی کا تعلق تبتی زبان سے ہے جبکہ ڈومکی کو ہند آریائی کی باقیات میں سے بتایا جاتا ہے۔ کالاشوار اور بشگالی کو ماہرین لسانیات نے درد زبانوں کے کافر گروپ میں شامل کیا ہے۔ یوں اس خطے میں ایک طرف ہند آریائی زبانوں کی یلغار ہے جبکہ دوسری طرف واخان کے راستے ہند ایرانی گروہ کے اثرات بھی در آئے ہیں۔ یہ علاقہ جہاں بروشسکی، زبان کی وساطت سے سمیری اور کیکا شالی تہذیب سے متاثر ہے وہاں بلتی کی وجہ سے تبتی زبان وتہذیب کے نرغے میں ہے۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت نوح کے تین بیٹوں سام، حام اور یافث کی نسلوں سے ہی زبانوں کے تین بڑے گروہوں نے جنم لیا۔ یوں دیکھیں تو انسانی نسلوں اور زبانوں کے ان تین بڑے گروہوں کے دریا اور ان بولیوں کے ندی نالے پاکستان کے شمالی علاقے یعنی بلتستان، گلگت اور چترال میں آ کر ملتے ہیں۔ گویا شمالی علاقہ جات کے اس لسانی گلشن میں آپ کو مختلف اقسام کے پھول کھلتے نظر آئیں گے لیکن ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است۔

شمالی علاقہ جات کی بڑی زبانوں یعنی بلتی، شنا، بروشسکی اور کھوار وغیرہ کے بارے میں الگ ابواب شاملِ نصاب ہیں۔ اس لئے زیرِ نظر باب میں شمالی علاقہ جات اور چترال میں بولی جانے والی صرف چھوٹی زبانوں کا تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

1.1۔ کلاشوار

چترال کے جنوب مغرب میں واقع رمبور، بمبر یت اور بریر کی وادیوں میں آباد کلاش قبائل کی زبان ''کلاشاوار'' یا ''کلاشا'' کہلاتی ہے۔ اس زبان کے بولنے والوں کی تعداد تقریباً پانچ ہزار بتائی جاتی ہے۔ کلاش قبائل کے لوگ عقائد کے اعتبار سے کافر ہیں اور معاشرت کے لحاظ سے ان کے اطوار نہایت قدیم تمدّن کی یادگار ہیں۔ محققین کے مطابق کھو قبیلے کے آنے سے پہلے چترال کے زیریں علاقوں میں کلاش آباد تھے اور بتایا جاتا ہے کہ ان کا اصل مسکن جنوب کی طرف واقع سیام نامی کوئی علاقہ تھا، جبکہ کلاشی لوک گیتوں کے مطابق انہوں نے اپنے اصل وطن سے نقل مکانی کر کے کئی نسلوں تک افغانستان میں چترال کی گزرگاہ پر ایک مقائم رائیگاں میں قیام کیا تھا۔ ایک روایت میں یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ کلاش قبیلہ امیر سبکتگین اور محمود غزنوی کی مہمات کے دوران یعنی دسویں اور گیارہویں صدی کے لگ بھگ افغانستان سے چترال وارد ہوا اور برنس تک

زیریں چترال کو اپنے زیرنگیں لا کر یہاں حکومت کی۔ 1220ء میں کھوسرداروں نے کلاش حکمران کو شکست دی اور انہیں چترال کی جنوب مغربی تنگ وادیوں میں دھکیل دیا جہاں وہ آج بھی اپنے تشخص کے ساتھ آباد ہیں۔ بعض مؤرخین کا یہ بھی خیال ہے کہ کلاش قبیلہ سکندرِاعظم کی فوج کا کوئی گروہ ہے۔

کلاش تمدّن اور رسم ورواج انتہائی قدیم اور منفرد مقام کے حامل ہیں۔ کئی صدیوں سے اسلام کے غلبے اور اردگرد کی دیگر اقوام وقبائل کی ثقافتی وتہذیبی یلغار کے باوجود کلاش قبیلے نے حیرت انگیز طور پر اپنی تہذیب وتمدن اور رسم ورواج کو ابتدائی شکل میں برقرار رکھا ہے اور انہوں نے اپنی زبان کو بھی بیرونی اثرات سے محفوظ رکھا ہے۔

محققین کے مطابق کلاشوار خالص ہندوستانی زبان ہے اور کئی لحاظ سے ''کھوار'' کے قریب ہے لیکن کھوار اور کلاشوار کے ذخیرۂ الفاظ اور لسانی خصوصیات میں کافی فرق ہے، تاہم ماہرین لسانیات نے کلاشوار کو ہند آریائی زبانوں کے درد گروپ میں شامل کیا ہے۔ محققین نے کلاش کافروں کے دو گروہوں کا ذکر کیا ہے جن میں سے ایک کو سیاہ پوش اور دوسرے کو سفید پوش کہتے ہیں۔ یوں کافرستان میں ان دونوں گروہوں سے منسوب دو زبانیں بھی رائج ہیں اور بشگالی وار کو سیاہ پوش کافروں کی مثالی زبان بتایا جاتا ہے۔ بشگالیوں کو چترال کے عرف عام میں شخان بھی کہتے ہیں۔ یہ قبیلہ افغانستان کے علاقہ نورستان سے آ کر چترال کے گبور اور لنگور بٹ کے علاوہ بمبریت اور رمبور کی بالائی وادیوں میں آباد ہے۔ اسی لئے اس زبان کا افغانستان میں بولی جانے والی زبانوں کے ساتھ قریبی تعلق ہے۔ قدیم زمانے میں انہیں سرخ کافر اور ان کے وطن کو کافرستان کہا جاتا تھا۔

سفید پوش کافروں میں بھی تین مزید قبائل وائی، ریسن یا ویرن اور اشکوند ہیں۔ ان میں سے پہلے دو گروہ مختلف زبانیں بولتے ہیں جو ایک دوسرے کے لئے ناقابلِ فہم ہیں اور یہ دونوں زبانیں سیاہ پوشوں کی سمجھ سے بھی بالاتر ہیں۔ اشکوند کے بارے میں محققین کا خیال ہے کہ یہ زبان وائی سے قریب تر ہے۔

کلاشا زبان میں گیارہ آوازیں ایسی ہیں جو اردو میں نہیں ہیں۔ وہ گیارہ آوازیں یہ ہیں۔

اؕ۔ یہ حرف الف کی جگہ استعمال ہوتا ہے اور اس کا تلفظ اڑیف کیا جاتا ہے۔

جؕ۔ یہ حرف جیم جیسا ہے لیکن اس کا تلفظ جیئے ہے۔

چؕ۔ اس کا تلفظ چے کیا جاتا ہے۔

ثؕ۔ س اور ث کے علاوہ یہ تیسری آواز ہے اس کا تلفظ ثے کیا جاتا ہے۔

ڑ۔ اس کا تلفظ ژے سے مماثلت رکھتا ہے۔

ڑش۔ اس کا تلفظ شے سے مماثلت رکھتا ہے۔

لٹ۔ اس کا تلفظ لڑم کیا جاتا ہے۔

ڈ۔ اس کا تلفظ واڑے کیا جاتا ہے۔

ڈ۔ اس کا تلفظ ووڑی کیا جاتا ہے۔

ٹی۔ اس کا تلفظ ایٹی کیا جاتا ہے۔

ٹے۔ اس کا تلفظ ایٹے کیا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ ''ک'' کو کاپ ''گ'' کو گاپ اور ''ش'' کو شین کی طرح بولا جاتا ہے۔

دردک زبانوں میں اضافی آوازیں جتنی کثرت سے کلاشا میں موجود ہیں شاید ہی کسی دوسری زبان میں بولی میں ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کلاش اقوام دوسری اقوام سے الگ تھلگ دشوار گزار وادیوں میں جا کر بس گئے ہیں جہاں دوسری زبانوں کے اثرات بہ مشکل پہنچتے ہیں۔ اس لیے یہ قدیمی آوازیں اس زبان میں اسی طرح محفوظ ہیں کلاشا زبان کی ایک ضخیم لغت چھپ چکی ہے اور اس زبان میں ادب تحریری صورت میں تخلیق ہو رہا ہے۔ لوک کہانیوں اور لوگ گیتوں کی کتابیں بھی اس زبان میں چھپ چکی ہیں۔ ڈاکٹر ایلینا بشیر اور دیگر کئی ماہرین لسانیات اس زبان کے حوالے سے اعلیٰ سطحی تحقیقی کام کر رہے ہیں اور کر چکے ہیں۔ کالاش وادیوں میں کاشا الف بے یعنی کلاشا قاعدہ مقامی بچوں کو سکولوں میں پڑھایا جاتا ہے۔

کلاشا کو چترال کے مقامی لوگ کلاشوار کہتے ہیں۔ وار کا لفظ زبان کے لیے مستعمل ہے۔ کلاشا زبان دیگر زبانوں کے مقابلے میں بیرونی اثرات قبول نہیں کرتی اس لیے اس زبان کے معدوم ہونے کا خدشہ دوسری زبانوں کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ دیگر زبانوں کے الفاظ کلاشا زبان میں نہ ہونے کے برابر ہیں کھوار اور کلاشا کا ایک دوسرے پر اثر ضرور ہے لیکن یہ اثرات کافی قدیم ہیں اور یہ اثرات دونوں کے مشترک مآخذ کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں۔

کلاشا زبان کی گرامر اردو گرامر سے مماثل ہے۔ جدید اثرات کو چھوڑ کر دونوں زبانوں کی گرامر میں کوئی نمایاں فرق نہیں ہے ہاں البتہ کھوار پر عربی اور فارسی کے اثرات جہاں جہاں گرامر پر پڑے ہیں وہ کلاشا زبان میں نہیں ہیں۔

کلاشا زبان میں تہواروں اور گیتوں کے حوالے سے الفاظ و اصطلاحات کا ایک وسیع ذخیرہ ہے جو ان علاقوں میں بولی جانے والی دوسری زبانوں میں نہیں ہے۔

کلاشا زبان بولنے اور سیکھنے میں کافی مشکل ہے۔اس کی بنیادی وجہ اس کی غیر مانوس آوازیں ہیں۔غیر اہل زبان لوگوں کے اعضائے صوت ان آوازوں کی ادائیگی پر قدرت نہیں رکھتے۔

1.2۔ ڈومیلی

جنوبی چترال کی تحصیل دروش کی ایک چھوٹی سی وادی ''ڈمیل'' میں بولی جانے والی زبان ''ڈومیلی'' کہلاتی ہے۔ ڈومیلی قبیلہ دو گروہوں میں منقسم ہے۔ پہلا گروہ شختاری کہلاتا ہے، جن کا دعویٰ ہے کہ وہ اس علاقے کے قدیم اور اصل باشندے ہیں جبکہ دوسرا گروہ سواتی یا افغانی بعد میں آئے ہوئے لوگ ہیں، جوارندوی افغانوں سے الگ ہوکر تقریباً 1400ء کے لگ بھگ اس علاقے میں آباد ہوئے۔ رفتہ رفتہ یہ دونوں گروہ ایک دوسرے میں مدغم ہوکر ایک ہی زبان ''ڈومیلی'' بولنے لگے۔اب دونوں گروہ ''ڈومیلی'' کہلاتے ہیں۔

ڈومیلی چترال کے علاقوں، میر کھنی، ارندو، دمیڑ نسار اور افغانستان کے صوبہ کنڑ میں بولی جاتی ہے۔ مقامی لوگ اسے دمیلی، دمیڑی وار، دمیڑی اور دمیا بھاشا بھی کہتے ہیں۔ڈومیلی اس زبان کا نسبتی نام ہے، اس لیے کہ یہ زبان غالب اکثریت کے ساتھ علاقہ دمیڑ میں بولی جاتی ہے۔

جرمن ماہرین لسانیات کے سروے کے مطابق ۶ سے ۷ ہزار نفوس ڈومیلی زبان بولتے ہیں۔ڈومیلی زبان کے اصل وماخذ کے حوالے سے کئی کہانیاں مشہور ہیں۔ایک مشہور کہانی یہ ہے کہ ڈومیلی بولنے والے قبیلے سوات سے ہجرت کر کے ان علاقوں میں آباد ہوئے جبکہ ایک نظریہ یہ بھی ہے کہ افغانستان سے ہجرت کر کے کچھ قبیلے ان اطراف میں آئے جن میں سے ایک کی زبان ڈومیلی تھی۔ جبکہ ان علاقوں میں رہائش پذیر ایک شختاری کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ ہماری جدی پشتی مادری زبان ہے اور اس کا جنم بھی اسی علاقے میں ہوا۔ وثوق سے کچھ کہنا مشکل ہے کہ ڈومیلی اس علاقے کی اپنی زبان ہے یا کہیں باہر سے قبیلے یہ زبان ساتھ لے کر آئے البتہ ڈومیلی زبان کے ذخیرۂ الفاظ میں پشتو اور بشگالی وار کے الفاظ و تراکیب بہ کثرت ملتے ہیں۔ زبان کا صرفی و نحوی ڈھانچہ بھی اطراف میں بولی جانے والی زبانوں سے ملتا جلتا ہے۔ان سب زبانوں میں جو قدر مشترک ہے وہ ہے تذکیر و تانیث کا ایک جیسا قاعدہ۔

ماہرین لسانیات ڈومیلی کو انڈو یورپین کے انڈو ایرانئین گروہ کی نورستانی شاخ سے متعلق بتاتے ہیں۔ اب تک ہونے والی تحقیق کے مطابق اس زبان پر درد گروہ کے سب سے زیادہ اور نمایاں اثرات ہیں۔ ڈومیلی میں بھی چند مخصوص آوازیں ایسی ہیں جو درد زبانوں میں رائج ہیں البتہ دو ایسی آوازیں بھی ہیں جو دوسری زبانوں میں نہیں ہیں۔تا حال اس زبان

کے لیے الفبائی نظام ترتیب نہیں دیا گیا اور نہ ہی تحریری صورت میں اس میں کوئی مواد دستیاب ہے البتہ رومن میں ڈومیلی کے کچھ لوگ گیتوں اور ضرب الامثال کو ماہرین نے محفوظ کرلیا ہے۔ ڈومیلی بھی ان زبانوں میں سے ایک ہے جسے معدومیت کا خطرہ ہے اس لیے کہ نئی نسل مادری زبان پر کھوار اور اردو کو ترجیح دے رہی ہے اور تحریری شکل میں زبان محفوظ نہ ہونے کی صورت میں اس کے قدیمی ذخیرۂ الفاظ میں کمی واقع ہوتی جارہی ہے۔

1.3- یدغا

یدغا بولنے والے چترال کے علاقہ لٹکوہ میں بستے ہیں۔ لٹکوہ اور شمالی افغانستان میں ۲۲ گاؤں ایسے ہیں جہاں یدغا بولی جاتی ہے۔

جان بڈلف نے 1880ء میں اپنی کتاب (Tribes of the Hindukush) کے ذریعے یدغا کو دنیا سے متعارف کروایا اس کے بعد جارج مارگنسٹیرن نے بھی اس زبان پر اپنی کتاب میں اظہار خیال کیا۔

محمد سلطان العارفین نے پشاور یونیورسٹی سے یدغا زبان اور کلچر پر ایک مقالہ 1988ء میں لکھا۔

یدغا کو چترال میں ''لٹکوہی وار'' اور افغانستان میں ''منجانی'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے مگر ''لٹکوہی وار'' میں مقامی اثرات زیادہ ہیں اور اس میں کھوار زبان کے زیادہ الفاظ مستعمل ہیں۔ یدغا لٹکوہ کے رہنے والے لوگوں اور زبان دونوں کے لیے مستعمل ہے۔

یدغا زبان کی تاریخ کے بارے میں ہنوز تحقیق کی ضرورت ہے کہ آیا یہ زبان کہیں باہر سے کوئی قبیلہ اپنے ساتھ اس علاقے میں لے کر آیا، یا یہ زبان اس علاقے کی اپنی زبان ہے۔ سب سے پہلے جان بڈلف نے اس زبان کو منجانی جیسی ایک زبان کہا، منجان کا علاقہ شمالی بدخشان میں واقع ہے جہاں یدغا سے ملتی جلتی ایک بولی بولی جاتی ہے۔ بڈلف کا کہنا ہے کہ یدغا بولنے والے منجان سے ہجرت کر کے لٹکوہ اور اطراف میں آباد ہو گئے ہیں مورگنسٹیرن نے بھی اس کی تصدیق کی ہے۔

یدغا بولنے والوں کی اکثریت کا تعلق اسماعلیہ فرقے سے ہے۔ ایک نظریہ یہ بھی ہے کہ گیارھویں صدی عیسوی میں ایک اسماعیلی مبلغ اس علاقہ میں آ کر بس گیا تھا جس کی زبان یدغا تھی وہ اسی زبان میں تبلیغ کرتے تھے یوں یہ زبان اس علاقے میں بولی جانے لگی اور اب تک بولی جاتی ہے۔ یدغا بولنے والوں کی آبادی 9500 نفوس سے زائد ہے۔

یدغا زبان کا تعلق انڈو ایرانی گروہ کی دری شاخ سے ہے۔ کھوار کی ساری اضافی آوازیں یدغا میں بھی موجود ہیں جبکہ دو زائد آوازیں اس کے علاوہ ہیں گرامر کے بنیادی قاعدوں میں یدغا اور کھوار میں تفاوت پایا جاتا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ

کھوار پر فارسی وعربی کا اثر ہے۔کھوار نے فارسی،عربی،اردو اور انگریزی زبانوں سے ربط پیدا کر کے ان زبانوں کے کچھ اصولوں کو اپنایا ہے جبکہ یدغا ابھی تک قدیمی صورت میں رائج ہے یدغا میں لوک داستانیں،رزمیہ گیت،پہیلیاں،ضرب الامثال اور شاعری موجود ہے لیکن جدید نسل اب یدغا کی جگہ کھوار بولنے کو ترجیح دے رہی ہے اور دوسری اہم بات یہ کہ یدغا زبان کے لئے ابھی تک رسم الخط وضع نہیں ہوسکا اور نہ ہی اس میں موجود ادب اور محاوروں کو تحریری شکل دی جاسکی ہے۔اس زبان پر غیر ملکی ماہرین لسانیات نے اچھا خاصا کام کیا ہے،لیکن وہ سارمواد رومن میں ہے۔یدغا ان قدیم زبانوں میں سے ہے جس میں ابھی تک مقامی آوازیں محفوظ ہیں۔یہ زبان باہر کی دوسری زبانوں کے اثرات سے محفوظ ہے اور مکمل زبان کہلاتی ہے جدید چیزوں کو چھوڑ کر باقی تمام اشیاء اور کاموں کے لیے یدغا میں نام اور فعل موجود ہیں۔ ان کی گنتی اپنی ہے موسموں کے نام بھی اپنے ہیں۔مہینوں کو یدغا میں موسموں کے حوالے سے گنا جاتا ہے۔

یدغا بولنے والے علاقوں میں کھوار بھی بولی اور سمجھی جاتی ہے اور آہستہ آہستہ کھوار زبان یدغا بولنے والوں کی تعداد میں کمی کرتی جارہی ہے اکثر یدغا بولنے والے خاندان کھوار بولنے والے خاندانوں میں رشتے کر رہے ہیں اور یدغا بولنے والے نوجوان اپنے علاقوں سے ہجرت کر کے معاشی ضروریات پوری کرنے کے لئے چترال سمیت ملک کے دوسرے حصوں کا رخ کر رہے ہیں۔تقریباً 10 ہزار نفوس کی اس زبان کو ایک ماہر لسانیات کی ضرورت ہے جو اس کے لئے نظام حروف تہجی ترتیب دے اور مقامی لوگوں میں سے کچھ کو تربیت دے کر ادب وثقافت کو تحریری صورت میں محفوظ کرے۔

1.4۔ ڈومکی

شمالی علاقہ جات کی وادی ہنزہ میں بروشسکی اور وخی زبانوں کے علاوہ محدود پیمانے پر بولی جانے والی ایک زبان ''ڈومکی'' ہے۔اس زبان کے بولنے والوں کی تعداد تقریباً ڈیڑھ ہزار کے لگ بھگ بتائی جاتی ہے۔بعض محققین ''ڈومکی'' زبان کو آریائی اور بعض اسے دردی زبانوں کی شاخ بتاتے ہیں لیکن اس میں شنا اور بروشسکی کے بہت سے الفاظ پائے جانے کے باوجود ماہرین السنہ نے اس زبان کو دردی گروپ میں شامل نہیں کیا ہے۔البتہ ڈاکٹر جارج بدروس کے بقول اس کا تعلق ہند آریائی زبانوں کے مرکزی گروپ سے ضرور ہے جس کی مختلف زبانیں کشمیر کے جنوب میں بولی جاتی ہیں۔

اس زبان کے بولنے والے لوگ نسل کے لحاظ سے کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں،اس بارے میں محققین کی مختلف آراء ہیں۔ایک رائے کے مطابق ڈوم اور کمین قبائل دردستان کے قدیم باشندے تھے لیکن اکثر کا خیال ہے کہ یہ لوگ جنوب کی طرف سے ترکِ وطن کر کے یہاں آئے تھے۔بعض کا خیال ہے کہ یہ لوگ سوات کے ''ڈوما'' Doma علاقے سے تعلق

رکھتے ہیں۔روایت کے مطابق جب 1550ء کے لگ بھگ ان پر حملہ کر دیا گیا اور ڈوما کافر کی حکومت ختم ہوگئی تو یہ لوگ جان بچا کر اِدھر اُدھر بھاگ گئے۔ان میں سے ایک گروہ ہنزہ جا پہنچا اور وہاں یہ لوگ ساز بجانے کے علاوہ دیگر مختلف پیشوں سے منسلک ہوگئے۔اکثر محققین اس بات پر متفق ہیں کہ یہ لوگ پیشے کے اعتبار سے موسیقار اور لوہار تھے اور یہ ''ڈوم'' کہلاتے تھے۔شروع میں یہ قبیلہ ہنزہ کے علاوہ نگر اور یاسین کے علاقوں میں بھی آباد تھا لیکن اب یہ ہنزہ کے ''بریشل'' (مومن آباد) کے چند گھرانوں تک محدود ہوکر رہ گئے ہیں اور باقی اپنی زبان اور شناخت کو بھلا کر دیگر لسانی گروہوں میں مدغم ہو چکے ہیں۔ جارج بدروس کے مطابق شِنا اور بروشسکی زبانوں کے اثر ونفوذ کے باوجود ڈومکی زبان کی اپنی نحو اور قاعدہ موجود ہے، لیکن بذاتِ خود یہ ایک غیر تحریری زبان ہے۔اس زبان میں ادب کیا حروف تہجی تک سامنے نہیں آئے ہیں۔ ہر زبان کی اپنی کچھ مخصوص آوازیں ہوتی ہیں جن کے تحت رسم الخط بنایا جاتا ہے۔ چونکہ کچھ آوازیں اُردو اصوات سے الگ ہیں اس لئے ذیل میں اس زبان کی اپنی مخصوص آوازوں کے حامل الفاظ کو قریب المخرج اُردو آواز میں پیش کیا جارہا ہے۔

اُردو	ڈومکی	اُردو	ڈومکی
خوبانی	اَشئ	مرغا	قرقاموس
بھیڑ کا بچہ	مموشی	چاندی	رُوپ
آج	اُوچے	ناخن	اُوری مُوژ
بلی	پُش	لڑکی	جُونی
چیونٹی	پی پی لی	کتا	شُنو
آنکھ	اَچ	بارش	اُرپ
ہڈی	شِین	سانپ	رِکرما
چشمہ	ٹبل	خون	رُت
مچھلی	چُومُو	انگور	داچہ

ڈومکی کے چند جملے بطور مثال ملاحظہ ہوں

اُردو	ڈومکی
کیا حال ہے؟	کی حال چی؟

شکریہ، اچھا ہوں۔	شکریہ اِسُوبا۔
آپ کا نام کیا ہے؟	تے نوم کی سِک چھا؟
میرا نام خوشحال خان ہے۔	مئے نوم خوشحال خان چھا۔
وہ بڑا لڑکا ہے۔	ہے بڑا جُو ٹُوک چھا۔
وہ چھوٹا لڑکا ہے۔	ہے چُو نا جوٹُوک چھا۔

1.5۔ بشگالی وار

پاکستان کے شمالی علاقوں میں بولی جانے والی زبانوں میں بشگالی وار بھی ایک اہم زبان ہے۔ چترال کے علاقوں بمبوریت، رمبور، بریر اور سون، لنگور بٹ، گبور، ارندو اور افغانستان کے صوبہ نورستان اور کنٹر کے کچھ ذیلی علاقوں میں بشگالی وار بولی جاتی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق پاکستان اور افغانستان میں ۲۹ ہزار نفوس سے زائد افراد یہ زبان بولتے ہیں۔ یہ اس خطے کی ان چند زبانوں میں سے ہے جس میں ادب تحریری صورت میں موجود ہے۔ 1902ء میں جے۔ ڈیوڈسن نے ''Notes on the Bashgali (Kafir) Language'' کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں بشگالی وار کی گرامر اور دیگر زبانی قواعد پر بحث کی گئی ہے۔ اس کے بعد جرمنی، اٹلی، ڈنمارک اور دیگر یورپی ممالک کے ماہرین لسانیات نے اس زبان کی مختلف جہتوں پر کام کیا۔ اس زبان میں چار اضافی آوازیں ہیں جو اس زبان کی قدامت کا پتہ دیتی ہیں۔ ان آوازوں کو ان حروف سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ ''ٿ'' یہ ت اور ٹ سے ملتی جلتی ایک تیسری آواز ہے، جو دیگر زبانوں میں نہیں ہے۔

دً = یہ د اور ڈ سے ملتی جلتی آواز ہے۔

ڙ = یہ ر اور ل کی مشترک آوازوں سے ملتی جلتی آواز ہے۔

ڳ = یہ ک اور گ سے ملتی جلتی آواز ہے۔

حروف علت کی تعداد بشگالی وار میں گیارہ ہے۔ ایک اضافی آواز یہاں بھی انفرادیت کا پتہ دیتی ہے۔

کلاشا اور بشگالی وار کا تعلق درد خاندان سے ہے۔ دونوں زبانوں کے افعال اور جملہ سازی کے اصول بالکل یکساں ہیں۔ دونوں زبانوں میں جو چیز مشترک نہیں ہے، وہ دونوں زبانوں میں پائی جانے والی منفرد آوازیں ہیں۔ دونوں زبانوں کے

مشترک ذخیرۂ الفاظ میں بھی کافی یکسانیت ہے۔بشگالی وار میں لوک گیتوں کا ایک خزانہ ہے۔ جسے مکمل طور پر ابھی تحریری شکل نہیں دی جا سکی، کلاشا زبان پر کھوار کے اثرات ہیں لیکن بشگالی وار پر کھوار زبان کے اثرات ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتے جبکہ پشتو کے کچھ مرکبات وتراکیب بشگالی وار میں رائج ہیں۔

اس زبان کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں ث، ح، ذ، ص، ض، ط، ظ، ع، ق اور ء کی آوازیں نہیں ہیں اور نہ ہی عربی اور فارسی کا اثر اس زبان پر اتنا ہے کہ بشگالی وار یہ آوازیں مستعار لیتی۔ان میں بیشتر آوازیں اردو۔کھوار، اور اس خطے کی دیگر زبانوں کے لئے بھی اجنبی ہیں لیکن دخیل الفاظ کی بنا پر اب یہ الفاظ اور آوازیں ان زبانوں کی ضرورت بن چکی ہیں۔ بنیادی ساخت میں ہمارے خطے کی زبانوں میں ان الفاظ وآوازوں کا عمل دخل نہیں ہے۔

بشگالی وار کو سخت زبان کہا جاتا ہے۔اجنبی لوگوں کے اعضائے صوت بشگالی وار کی بعض آوازیں بہ آسانی ادا نہیں کر سکتے۔اس لئے بشگالی وار دیگر زبانوں کے لوگ بہت کم بول پاتے ہیں۔

بشگالی وار کا شمار کافر زبانوں میں ہوتا ہے حالانکہ اب بشگالی وار بولنے والے تمام افراد مسلمان ہیں۔اس خطے میں اسلام کی روشنی پھیلنے سے پہلے یہاں کافر آباد تھے جنہیں بعد میں سرخ کافروں کے نام سے یاد کیا گیا۔ان میں سے ایک گروپ نے اسلام قبول کیا اور اس گروپ کی زبان بشگالی وار تھی جبکہ دوسرا گروپ بدستور اپنے پرانے عقائد پر کاربند رہا اور اس گروپ کو ہم کالاش کہتے ہیں اور کلاشا ان کی زبان ہے۔

بشگالی وار ہندایرانی کی شاخ پشاچہ کے ذیلی خاندان کافر گروہ سے تعلق رکھتی ہے۔اس گروہ میں کلاشا کے علاوہ گوار بتی بھی شامل ہے۔ان تینوں زبانوں کی گرامر، اورافعال ایک دوسرے سے بے حد ملتے جلتے ہیں۔

بشگالی وار کی تاریخ کے حوالے سے متضاد آراء ملتی ہیں۔ایک رائے یہ ہے کہ یہ ان لوگوں کی زبان ہے جو آریاؤں کی آمد سے پہلے اس خطے میں آباد تھے اور جب آریا آئے تو یہ لوگ دروں اور پہاڑوں پر چلے گئے۔اس رائے کے حق میں بطور دلیل یہ بات پیش کی جاتی ہے کہ آریا قبیلوں میں مردوں کی حکومت تھی اور ہر کام مرد سرانجام دیتا تھا جبکہ بشگالی وار بولنے والے قبیلوں میں سارے کام عورت کرتی تھی یعنی ان قبیلوں میں مرد ایک فاضل پرزے کی طرح ہوتا ہے۔کھیتی باڑی،

شکار، جانوروں کی نگہداشت اور دیگر وہ سارے کام جو عام معاشرے میں مرد سرانجام دیتا ہے وہ بشگالی قوم میں عورت سرانجام دیتی ہے۔ مرد صرف پہلوانی کا شوق پورا کرتے ہیں۔

بشگالی وار میں دیگر دردی زبانوں کی طرح مہینوں کے نام موسموں کی مناسبت سے ہیں، لیکن اس زبان کی گنتی دیگر دردی زبانوں سے بالکل مختلف ہے۔

اس زبان کا مکمل لسانیاتی جائزہ لئے بغیر اس کی تاریخ پر روشنی نہیں ڈالی جاسکتی صرف قیاس کیا جاسکتا ہے اور اب تک جتنے ماہرین لسانیات بشگالی وار کا تذکرہ کرتے ہیں وہ قیاسات کا سہارا لیتے ہیں۔

1.6۔ ارسونی وار

دنیا کی مختصر ترین آبادی جو زبانیں بولتی ہے، ارسونی وار ان زبانوں میں سے ایک ہے۔ اس کے بولنے والے بمشکل ۲۰۰ کے قریب ہوں گے۔ اس زبان کے متعلق معلومات بے حد کم ہیں، کچھ مشترک خصوصیات کی بنا پر ہم اس زبان کو نورستانی گروہ سے قریب تر زبان قرار دے سکتے ہیں۔

ارسونی وار میں ایک آواز ایسی ہے جو کسی بھی دوسری زبان میں نہیں۔ یہ آواز ''ق'' کی آواز سے ملتی جلتی ہے۔ ''ق'' کی آواز عربی زبان یعنی سامی زبانوں کی آواز ہے جبکہ ارسونی وار میں پائی جانے والی ''ق'' سے مشابہ یہ آواز اسے دیگر زبانوں سے منفرد بنادیتی ہے۔ ارسونی وار میں بہت سے نامانوس نام رائج ہیں جن کے معنی ارسونی وار بولنے والوں کو بھی معلوم نہیں، اس زبان کی دوسری بڑی خصوصیت اس میں انفی آوازوں کا ہونا ہے۔ ارسون کی وادی، چترال کی تحصیل کے جنوب مغرب میں افغانستان کے صوبہ نورستان کی سرحد پر واقع ہے۔ اب آہستہ آہستہ ارسونی وار بولنے والے کھوار اور بشگالی وار بولنے کو ترجیح دے رہے ہیں۔ ارسونی وار بولنے والوں کی اکثریت اپنے رشتے بھی کھوار بولنے والے قبیلوں میں کر رہی ہے جس کے باعث بول چال کے حوالے سے یہ زبان کم سے کم لوگوں تک محدود ہوتی جارہی ہے۔

1.7۔ گواربتی

گواربتی زبان ارندو اور دریائے کنٹر کے اطراف میں بولی جاتی ہے۔ مقامی لوگ اسے ارندوئی کے نام سے بھی پکارتے ہیں۔ دو ہزار سے زائد لوگ پاکستانی علاقے میں اور دس ہزار سے زائد افراد افغانستان کے صوبہ کنٹر کے مختلف علاقوں میں یہ زبان بولتے ہیں۔

یہ زبان دردی خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ مورگنسٹیرن نے اسے ایک مکمل زبان قرار دیا ہے گوار بتی بولنے والوں کا قریبی تعلق پشتو بولنے والے لوگوں کے ساتھ رہا ہے، اس لئے اس پر پشتو کے اثرات واضح نظر آتے ہیں۔

گوار بتی کو پشائی اور کوہستانی زبانوں کے بیچ کی زبان قرار دیا جاتا ہے۔ اب گوار بتی عربی رسم الخط میں لکھی جانے لگی ہے۔ گوار بتی میں دو اضافی آوازیں ایسی ہیں جو دیگر دردی زبانوں میں نہیں ہیں۔ ان کے لئے چ تں کی علیحدہ علامتیں وضع کی گئی ہیں۔

گوار بتی زبان پشتو، بشگالی وار، کھوار، ڈومیلی اور دیگر زبانوں کے نرغے میں ہے لیکن گوار بتی کی اپنی ساخت اور شناخت پر اس کا کچھ خاص اثر نہیں پڑا۔ مقامی لوگ اب بھی گھروں میں گوار بتی بولتے ہیں اور شادی بیاہ کے گیت اپنی مادری زبان میں گاتے ہیں

لوک گیتوں، ضرب الامثال، کہاوتوں اور محاوروں سے مزین یہ زبان اپنے اندر بہت وسعت رکھتی ہے اور ضروری اثرات قبول کرنے کی صلاحیت کی بنا پر دیگر زبانوں سے زیادہ پائیدار نظر آتی ہے۔

ہیروڈوٹس نے اس زبان کے بولنے والوں کا ذکر اپنی تاریخ میں کیا ہے اور ان کا پرانا وطن افغانستان کا علاقہ پکتیکا (Paktika) بتایا ہے۔ البتہ یہ لوگ موجودہ علاقوں میں پندرہ سو سال سے آباد ہیں۔ یہ نسلی گروہ آریاؤں کی اس شاخ سے تعلق رکھتا ہے جو آریاؤں کی عام ہجرت سے پہلے ان سے الگ ہو گیا تھا۔ بتایا جاتا ہے کہ یہ لوگ پکتیکا سے انڈس کوہستان، سوات، اور دیر میں نقل مکانی کر چکے تھے اور انڈس کوہستان اور چلاس ان کی مشہور آماجگاہیں تھیں۔ پھر کچھ لوگ وہاں سے ہجرت کر کے چترال میں آباد ہو گئے جو آج تک وہیں ہیں۔

اس زبان کا تعلق زبانوں کے مشہور خاندان دردی (Dardi) سے ہے جو آریائی گروپ سے ہے۔ چند خصوصیات کی وجہ سے گوار بتی زبان دردی گروپ میں ایک الگ مقام رکھتی ہے اور دھگانو (Dehagano) کے نام سے مشہور ہے۔ بعض روایات کے مطابق ان کے آباء واجداد عربستان سے ہجرت کر کے یہاں آئے ہیں اور قبیلہ قریش سے تعلق رکھتے ہیں۔ بہر حال اوّل الذکر روایت کو زیادہ مستند مانا جاتا ہے کیونکہ اس زبان میں ہندی اور آریائی دونوں زبانوں کی مشترکہ خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ ان پر پختونوں کے بڑے گہرے اثرات ہیں اور چھوٹے بڑے سب بڑی روانی کے ساتھ پشتو زبان بولتے ہیں اور یہ اپنے آپ کو پختون کہتے بھی ہیں۔ پرانے وقتوں میں ان کے رسم ورواج آج کے کلاشی لوگوں کی طرح تھے لیکن ڈیڑھ صدی قبل جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو اسلامی اقدار کے ساتھ ساتھ پختونوں کی سماجی رسوم بھی اپنالیں یہی وجہ

ہے کہ آج ان میں اور پختونوں میں کسی بھی لحاظ سے کوئی فرق نہیں۔

1.8۔ پالولہ

پالولہ دردزبان ہے۔اس کے بولنے والے ضلع چترال کے چار دیہاتوں میں بستے ہیں،عشریت، بیوڑی،گھوس اور پری گال،ان چار دیہاتوں کے علاوہ اب پالولہ کسی اور گاؤں میں نہیں ہے۔پالولہ بولنے والے چلاس کے باشندے بتائے جاتے ہیں۔وہاں حکومت کرتے تھے۔حکومت چھن جانے کے بعد یہ لوگ چترال کے علاقوں لاسپور اور عشریت میں آ کر آباد ہو گئے۔لاسپور میں پالولہ بولنے والوں نے کھوار کو اپنا لیا جبکہ عشریت میں یہ لوگ اپنی زبان بولتے رہے۔چترال میں پالولہ کو ''ڈانگر یگ وار'' بھی کہا جاتا ہے اور پالولہ بولنے والوں کو ڈنگر یگ نام کا ایک گاؤں بھی چترال شہر میں ہے لیکن اب اس گاؤں میں کوئی پالولہ نہیں بولتا، پالولہ بولنے والوں کی تعداد ۱۴ ہزار ہے

پالولہ میں چھ اضافی آوازیں ہیں جو اردو میں نہیں ہیں۔اس زبان میں ڼ۔(ڑ) کی آواز پشتو سے اس کے قریبی تعلق کا پتہ دیتی ہے

ش اور اس سے ملتی جلتی آواز بھی پالولہ میں پائی جاتی ہے، جسے شین تلفظ کیا جا سکتا ہے۔

ژ سے ملتی جلتی ایک اضافی آواز بھی اس زبان کو دیگر زبانوں سے منفرد بنا دیتی ہے۔چ اور ٹ کی آوازیں کھوار کے ساتھ اس کے اشتراک کی طرف اشارہ کرتی ہیں پاپولہ زبان کے لئے حروف تہجی وضع کئے جا چکے ہیں اور اس زبان کے مقامی ادب کو محفوظ کیا جا رہا ہے۔

1.9۔ کاتی واری، کام واری، موم واری

چترال کے علاقوں گبور، ارسون، لنگور بٹ، ارندو میں بشگالی وار کے ساتھ ساتھ کاتی واری، کامی واری اور موم واری زبانیں بھی بولی جاتی ہیں۔ان سب زبانوں کو ملا کر ہم انہیں نورستانی گروہ کہتے ہیں۔کاتی قبیلے کے افراد کاتی واری بولتے ہیں۔کاتی واری کو نورستانی بھی کہا جاتا ہے۔چترال کے علاقے گبور میں اسے شیخ وار کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ان زبانوں کو اکثر ماہرین لسانیات کافر زبانیں کہتے ہیں۔شیخان ان افراد کو کہا جاتا ہے جو مشرف بہ اسلام ہوئے اور اسی نسبت سے ان کی زبان کو شیخ وار یا شیخان وار کہا جاتا ہے۔

بشگال یعنی نورستان کا پورا علاقہ ۱۸۹۳ء تک مہتر چترال کی عملداری میں تھا لیکن ڈیورنڈ لائن کی غلط تقسیم کی وجہ سے

بشگال کا علاقہ جسے بعد میں نورستان کہا جانے لگا افغانستان کو دے دیا گیا اور امیر عبدالرحمان نے اسے زبردستی افغانستان میں شامل کیا۔ کچھ علاقہ چترال میں رہنے دیا گیا جیسے لٹکوہ کا علاقہ گبور، بمبوریت، بریر، رمبور کے سرحدی علاقے، ارسون کا علاقہ یون۔ ان علاقوں میں وہ زبان رائج رہی جو بشگال میں بسنے والے لوگ بولتے تھے۔ بشگال میں چار زبانیں بولی جاتی ہیں۔ بشگالی وار، کاتی وار، کام واری اور موم واری۔ یہ سب زبانیں مکمل زبانیں ہیں۔ بشگالی وار کو خوش قسمتی سے اچھے یورپین ماہرین لسانیات میسر آئے اور انھوں نے اس کی گرامر اور قواعد ترتیب دیئے اور اس کے لئے الفبائی سلسلہ بنایا جبکہ دیگر تین زبانوں کو ایسے ماہرین نہ مل سکے اس لئے تا حال ان زبانوں کو تحریری صورت میں نہیں لایا جا سکا لیکن ان سب زبانوں میں لوک ادب موجود ہے۔ ان کے محاورے، ضرب الامثال اور کہاوتیں اب بھی بولی اور استعمال کی جاتی ہیں لوک گیتوں کا اچھا خاصا ذخیرہ سینہ بہ سینہ نئی نسل کو منتقل ہو رہا ہے۔ ان زبانوں کا مکمل ذخیرۂ الفاظ ابھی تک محفوظ ہے۔

آوازوں کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ چند مخصوص آوازیں ان زبانوں کی پہچان کے لئے کافی ہیں جو دیگر زبانوں میں نہیں ہیں۔ یہ تینوں زبانیں بھی کسی ماہر لسانیات کے انتظار میں ہیں جو انہیں تحریری شکل دے۔

نوٹ: (اس یونٹ کی تیاری کے سلسلے میں شعبے کو جناب محمد پرویش شاہین کا علمی تعاون بھی حاصل رہا)

2۔ خود آزمائی

1۔ شمالی علاقہ جات میں بلتی شنا، کھوار اور بروشسکی کے علاوہ اور کون کون سی زبانیں بولی جاتی ہیں؟

2۔ کلاشا زبان کی ان گیارہ مخصوص آوازوں کی وضاحت کریں، جو اردو میں نہیں ہیں۔

3۔ ڈومیلی اور پالولہ زبانوں کے لسانی جغرافیے پر روشنی ڈالیں۔ نیز پالولہ کی کتنی مخصوص آوازیں ہیں اور ان کے لئے کون کون سی علامتیں بروئے کار لائی جاتی ہیں؟

4۔ نورستانی گروہ میں کون کون سی زبانیں شامل ہیں؟ وضاحت کے ساتھ لکھئے۔

5۔ یدغا، بشگالی وار، ارسونی وار اور گوار بتی زبانوں پر مفصل نوٹ لکھئے۔

حوالہ جات

1۔ منظوم علی، قراقرم ہندوکش، گلگت ڈگری کالج، برق سنز لمیٹڈ، اسلام آباد، 1985ء، ص 641 تا 660

2۔ عنایت اللہ فیضی، ڈاکٹر، چترال، اسلام آباد، لوک ورثہ، س ن م، ص 33 تا 42

3۔ سائنس ڈائجسٹ، شمارہ 6، 7، جلد 8، کراچی، انور چیمبرز، جون، جولائی 1988ء (مشمولہ مضمون از پرویش شاہین)

4۔ محمد پرویش شاہین، ماہ نو، (مضمون)، شمارہ 2، جلد 57، لاہور، ادارۂ مطبوعات پاکستان، فروری 2004ء، ص 15 تا 19

5۔ محمد پرویش شاہین، ماہِ نو، (مضمون)، شمارہ نمبر 9، جلد 56، ستمبر 2003ء، ص 3 تا 6